اقلیمِ نعت

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اقلیمِ نعت

ای-۲۵ ٹی اینڈ ٹی فلیٹ فیز ۵ شادمان ٹاؤن شمالی کراچی

علمی و تحقیقی کتابی سلسلہ نمبر ا

نعت رنگ

(تنقید نمبر)

ادارہ

صبیح رحمانی

عزیز احسن

انور حسین صدیقی

معاونت

غوث میاں، ظہیر الاسلام، زاہد خان لودھی، غلام مجتبیٰ احدی، ولی محمد خان
ناصر الدین محمود، انجم مسعود

مشاورت

حنیف اسعدی، قمر وارثی، راشد نور، محمد یعقوب غزنوی، خالد لودھی، عبدالحنان

(ادارے کے تمام عہدیداران و اراکین اعزازی ہیں)

ناشر

اقلیم نعت

25-ای ٹی اینڈ ٹی فلیٹس فیز 5 شادمان ٹاؤن نمبر 2 شمالی کراچی۔ فون : 6901212

"نعت رنگ" شمارہ نمبر1 (تنقید نمبر)

سن اشاعت اپریل 1995ء

قیمت 75 روپے

کمپوزنگ فرینڈز کمپوزنگ سروسز فون : 2634516

جلد سازی رحمت علی بک بائینڈنگ، ناظم آباد نمبر2

ناشر اقلیم نعت

25-اے' ٹی اینڈ ٹی فلیٹ فیز5 شادمان ٹاؤن نمبر2 شمالی کراچی

تقسیم کار

پنجاب بک ہاؤس

اردو بازار کراچی

مرتب و پبلشر صبیح رحمانی نے اے ایڈ ایس پریس ناظم آباد سے چھپوا کر صدر دفتر اقلیم نعت 25-اے ٹی اینڈ ٹی فلیٹ شادمان ٹاؤن کراچی سے جاری کیا

ڈاکٹر سید رفیع الدین اشفاق

ڈاکٹر سید محمد ابوالخیر کشفی

اور

اظہر عباس ہاشمی کے نام

اجمال

تحقیق نعت

تنقید نعت

فکر و فن

ابتدائیہ ....

"نعت رنگ" پیش خدمت ہے۔
فروغ نعت کے اس عہد زریں میں
یہ کوئی بڑا کارنامہ نہیں
لیکن نعت نگاری کی طرف رجوع عام کے اس اہم دور میں
نعت کو رطب و یابس اور شعراء کے غیر محتاط رویوں سے
محفوظ رکھنے کی پہلی سنجیدہ اور باقاعدہ کوشش ضرور ہے
اس "کتابی سلسلے" میں موضوعات نعت کی ایک ایسی دھنک پھیلی ہوئی ہے
جو کئی رنگوں کے امتزاج کی مظہر ہے
یہ رنگ تحقیق و تنقید کی دھوپ سے کشید کئے گئے ہیں
یہ رنگ عصر حاضر کے نعتیہ منظر نامے سے چنے گئے ہیں
یہ رنگ شعراء کے گل ہائے عقیدت سے جمع کئے گئے ہیں
امید ہے یہ رنگ
آپ کی آنکھوں کے سامنے ایک ایسی روحانی فضا تصویر کرنے میں کامیاب ہوں گے
جو آپ کے دل کو نور اور دماغ کو سرور عطا کرے گی۔ میں "نعت رنگ" میں اپنی عقیدت کا رنگ بھرنے والے ہر قلم کار اور تمام مشتہرین کا شکر گزار ہوں اور دھڑکتے دل کے ساتھ آپ کی رائے کا منتظر بھی۔
.....

صبیح رحمانی

خالق برتر

☆ ______________ سحر انصاری

میں اک ذرہ تھا
یا ذرات ذرہ کا کوئی حصہ
مگر بے حس و بے جنبش
مرے چاروں طرف سیارگان و کہکشاں کا رقص پیہم تھا
تناسب کچھ نہ تھا سیارگاں میں اور ذرے میں
مسلسل خاک داں ہی خاک داں تقدیر تھی میری
عناصر کی حریفانہ کشش زنجیر تھی میری
ہوا چلتی تھی جنگل میں
سمندر گم تھے بادل میں
اور ان کے بیچ ہر پل میں
وجود بے حقیقت تھا حصار سکتہ و حیرت
مگر تو نے
بس اک "کن" کے اشارے سے
مرے دل کو دھڑکنے
ذہن کو سوچنے کے زاویئے بخشے
کبھی خواب و خبر کے رمز سمجھائے
کبھی سربستہ رازوں کے حقیقی روپ دکھلائے
کبھی تسخیر کے آداب سکھلائے
یہ مہر و ماہ، بحر و بر
شجر، برگ و ثمر، ریگ و حجر، لعل و گہر
جن کو
میں مہمل اور لایعنی سمجھتا تھا
مری دہلیز تک لائے معانی کے گل تازہ
ہوا پھر مجھ کو تیری قدرت قادر کا اندازہ
شعور و عقل دے کر تو نے اک بے وصف ذرے کو
نگہبان جہان آفریدہ کردیا یکسر
ثناء اے خالق برتر

حرف ثناء

——— حمدیہ ہائیکو

تو ہی تو اعتبار ہستی ہے
جتنی بے اعتبار چیزیں ہیں
سب ترا نام لے کے جیتی ہیں
(جمیل ملک)

اے میرے معبود
حرف ثناء محدود مرا
تو ہے لامحدود
(سرشار صدیقی)

تیرے آگے میں سر خمیدہ ہوں
سارے عالم پہ راج ہے تیرا
تیری رحمت محیط ہے سب پر
(محمد اقبال نجمی)

اے رب رحمان
صورت کے طالب ہیں ہم
بے چہرہ انسان
(صبیح رحمانی)

وہ اور میں

☆ ——— شبنم رومانی

انسان ہیں وہؐ بھی، مگر
رحمت نفس، خیر البشرؐ
انسانیت کے واسطے
انؐ کی دعائیں رات بھر
ہر ظلم کی یلغار میں
سب کے لئے سینہ سپر
ہر اک قدم، رفتار میں
صدیوں کا تہذیبی سفر
انسان ہیں وہؐ بھی، مگر
انسانیت کے واسطے
اک دائمی منشور ہیں
وہؐ آسماں کا نور ہیں
جو خاک سے پیدا ہوا
وہ آفتاب روح،
جو ادراک سے پیدا ہوا
علم حقیقی،
جن کے اسم پاک سے پیدا ہوا
انسان ہیں وہؐ بھی، مگر
انؐ کا نشاں ———
رمز حیات
انؐ کا پتہ ———
اسرار ذات
انؐ کا زمانہ
جاوداں
انؐ کا ٹھکانا ———
شش جہات

انؐ کا قدم ———
نقش حرم
انؐ کا کرم ———
باب نجات
انؐ کا جریدہ ———
زندگی
انؐ کا عقیدہ ———
کائنات
انسان ہوں میں بھی، مگر
میرا یہ انداز نظر
میرا یہ اعجاز قلم
میری یہ نظم معتبر
میری یہ نعت محترم
سب خود پناہی کے لئے
سب داد خواہی کے لئے

نعت کیا ہے؟ .... سعید بدر

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت کہتے ہوئے حروف اور الفاظ عاجز آجاتے ہیں اور معنی ہیں کہ دم توڑ دیتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ حرف و صوت اصل بات کو پوشیدہ کردیتے ہیں کیونکہ اپنی تنگ دامانی کی وجہ سے وہ عظیم الشان موضوع کا احاطہ کرنے سے قاصر ہیں۔ حکیم الامت علامہ اقبال نے فرمایا تھا

گر بگویم می شود پیچیدہ تر
حرف و صوت اورا کند پوشیدہ تر

سچی بات یہ ہے کہ ذہن ساکت ہے اور زبان گنگ ہے، قلم فریادی ہے کہ میں اس ذات بابرکات کی توصیف کا حق کیسے ادا کروں جس کی ازل سے آج تک اللہ تعالیٰ خود تعریف و توصیف کررہا ہے۔ ہاں، وہی ذات پاک جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے بلند کردیا اور جس پر درود و سلام پڑھنے کا حکم صادر فرمایا۔

عربی زبان میں بیان حسن، اظہار عقیدت اور اعتراف حق کیلئے جو الفاظ استعمال کیے جاتے ہیں وہ عموماً تعریف، مدح، ثناء، حمد، توصیف، شکر اور نعت ہیں اور ان میں سے ہر لفظ معنوی لحاظ سے ایک دوسرے کا مترادف بھی استعمال ہوتا ہے۔ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح و تعریف میں یہ تمام الفاظ مختلف مقامات پر استعمال کیے گئے ملتے ہیں لیکن جو لفظ کثرت سے استعمال ہوا، وہ لفظ "نعت" ہے۔ عربی زبان میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مدحیہ شہہ پاروں کیلئے مدیح و نشید جیسے الفاظ استعمال کیے گئے ہیں لیکن "نعت" سے مراد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شعری یا نثری تعریف مراد لی گئی ہے۔

علامہ زبیدی حنفی "تاج العروس" میں رقمطراز ہیں کہ نعت کا مادہ ن، ع اور ت ہے اور اس کے معنی وصف کے ہوتے ہیں یا پھر کسی کی تعریف میں مبالغہ کرنا، یہی اس کا مطلب ہوتا ہے۔ ابن کثیر لکھتے ہیں کہ نعت کا تعلق بیان حسن سے ہوتا ہے اور اسی اعتبار سے نعت اور وصف میں فرق ہوتا ہے۔ وصف میں "حسن و قبح" دونوں بیان کیے جاسکتے ہیں جب کہ اس کے مقابلے میں نعت صرف "حسن و خوبی" کے بیان کیلئے ہی استعمال کی جاتی ہے۔ اسی طرح "ثعلب" نے نعت اور وصف میں یہ فرق لکھا ہے کہ نعت صرف ذی جسم کی ہوسکتی ہے اور توصیف کیلئے شخصیت کی ضرورت نہیں۔ اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی توصیف تو کی جاتی ہے لیکن اس کی نعت نہیں کی جاتی کیونکہ نعت میں ذی جسم اور شخصیت کی شرط لازم ہے۔ الکمری نے نعت کا مطلب "العتیق السابق" بھی درج کیا ہے۔ اس

اعتبار سے نعت صرف اس ذات کی ہوسکتی ہے جو اللہ تعالیٰ کے بعد سب سے زیادہ قدیم اور اوصاف و کمالات میں سب سے بڑھ کر ہے۔ "لسان العرب" میں ابن منظور نے نعت کے معنی کسی ذات کا اپنی جنس کی دیگر انواع سے افضل ہونا لکھا ہے۔ "صحاح" میں جوہری نے کہا ہے کہ نعت کے معنی "چہرے کا حسین" ہونا ہے۔ ابن ماجہ نے حضرت زید بن ارقم کے حوالے سے لکھا ہے کہ حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم نے بذات خود لفظ "نعت" کو خواص بتانے کے معانی میں استعمال فرمایا۔ جامع ترمذی میں حضرت ابوبکرؓ کی روایت کے مطابق آقائے نامدارؐ نے نعت کا لفظ استعمال کیا۔ وصف بیان کرنے کیلئے نعت کا استعمال سنن نسائی کی حدیث میں موجود ہے۔ امام احمد حنبلؒ کی مسند میں یہ لفظ پندرہ بار نعت ہی کے معنوی مترادفات اور متضادات میں استعمال کیا گیا ہے۔ تاریخی تواتر کے اعتبار سے جائزہ لیں تو پتہ چلتا ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے سب سے پہلے نعت کا لفظ استعمال کیا اور اس کے ذریعے رسول کریمؐ کے اوصاف کمالات بیان کیے۔ امام ترمذی نے شمائل میں اور سنن دارمی نے لفظ نعت کو رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کے ساتھ خاص قرار دیا۔ اسی طرح سنن ابی داؤد اور صحیح بخاری میں لفظ نعت حلیہ اور بیان احوال کے لیے استعمال ہوا ہے۔ امام مسلم نے اس کی تصدیق ہی کی ہے۔ صوفیائے کرام کے اقوال سے پتہ چلتا ہے کہ نعت کے معنی شان کے بھی ہوتے ہیں۔ طبرانی نے اس لفظ کو سفارش کے معنوں میں استعمال کیا ہے۔ نعت کا لفظ فارسی میں بھی عربی کی ہی طرح وصف بیانی اور خصوصی معانی یعنی مدح رسول مقبولؐ کے لیے مستعمل نظر آتا ہے۔ اردو میں بھی اس کے معانی اوصاف گوئی کے ہیں لیکن اب یہ لفظ رسول محتشم صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف و کمالات کیلئے مخصوص ہوکر رہ گیا ہے۔ ڈاکٹر ریاض مجید نے عربی میں نعت کا صحیح مفہوم بیان کرتے ہوئے لکھا ہے

> "عربی نعت نگاروں کے خیالات کے مطالعہ سے لفظ "نعت" کے مفہوم کے بارے میں جو نمایاں تاثرات ابھرتے ہیں وہ اسے اپنے قبیل کے دوسرے الفاظ مثلاً وصف، تعریف، ثناء، حمد اور منقبت وغیرہ سے ممتاز اور منفرد ٹھہراتے ہیں۔ ہم دیکھتے ہیں کہ ایک تو یہ لفظ خاص طور پر تعریف میں یعنی "اوصاف حسنہ" یا وصف محمود" کے لیے استعمال ہوتا ہے یعنی اس شخص کے لیے جو پیدائشی طور پر خوبصورت ہو، عمدہ خصلتوں اور اچھے اخلاق کا حامل ہو۔ چوتھے یہ "اوصاف" کے درجے کے مفہوم میں آتا ہے۔"

اسی طرح فارسی لغات میں نعت کا لفظ مطلق وصف اور ثنائے رسول پر ہردو معانی میں استعمال ہوتا ہے۔ غیاث اللغات کے مصنف نے لکھا ہے کہ "اگرچہ لفظ نعت کے معانی مطلق وصف کے ہیں، لیکن اکثر و بیشتر مطلق ستائش و ثنائے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم استعمال کیا گیا ہے"۔

اردو لغات میں بھی یہ لفظ عربی اور فارسی کے مطابق مطلق وصف اور ثنائے رسول مقبول' دونوں معنوں میں استعمال کیا گیا ہے۔ "نور اللغات" کے مصنف نے تحریر کیا ہے کہ "یہ لفظ مطلق وصف ہے لیکن اس کا استعمال حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ثناء کے لیے مخصوص ہے"۔ گویا اردو لغت' زبان اور شعر و ادب میں لفظ نعت کے معنی پیغمبر دوجہاں کی تعریف و توصیف ہی کے مفہوم و معانی سے مختص ہیں۔ بقول راغب مراد آبادی

نعت کیا ہے سرورؐ عالم کی سیرت کا بیاں
نعت کیا ہے آپؐ کے لطف و محبت کا بیاں

اصطلاحی طور پر لفظ نعت سے صرف نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح اور ثناء ہی مراد لی جاتی ہے۔ ڈاکٹر یونس حتی لکھتے ہیں "ایسی تمام نظمیں جن میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت اور عقیدت کا اظہار کیا جائے یا ان کے محاسن بیان کیے جائیں' نعت کی تعریف میں آتی ہیں"۔

نعت کے اصطلاحی مفہوم کے سلسلے میں ممتاز ادیب و دانشور ممتاز حسن نے نعتیہ شاعری اور نعت کے موضوع و فن پر اس کی بڑی ... جامع تعریف کی ہے۔ "میرے نزدیک ہر وہ شعر نعت ہے جس کا تاثر ہمیں حضور نبی اکرم صلعم کی ذات گرامی کے قریب لائے۔ جس میں حضورؐ کی مدح ہو یا حضورؐ سے خطاب کیا جائے۔ صحیح معنوں میں نعت وہ ہے جس میں محض پیکر نبوت کے صوری محاسن سے لگاؤ کی بجائے مقصد نبوت سے دل بستگی پائی جائے جس میں جناب رسالت مآب سے ایک قلبی تعلق موجود ہو' وہ مدح یا خطاب بالواسطہ ہو یا بلاواسطہ اور وہ شعر نظم ہو یا غزل' قصیدہ ہو یا مثنوی' رباعی ہو یا مثلث' مخمس ہو یا مسدس' اس کی نوعیت میں کوئی فرق نہیں پڑتا البتہ نعتیہ کلام کی قدر و قیمت کا دارومدار اس کے نفس مضمون پر ہے۔ اگر اس کا مقصد ذات رسالت کی حقیقی عظمت کو واضح کرنا اور آقائے دوجہاں کی بعثت کی جو اہمیت نوع انسانی اور جملہ موجودات کے لیے ہے' اسے نمایاں کرنا ہو تو وہ صحیح طور پر نعت کہلانے کا مستحق ہے"۔ نعت کے اس لغوی اور اصطلاحی معانی کی روشنی میں یہ لفظ شاعری کی کسی ہیئت کی طرف نہیں بلکہ صرف موضوع کی جانب اشارہ کرتا ہے۔ اردو شاعری کی مختلف ہیئتوں غزل' قصیدہ' مسدس' قطعات و رباعیات' سبھی میں اس کے کامیاب تجربے کیے گئے ہیں بلکہ اب آزاد نظم' نثری نظم اور ہائیکو میں بھی نعت لکھی جا رہی ہے۔

اہل ادب کے نزدیک نعت کا مفہوم خواہ کچھ ہی کیوں نہ ہو اور اس کے لیے بحروں کے انتخاب میں کوئی بھی طریقہ استعمال کیا گیا ہو' اہل ذوق' اہل محبت اور اہل عشق کے ہاں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا تصور آپ صلعم کی محبت اور پھر آپؐ کی محبت میں رونا' رلانا' آپؐ کی مدح و ستائش اور ثناء کرنا' آپؐ کی زیارت اور حضوری کے لیے بیتاب و بیقرار ہونا' دل کی تاروں پر زبان کی ہم آہنگی کے

ساتھ صلوٰۃ و سلام پڑھنا' آپؐ کے حکم پر تن من اور دھن قربان کردینا' آپؐ کے ادب و احترام میں حفظ قول و عمل بجالانا' سب نعت ہے۔ اس لحاظ سے ہر مسلمان نعت کہتا ہے' نعت پسند ہے' نعت خواں ہے اور نعت گو ہے۔ اصل تقاضہ یہ ہے کہ پوری زندگی ہی نعت کے آداب میں ڈھل جائے۔

نعت کے لغوی اور اصطلاحی معانی کے تعین کے بعد اب اس کا موضوع آسانی سے متعین کیا جاسکتا ہے۔ نعت کا انحصار اور مدار رسول محتشم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات ہے۔ اس لحاظ سے آپؐ کی ذات گرامی سے لے کر صفات نبویہؐ تک' آپؐ کے افکار عالیہ سے اعمال صالحہ تک' غرض زندگی کا ایسا کوئی پہلو نہیں جو نعت کا موضوع نہ بن سکتا ہو۔ اخلاق' سیرت' معجزات' غزوات' خطبات' عبادات' مناکحات' معاملات' عادات' اطوار' تعلیمات' سب تک نعت کا موضوع پھیلا ہوا ہے۔ چونکہ نظم و نثر دونوں میں نعت لکھی جاتی ہے' اس لیے اس کا دائرہ کار بہت وسیع و عریض ہے۔ یہی وجہ ہے کہ نعت کا ورثہ بھی بہت بسیط ہے۔ حضرت ابوہریرہؓ کی حدیث دانی' حضرت ابن عباسؓ کی فقہی کامرانیاں' حضرت ابوبکر صدیقؓ کی سنجیدہ تاریخ' حضرت عمر فاروقؓ کے سنجیدہ فیصلے' حضرت علی مرتضیٰؓ کی علمی وجاہت اور سیاسی تہور' ابن مسعودؓ کا قرآنی لہجہ' حضرت ابوذر غفاریؓ کی سیاسی سوچ اور فکر' حضرت سعد بن وقاصؓ کی سپاہیانہ تاریخ' عبدالرحمٰنؓ کا بانکپن' حضرت حسانؓ بن ثابت کی شوق و ذوق سے معمور شاعری' عبداللہؓ بن رواحہ کی کفرسوز رجزگوئی' جعفر طیار کی خطابت' دراصل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت گوئی ہی کی مختلف صورتیں ہیں۔ صحابہ کرامؓ کا یہ ذوق و شوق اور نعتیہ لگاؤ ہی تھا جس کی بدولت آپؐ کی زندگی کا گوشہ گوشہ تاریخ کا حصہ بن گیا اور یہ ورثہ آج تک صفحہ قرطاس پر موجود ہے۔ یہی وہ عظیم ورثہ ہے جس سے قوموں نے جلا پائی۔ اب تک کی تحقیق و جستجو کے بعد ہم اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ لغت اور تاریخ ہر لحاظ سے نعت کا مفہوم بحر بے کراں ہے۔ مزید برآں' زمانی قید بھی نہیں' تاریخی اعتبار سے قرآن کے نزول کے ساتھ ہی نعت کا آغاز ہو جاتا ہے لیکن اگر مزید گہرائی میں جائیں تو پتہ چلتا ہے کہ حضرت آدمؑ سے حضرت عیسیٰؑ تک تمام صحائف اور الہامی کتب میں حضورؐ پرنور کا ذکر مبارک بار بار آیا ہے اور وہ سب نعت ہی کے انداز میں ہے۔ گویا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح و ثناء کی کوئی بھی صورت ہو' یا کسی بھی زبان میں ہو' وہ نعت ہی کہلائے گی' خواہ وہ پشتو میں ہو یا سندھی' ہندی میں ہو یا اردو میں' فارسی میں ہو یا عربی میں' بنگالی میں ہو یا انگریزی میں' آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف و مدح نعت کے زمرے میں شمار ہوگی۔

اہل فن کے نزدیک نعت کی ایسی صنف بہت مشکل صنف ہے۔ دراصل یہ دودھاری تلوار پر چلنے کے مترادف ہے۔ مشہور فارسی شاعر عرفی نے نعت کے مفہوم و مقصود کو اپنے شعر میں بہت عمدگی اور احتیاط کے ساتھ واضح کیا ہے

عرفی مشتاب ایں رہ نعت است نہ صحرا ست
آہستہ کہ رہ بردم تیغ است قدم را

"عرفی تو تیز تیز نہ چل کیونکہ یہ نعت کا راستہ ہے نہ کہ صحرا کا راستہ۔ اس راہ میں بہت ہی آہستہ آہستہ چل کیونکہ جس راستے پر تو گامزن ہے وہاں قدم تلوار کی دھار پر رکھنے پڑتے ہیں"۔

سید امین علی نقوی فرماتے ہیں

نعت ہے اک شیشہ نازک ترین
بے ہنر کا یہ کہاں میدان ہے
نعت ہے تلوار پر چلنے کا نام
عاشقوں کی جان کا ارمان ہے
نعت ہے مشکل سے مشکل راستہ
حمد حق اس سے کہیں آسان ہے
نعت کو عشق محمدؐ چاہیے
یہ ریاضت کا کہاں سامان ہے
نعت ہوتی ہے قبول اس شخص کی
جس کے دل پر عشق کا فیضان ہے

یا پھر بقول حافظ لودھیانوی

درد مندوں کی آبرو اس سے
آنسوؤں کی دعا ہے نعت رسولؐ
ان کے دربار قدس میں حافظ
صورت التجا ہے نعت رسولؐ

ایک شاعر قمری کانپوری حال کراچی نے کیا خوب کہا ہے

نعت تقدیس رسالت، نعت تکریم رسولؐ
نعت اسلامی ثقافت کا نمائندہ اصول
نعت کے ہر لفظ پر ہوتا ہے رحمت کا نزول

نعت کی محفل میں شرکت بھی سعادت کا حصول
نعت کی تاریخ فکری طور پر سب سے قدیم
نعت گوئی کا سفر ہے اک صراط مستقیم

گویا اس شاعر نے نعت کو "اسلامی ثقافت کا نمائندہ اصول" اور نعت کو "سب سے قدیم" قرار دیا ہے لیکن سچی بات یہی ہے کہ نعت گوئی میں بقول حکیم الامت علامہ اقبال

باخدا دیوانہ باش و با محمدؐ ہوشیار

"با محمدؐ ہوشیار" کا اصول اختیار کرنا ضروری و لازمی ہے ورنہ ذرا سی بے احتیاطی، ذرا سی کوتاہی، ذرا سی بے ادبی، خواہ وہ لاشعوری ہی کیوں نہ ہو، قعرِ مذلت میں گرا دے گی اور ثواب کے حصول کی بجائے گناہ کی دلدل میں پھینک دے گی۔ اکرم کلیم نے کیا خوب کہا ہے

نعت ہے بندہ مومن کے یقیں کی تنویر
نعت قرآن و احادیث کی احسن تصویر
نعت توحید و رسالت کا ہے اک ربط حسیں
نعت ہے مرد مسلمان کا ایمان و یقیں

اور جناب ریاض حسین چوہدری کہتے ہیں

نعت کیا ہے؟ دست بستہ ان کی دربانی کا نام
نعت کیا ہے؟ روضہ اقدس پہ حیرانی کا نام
نعت ابواب محبت کا جلی عنوان ہے
ہم غلامان پیمبرؐ کی یہی پہچان ہے

دراصل عشق رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کا جذبہ ہی نعت کی روح ہے اور مقام نبویؐ کا سچا ادراک ہی نعت کا رجحان ہے۔ دونوں مقامات دراصل ایک ہی جلوے کا پرتو ہیں اور یہ صفات جب شعر کے آئینے میں منعکس ہوں گی تو وہ نعت شمار ہوگی جو اس کا مقصود ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف میں ذرا سی لغزش نعت کو حدود کفر میں داخل کر سکتی ہے۔ ذرا سی کوتاہی مدح کو قدح میں بدل سکتی ہے۔ ذرا سا غلو ضلالت کے زمرے میں آسکتا ہے اور ذرا سا عجز بیان اہانت کا باعث بن سکتا ہے۔ یوں نعت ایک مقدس آزمائش ہے۔ نعت کے متعلق ممتاز عالم دین اور عظیم مفکر مولانا احمد رضا خانؒ بریلوی نے خوب کہا ہے۔ "حقیقتاً نعت شریف لکھنا بہت مشکل کام ہے جس کو لوگ آسان سمجھتے ہیں۔ اس میں تلوار کی دھار پر چلنا پڑتا ہے۔ اگر شاعر بڑھتا

ہے تو الوہیت میں پہنچ جاتا ہے اور کمی کرتا ہے تو تنقیص ہوتی ہے۔ البتہ حمد آسان ہے کہ اس میں راستہ صاف ہے، جتنا چاہے آگے بڑھ سکتا ہے۔ غرض حمد میں اس جانب اصلا" کوئی حد نہیں اور نعت شریف میں دونوں جانب سخت حدبندی ہے"۔

یہ رائے ایک ایسی عظیم شخصیت کی ہے جو شریعت اسلامیہ کے بہت بڑے شارح تھے اور انہوں نے نعت گوئی میں بھی کمال حاصل کیا۔ آج بڑے بڑے نعت گو، ان کے فن کے معتقد ہیں بلکہ اگر یہ کہا جائے کہ برِاعظم پاکستان و ہند اور بنگلہ دیش میں وہ جدید نعت گوئی کے امام ہیں تو غلط نہ ہوگا۔ ان کا لکھا ہوا اسلام آج بھی ہر محفل، ہر تقریب اور ہر مسجد میں پڑھا جاتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ امام احمد رضا خان نے نعت گوئی میں نئی جہتوں کو روشناس کرایا اور نعت کے ذریعے سیرت نگاری کو رواج دیا۔

شیر افضل جعفری شعری زبان میں نعت کی تعریف یوں کرتے ہیں

نعت کیا ہے؟ نبی کی مدحت ہے
نعت کیا ہے؟ کلید جنت ہے
نعت کیا ہے؟ ستائش مولا
نعت کیا ہے؟ خدا کی سنت ہے

سید مسعود حسن شاب دہلوی، نعت کو جملہ مصائب کا علاج قرار دیتے ہیں

آپؐ کا نام ہی ہے جملہ مصائب کا علاج
درد کا کوئی نہ درماں ہو تو پھر نعت کہو
نعت ہر فکر و تردد کو مٹا دیتی ہے
ذہن بیزار و پریشاں ہو تو پھر نعت کہو

بدر ساگری فرماتے ہیں

حسن کون و مکاں آپؐ کی نعت ہے
ظلمت دہر میں روشنی آپؐ کی نعت ہے
کوئی سمجھے تو قرآن کی آیتیں
بدر سارا یہ قرآن ہی نعت ہے

سید شمس الحق بخاری کے بقول محبت و عشق کے بغیر نعت گوئی محال ہے

بے محبت نعت کہنا ہے محال
یہ رعایت تو نہیں الفاظ کی

نعت ہے تاثیر ادراک جمال
نعت ہے اشک عقیدت کی جھڑی

سید راحت حسین نقوی نے شعری زبان میں نعت کو مفہوم کے دلچسپ پیرایہ میں بیان کیا ہے، فرماتے ہیں

مریض عشق نبیؐ کی دوا ہے نعت رسولؐ
علاج درد پیام شفا ہے نعت رسولؐ
شعور حمد ثنائے نبیؐ سے ملتا ہے
چراغ منزل عشق خدا ہے نعت رسولؐ

اور راسخ عرفانی کہتے ہیں

نعت کردار رسالتؐ کی مہک
نعت خوشبوئے خصال مجتبیٰؐ
نعت ایقان و محبت کی دلیل
نعت احساسات مومن کی صدا

سید سجاد رضوی نعت کو تپش دل کے وفور کا اظہار کہتے ہیں

نعت کیا ہے؟ تپش دل کا وفور اظہار
نعت کیا ہے؟ دل بیتاب کو سامان قرار

محمد فیروز شاہ نعت کی تعریف بیان کرتے ہوئے اسے خالق و مخلوق کے درمیان ربط لازوال قرار دیتے ہیں

نعت کیا ہے؟ سنت پروردگار دوجہاں
خالق و مخلوق کے مابین ربط لازوال
نعت صادق چاہتوں کے باغ کا کھلتا گلاب
حضرت حسانؓ بن ثابت کا گلزار خیال

حقیقت یہ ہے کہ نعت کا موضوع ہماری زندگی کا نہایت عظیم اور وسیع موضوع ہے۔ جس طرح کائنات کا سب سے عظیم تصور خدا کا تصور ہے اور ہر عظیم ادب اور شاعری کا سوتا کسی نہ کسی طرح کسی عظیم تصور ہی سے پھوٹتا ہے، اسی طرح بقول احمد جامؔ "بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر" ☆

کے مصداق آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی اور آپؐ کی مدح و توصیف کا موضوع بھی عظیم ہے اور وسیع بھی۔ جس شاعری کا سوتا اس عظیم الدرجات ذات کے تصور اور اس کے محاسن اور مناقب سے پھوٹتا ہو' اس شاعری کی عظمت و بلندی سے کون انکار کر سکتا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پاک سے ہر مسلمان کا عشق و محبت کا ہی وہ جذبہ ہے جس سے جلا پا کر مسلمان نہ صرف مشرق و مغرب میں پھیل گئے بلکہ انہوں نے ایک عظیم الشان تہذیب اور تمدن کی بنیاد رکھی' مسلمان کے اس جذبہ عشق نے زندگی کے ہر شعبہ کو متاثر کیا اور بالخصوص فنون لطیفہ اور شعر و ادب پر گہرے اثرات مرتب کیے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ نعت کا فن جس کا اصل مقصود رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم سے اظہار محبت اور آپؐ کی روشن زندگی سے فیضان کا حصول تھا' وہ مسلمانوں کے شعر و ادب کا مرکزی عنوان اور محور بن گیا۔ چنانچہ عربی و فارسی اور اردو کے علاوہ دنیا کی دوسری زبانوں کا بھی شاید ہی کوئی مسلمان شاعر ہو جس نے نعت کی شکل میں حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنی عقیدت و محبت کا اظہار نہ کیا ہو۔

نعت کی اس قدر و قیمت اور اہمیت کے باوجود ہمارے شعراء نے اس صنف پر خاطر خواہ توجہ نہیں دی۔ شاید اس کی وجہ یہ تھی کہ یہ خالص دینی' اخلاقی اور موضوعاتی شاعری ہے حالانکہ موضوعاتی شاعری ہونا اس کی فنی قدر و قیمت کو کسی طرح بھی کم نہیں کرتا۔ دنیا بھر کے تمام عظیم ادب پر نظر ڈالیں تو پتہ چلے گا کہ ان میں سے بیشتر کا تعلق موضوعاتی شاعری سے ہے۔ مثال کے طور پر کالی داس کے ڈرامے فردوسی کا شاہنامہ' ملٹن کی فردوس گم گشتہ' ڈانٹے کی ڈیوائن کامیڈی اور اقبال کے جاوید نامہ کا تعلق غیر موضوعاتی شاعری سے نہیں۔

واقعہ یہ ہے کہ شاعری بالخصوص نعت کے لیے موضوعات کی کمی نہیں۔ کائنات کا ذرہ ذرہ نعت میں ڈھلنے کے لیے بے چین و بے تاب نظر آتا ہے۔ ضرورت ایسے اہل نظر اور صاحب ذوق و شوق کی ہے جو موضوع کو جذبہ بنا سکیں اور پھر وہ جذبہ شعری قالب میں ڈھل کر کسی فنی اسلوب و ہیئت میں منتقل ہو کر نعت یا شعری کارنامہ کی صورت اختیار کر لے۔

نعت کا سفر ....

تحریر و تحقیق ☆ سید آل احمد رضوی (تمغہ امتیاز)

نعت کے لغوی معنی کسی شخص میں قابل تعریف صفات اور ان کا بیان ہے' کسی شخص کو پیدائش اور طبعی لحاظ سے بہترین فضائل کا حامل اور بلند ترین' اعلیٰ ترین مرتبہ' اعلیٰ ترین مکارم اخلاق کا امین کہنا ہو تو اسے "ھو نعتتہ" (وہ خوبی میں بہترین ہے)' کہا جاتا ہے۔ عربی زبان میں تعریف و توصیف کے لئے اور بھی الفاظ استعمال ہوتے ہیں جن میں حمد' ثناء اور مدح بہت مانوس الفاظ ہیں۔

حمد و ثناء اور مدح کے استعمال میں عام طور پر پابندی نہیں کی جاتی مگر اہل علم نے عملی طور پر لفظ "حمد" کو پروردگار عالم کی تعریف و توصیف کیلئے اور لفظ "نعت" کو محبوب کبریا' سرکار دو عالم' حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اوصاف کیلئے وقف کر لیا ہے۔ چنانچہ ہر اس کلام کو جس میں ہادی عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صفت و ثناء بیان کی جائے "نعت" کہتے ہیں۔

نعت گوئی کی ابتداء کب سے ہوئی۔ اس کا تعین کرنا دشوار ہے۔ تاریخی لحاظ سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت کا سلسلہ ازلی ہے۔ بقول علامہ بشیر حسین ناظم۔

ازل سے نعت محمدؐ کے سلسلے ہیں رواں
کسی بشر نے نہیں ان کا اختراع کیا

اللہ تعالیٰ کا کلام اس کی ذات کی طرح قدیم ہے۔ اس لئے ظاہر ہے کہ نعت گوئی کی تاریخ ازل سے پیوستہ اور ابد سے وابستہ ہے۔ بقول شاعر مشرق علامہ اقبالؒ۔

نگاہ عشق و مستی میں وہی اول وہی آخر
وہی قرآں وہی فرقاں وہی یٰسیں وہی طٰہٰ

خود خالق کائنات نے اپنے پیارے حبیب سرکار ابد قرار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نعت کہی۔ قرآن حکیم جو انسانیت کے لئے خدائے لم یزل کا آخری پیغام اور ضابطہ حیات ہے۔ اس میں اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب' سرور کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے محامد و محاسن بیان کرتے ہوئے کہا۔

وما ارسلنک الا رحمۃ للعلمین (الانبیاء: ۱۰۷)

قل یا یھالناس انی رسول اللہ الیکم جمیعا۔ (الاعراف: ۱۵۸)

یا یھاالنبی انا ارسلنک شاھدا و مبشرا و نذیرا (الاحزاب: ۴۵)

وداعیا الی اللہ باذنہ وسراجا منیرا (الاحزاب: ۴۶)

وارسلنک للناس رسولا وکفی باللہ شھیدا (نساء:۷۹)

وما ارسلنک الا کافۃ للناس بشیرا و نذیرا ولکن اکثر الناس لایعلمون (السبا:۲۸)

ھوالذی ارسل رسولہ بالھدی و دین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ ولو کرہ المشرکون (التوبہ:۳۳)

قدجاء کم من اللہ نور و کتب مبین (المائدۃ:۱۵)

یا یھاالناس قدجاء کم برھان من ربکم وانزلنا الیکم نورا مبینا (النساء:۱۷۵)

قل یایھاالناس قد جاء کم الحق من ربکم (یونس:۱۰۸)

انا ارسلنک بالحق بشیرا و نذیرا (الفاطر:۲۴)

محمد رسول اللہ والذین معہ اشداء علی الکفار رحماء بینھم تراھم رکعا سجدا (الفتح: ۲۹)

وما محمد الا رسول قد خلقت من قبلہ الرسل (ال عمران:۱۴۴)

لقد جاء کم رسول من انفسکم عزیز علیہ ما عنتم حریص علیکم بالمومنین رئوف رحیم (التوبہ:۱۲۸)

یایھا الرسول بلغ ماانزل الیک من ربک (المائدۃ:۶۷)

لقد من اللہ علی المومنین اذ بعث فیھم رسولا من انفسھم یتلوا علیھم ایتہ ویزکیھم و یعلمھم الکتب والحکمۃ وان کانو من قبل لفی ضلل مبین (ال عمران:۱۳۶)

وما ینطق عن الھوی ان ھو الا وحی یوحی (النجم:۳-۴)

یایھا الذین امنوا اطیعو الرسول ولا تبطلوا اعمالکم (محمدؐ:۳۳)

یایھاالذین امنوا اطیعو اللہ واطیعو الرسول واولی الامر منکم (النساء:۵۹)

من یطع الرسول فقد اطاع اللہ (النساء:۸۰)

لتومنو باللہ ورسولہ و تعزروہ توقروہ وتسبحوہ بکرۃ واصیلا ان الذین یبایعونک انما یبایعون اللہ ید اللہ فوق ایدیھم (الفتح:۹-۱۰)

وما رمیت اذرمیت ولکن اللہ رمی (الانفال:۱۷)

قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ ویغفرلکم ذنوبکم (ال عمران:۳۱)

لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ (الاحزب:۲۱)

وما کان لمومن ولا مومنۃ اذا قضی اللہ ورسولہ امرا ان یکون لھم الخیرۃ من امرھم ومن یعص اللہ ورسولہ فقد ضل ضللا مبینا (الاحزاب:۳۶)

وما اتکم الرسول فخذوہ وما نھکم عنہ فانتھو واتقوا اللہ (الحشر:۷)

یایھاالذین امنو لا ترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی ولا تجھروا لہ بالقول کجھر بعضکم لبعض ان تحبط اعمالکم وانتم لاتشعرون (الحجرات:۲)

یایھاالذین امنو لا تقدمو بین یدی اللہ ورسولہ واتقوا اللہ ان اللہ سمیع علیم (الحجرات :۱)

لاتجعلو دعاء الرسول بینکم کدعاء بعضکم بعضا (النور:۶۳)

وما ارسلنا من رسول الا لیطاع باذن اللہ ولو انھم اذ ظلموا انفسھم جاء وک فاستغفر واللہ واستغفر لھم الرسول لوجدوااللہ توابا رحیما (النساء:۶۴)

سبحن الذی اسری بعبدہ لیلا من المسجد الحرام الی المسجد الاقصا الذی برکنا حولہ لنریہ من ایتنا انہ ھوالسمیع البصیر (بنی اسرائیل:۱)

الم نشرح لک صدرک ووضعنا عنک وزرک الذی انقض ظھرک (الم نشرح:۱تا۳)

الغرض قرآن کریم' فرقان حمید سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدح و نعت سے بھرا پڑا ہے۔ پروردگار عالم نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے محامد و محاسن کے سلسلے میں جہاں بہت کچھ کہا' وہاں آپؐ کی حیات مقدسہ کی مختلف کیفیات کو بھی بیان کرکے نعت کہی ہے۔ ارشاد ربانی ہوا۔

یایھاالمدثر (المدثر:۱)

یایھاالمزمل (المزمل:۱)

پروردگار عالم کو اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ حالتیں اتنی عزیز اور اتنی پیاری لگیں کہ اس نے اپنی آخری کتاب ہدایت میں آپؐ کو اسی طرح مخاطب کیا اور پھر "مدثر" اور "مزمل" آپؐ کے اسمائے مبارکہ اور القاب میں شامل ہوگئے۔ یہی نہیں اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جان کی قسم کھاکر ایک حقیقت کی قسم کھائی۔ یہ مرتبہ کسی اور نبی اور رسول کو عطا نہیں ہوا۔ اپنے محبوب صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے بارے میں ہی ارشاد فرمایا:

لعمرک انھم لفی سکرتھم یعمھون (الحجر:۷۲)

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حیات مبارکہ کی قسم ہی نہیں کھائی آپؐ کے آباء کی قسم کھائی۔ آپؐ کے شہر مقدس کی قسم کھائی۔ آپؐ کے زمانہ کی قسم کھائی۔ آپؐ کے رخ زیبا کی قسم کھائی۔ اللہ تعالیٰ نے حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نسبت و تعلق رکھنے والی چیزوں کی قسم کھاکر تمام امتوں کو یہ بتایا کہ ایک ہی ہستی ہے اس کائنات میں جو مجھے محبوب ہے۔ پیاری ہے۔ چنانچہ

ارشادات ربانی دیکھئے:

لا اقسم بهذا البلد وانت حل بهذا البلد ووالد وما ولد (البلد: ۱ تا ۳)

والعصر ان الانسان لفی خسر (العصر: ۱-۲)

والضحی والیل اذا سجی (الضحی: ۱-۲)

خدائے بزرگ و برتر نے تاجدار عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے تعلق رکھنے والی چیزوں کی قسم اٹھانے کے علاوہ آپؐ کے اخلاق عالیہ کا ذکر فرمایا۔ آپؐ کی عادت کریمہ کا تذکرہ کیا۔ آپؐ کے علم و فضل کا ذکر کیا۔ آپؐ کی نبوت و رسالت کی یہ شان بتائی کہ آپؐ ہی آخری نبی و رسول ہیں۔ آپؐ کا فیض روز محشر تک جاری و ساری رہے گا۔ ارشادات باری تعالیٰ ہیں:۔

وانک لعلی خلق عظیم (القلم: ۴)

بالمومنین رءوف رحیم (التوبہ: ۱۲۸)

وما ھو علی الغیب بضنین (التکویر: ۲۴)

ماکان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین
(الاحزاب: ۴۰)

حدیث قدسی کی رو سے تمام کائنات' سید کائنات آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وجود مقدس کے سبب تخلیق ہوئی۔ اگر آپؐ جلوہ افروز نہ ہوتے' دنیا میں تشریف نہ لاتے تو تخلیق کائنات نہ ہوتی۔

حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ انہوں نے سرکار ابد قرار حضور علیہ الصواۃ والسلام سے پوچھا کہ "اے اللہ کے حبیبؐ یہ بتایئے کہ اول کیا شے پیدا ہوئی تھی۔؟" تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا "اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے تیرے نبیؐ کے نور کو پیدا کیا۔ پھر اس سے نور پھیلایا اور اس سے لوح و قلم' عرش و کرسی' ملک و ملکوت' عالم و آدم پیدا کئے۔"

چنانچہ ایک بات واضح ہوئی کہ باعث تخلیق عالم حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات گرامی ہی ہے اور کائنات وجود میں آنے سے پہلے پیغمبر اول و آخر کی تخلیق ہو چکی تھی۔ سید کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اپنا ارشاد گرامی ہے:

اول ما خلق اللہ نوری (مدارج النبوۃ" جلد اول ص ۲)

"اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے میرے نور کو وجود بخشا"

سید دو عالم حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ بھی ارشاد فرمایا:

"کنا اول النبیین فی الخلق وآخرھم فی البعث (دلائل النبوۃ' خصائص کبری جلد

اول ص ۳)

"میں پیدائش میں نبیوں سے پہلا ہوں اور بعثت کے اعتبار سے آخر ہوں)

سید اولین و آخرین حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ بھی فرمایا:

"کنت نبیا و ادم بین الروح والجسد (ترمذی شریف' مشکوٰۃ شریف' مدارج النبوۃ)

"میں اس وقت بھی نبیؐ تھا جب آدم علیہ السلام اپنے خمیر میں تھے"

اس اعتبار سے محبوب کبریا حضور علیہ الصلوٰۃ پیغمبر اول بھی ہیں اور آخر بھی۔ آپؐ ہی تخلیق کائنات کا باعث بھی۔ امام اعظم ابو حنیفہؒ نے اس لطیف مضمون کو نہایت عقیدت سے اپنے نعتیہ قصیدے میں نظم کیا ہے۔

انت النبی لولاک ماخلق امرء
کلا ولا خلق الوری لولاک
واللہ یا یاسین مثلک لم یکن
فی العلمین وحق من انباک

"آپؐ اگر نہ ہوتے تو پھر کوئی شخص ہرگز پیدا نہ کیا جاتا اور اگر آپؐ مقصود نہ ہوتے تو یہ مخلوقات پیدا نہ ہوتی۔ اللہ کی قسم اے یٰسین لقب! آپؐ جیسا تو تمام مخلوق میں نہ کوئی ہوا ہے نہ ہوگا۔ قسم ہے اس کی (اللہ تعالیٰ) جس نے آپؐ کو سربلند کیا۔"

سیدنا آدم علیہ السلام' انسانوں کے جد امجد' اللہ تعالیٰ کے پہلے مامور خلیفہ جنہوں نے اس دنیا پر قدم رکھا۔ ان سے لغزش ہوئی۔ پھر نعت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے واسطے سے ان کی دعا قبول ہوئی اور مغفرت ملی۔ المستدرک حاکم جلد دوم ص ۶۱۵' زرقانی علی المواہب جلد اول ص ۶۲ میں سیدنا آدم علیہ السلام کی مغفرت کا واقعہ تفصیل سے درج ہے جس کی تلخیص نذر قارئین ہے:۔

"سیدنا آدم علیہ السلام سے لغزش ہوئی۔ انہوں نے محبوب کبریا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مقدس و متبرک نام کو عرش اعظم پر اللہ تعالیٰ کے نام کے ساتھ لکھا پایا تو محسوس کیا کہ یہ نام پروردگار عالم کے نزدیک کائنات کی سب سے محترم اور سب سے محبوب ہستی کا نام ہے۔ چنانچہ اس احساس نے ثناء کی صورت اختیار کر لی اور آدم علیہ السلام نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اسم گرامی کو دعا کا وسیلہ بنایا اور اس بابرکت دعا کے وسیلے سے ان کی دعا بارگاہ ایزدی میں قبول ہوئی۔

سیدنا آدم علیہ السلام نے محبوب کبریا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدح و ثناء کرکے اپنا مقصود حاصل کر لیا۔

امام ابو حنیفہ نعمان بن ثابتؒ نے اپنے قصیدہ میں اس کا ذکر یوں فرمایا:۔

انت   الذی   لما   توسل   ادم
من   زلة   بک   فاز   وهواباک

یعنی آپ (حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام) وہ ہیں کہ جب سیدنا آدم علیہ السلام نے آپؐ کا توسل اختیار کیا۔ اپنی لغزش پر تو کامیاب ہوئے حالانکہ وہ آپؐ کے جد بزرگوار ہیں۔

چنانچہ ایک حقیقت واضح ہوجاتی ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے قبل جتنے بھی انبیاء مبعوث ہوئے وہ کسی خاص زمانے، خاص قوم اور خاص علاقے کیلئے تھے۔ لیکن حضور سید عالمیان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر زمانے، ہر عہد اور ہر قوم کے لئے ابد تک پیغمبر و رسولؐ بن کر آئے۔ صرف اور صرف آپؐ ہی کیلئے پروردگار عالم نے اعلان فرمایا:۔

ورفعنالک ذکرک   (الم نشرح: ۴، ہم نے آپؐ کے ذکر کو رفعت عطا کی)

پروردگار عالم نے یہ حکم دے کر کہ "ایمان والو" میں اور میرے مقرب فرشتے، میرے محبوب پر دن رات درود و سلام بھیجتے ہیں تم بھی میرے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر مستقل درود و سلام بھیجا کرو" آپؐ کے ذکر کو، آپؐ کی نعت کو مستقل کہتے رہنے کا حکم دیا۔

خالق کون و مکاں نے نعت محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کا حق ادا کرتے ہوئے واضح طور پر حکم دے دیا۔

"ان اللہ وملئکتہ یصلون علی نبی یا یھاالذین امنو صلو علیہ وسلمو تسلیما   (الاحزاب: ۵۶)

"بے شک اللہ اور اس کے ملائکہ نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر درود بھیجتے ہیں۔ اے ایمان والو! (تم بھی) ان پر درود بھیجو اور خوب خوب سلام"

پروردگار عالم نے اس آیت مقدس میں مومنوں کو سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ اقدس میں ہدیہ درود و سلام پیش کرنے کا حکم دیا۔ لیکن پہلے اس کی اہمیت بھی بیان فرمائی کہ اہل ایمان کو جس کام کے کرنے کا حکم دیا جارہا ہے۔ وہ خالق کائنات اور اس کے مقرب فرشتے پہلے سے کررہے ہیں۔ اس وقت سے جب سے وہ نبی بنائے گئے اور یہ پہلے ذکر ہوچکا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تخلیق آدمؑ سے پہلے نبیؐ تھے۔ (یعنی جب آدم علیہ السلام روح و جسم کے درمیان تھے حضور سرکار ابد قرار علیہ الصلوٰۃ والسلام اس وقت بھی نبی تھے)

یہاں آنے کو سب ہی آئے، سب میں آئے، سب جگہ آئے، بڑی کٹھن گھڑیوں میں آئے۔ بہت سے ابتلاء و آزمائش سے بھی دوچار ہوئے لیکن جو بھی آیا جانے کے لئے آیا۔ اللہ تعالی نے سبھی سے

عہد لیا کہ دیکھ ایک ایسی ہستی کو میں مبعوث کروں گا جس کی نبوت و رسالت عالمگیر ہوگی۔ وہ تمام انسانوں کے لئے روز محشر تک رحمت بن کر آئیں گے۔ ان کی نبوت تا ابد قائم و دائم رہے گی۔ جب وہ تشریف لائیں تو تمہارا فرض ہوگا کہ ان کی اطاعت کرو۔ ارشاد ربانی ہوا۔

واذ اخذ اللہ میثاق النبین لما اتیتکم من کتب و حکمة ثم جاء کم رسول مصدق لما معکم لتوء منن بہ ولتنصرنہ قال فاشھدوا وانا معکم من الشھدین   (ال عمران: ۸۱)

"اور اس وقت کو یاد کیجئے کہ جب اللہ تعالی نے انبیاء (علیہم السلام) سے عہد لیا کہ جب میں تم کو کتاب اور دانائی عطا فرماؤں پھر جو کچھ تمہارے پاس ہو اس کی تصدیق کیلئے ایک (عظیم الشان) رسولؐ تشریف لائے تو تم ضرور ضرور ان پر ایمان لانا اور ہر طرح ان کی مدد کرنا۔ (ابھی کسی نے جواب نہ دیا تھا کہ) اللہ تعالی نے فرمایا کیا تم نے اقرار کیا اور اس پر میرا بھاری ذمہ لیا۔ تب سب نے کہا "ہم نے اقرار کیا (تو) اللہ تعالی نے فرمایا پھر تم ایک دوسرے کے گواہ ہوجاؤ اور میں بھی تمہارے ساتھ گواہوں میں ہوں"

قرآن پاک میں یوم میثاق کے اس عظیم عہد و پیمان کو پیغمبر اول و آخر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک عظیم نعت ہونے کا بھی شرف حاصل ہے۔ غور کیجئے مالک ارض و سما کے سامنے تمام انبیائے کرام نے اپنی اپنی امتوں سمیت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت کا اقرار کیا۔ ایک دوسرے کے گواہ بنے اور پھر سب کی تصدیق، سب کی گواہی پر مہر تصدیق پروردگار عالم خود ثبت کررہا ہے۔ اب تو ہر آنے والے پر فرض ہوگیا کہ جانے سے   ممدوح کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آنے کی بشارت دے۔ اس کے محامد و محاسن بیان کرے۔ چنانچہ ہمیں آج بھی باوجود تحریف کے آسمانی صحیفوں، زبور، توریت اور انجیل میں سرکار ابد قرار، سید البشر صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف و توصیف کے کلمات ملتے ہیں۔ یہی نہیں طلوع اسلام سے قبل دنیا کے تمام مذاہب کی کتابوں میں امتداد زمانہ کے ہاتھوں ردوبدل کے باوجود حبیب کبریا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عمدہ خصائل کے اشارات ملتے ہیں اور آپؐ کی آمد کی بشارات بھی بڑے واضح طور پر پائی جاتی ہیں۔

ہندوؤں کی مشہور کتاب وید چار حصوں میں رگ وید، سام وید، یجروید اور اتھروید پر مشتمل ہے جو اپنی نوعیت اور اہمیت کے لحاظ سے آج بھی مقدس اور محترم مانے جاتے ہیں۔ ان ویدوں میں بھی سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے محامد و محاسن بیان کئے گئے ہیں۔ سام وید کا ایک منتر ملاحظہ کیجئے:۔

"احمدؐ نے اپنے پرماتما سے سندر آدرش اور پرکا سیکھا میں سورج کی طرح روشن ہو رہا ہوں"

(رشی و تسرکنو)

اس اشلوک میں ایک تو رہبر انسانیت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نام مقدس "احمدؐ" کے متعلق

واضح طور پر لکھا گیا دوسرے آپؐ کی حکمت سے لبریز شریعت کا تذکرہ اور تیسرے آپؐ کو "رشی وترکتو" یعنی "سورج کی مانند روشن" بتایا گیا ہے جو دراصل "سراجا منیرا" کا متبادل لفظ ہے۔

ہندوؤں کی ایک اور مقدس کتاب "بھگوت گیتا" جو سری کرشن جی مہاراج کی تعلیمات پر مبنی ہے اس میں بھی حضور علیہ الصلوۃ والسلام کا تذکرہ ہے۔ اسی طرح ہندوؤں کی ایک مقدس کتاب "مہا بھارت" جو سری ارجن جی اور سری کرشن جی کے درمیان ہونے والے سوال و جواب پر مشتمل ہے، حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی تعریف و توصیف میں بہت کچھ کہا گیا ہے۔ ہندو مت میں تاریخی، ادبی اور مذہبی لحاظ سے "رامائن" کو بڑی اہمیت حاصل ہے۔ اس کے متعدد نسخے ہیں۔ بالمیک کی رامائن، رام چندر جی کی داستان، "رامائن" اور تلسی داس کی رامائن کو بڑی اہمیت حاصل ہے۔ ان سب میں حضور علیہ الصلوۃ والسلام کا ذکر مبارک بڑی تفصیل سے درج ہے۔ ہندو رہنماؤں، رشیوں اور اوتاروں نے ہمیشہ یہ اقرار کیا۔

بنا محمدؐ نیا پار نہ ہوئے

بدھ مت، ہندو مت کے نظام معاشرت کے رد عمل کے طور پر وجود میں آیا۔ یہ ایشیائے قدیم کا سب سے وسیع مذہب ہے۔ اس کے بانی گوتم بدھ ہیں جن کا اصل نام سدھارتا یعنی "نیکو کار" تھا لیکن اپنے لقب "گوتم بدھ" کے نام سے معروف ہوئے۔ بدھا کی ابتدائی تعلیمات زیادہ تر اخلاقیات تک محدود تھیں۔ گوتم بدھ نے بھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت مبارکہ سے قبل نہ صرف آپؐ کے آنے کی بشارت دی بلکہ آپؐ کے محامد و محاسن بھی بتا دیئے۔ کہا جاتا ہے کہ جب ان کا وقت رحلت تھا تو ان کے شاگرد خاص "نندا" نے بصد حسرت و یاس ان سے کہا:

"آپ کے جانے کے بعد دنیا کو کون تعلیم دے گا؟" گوتم بدھ نے جواب دیا۔

"نندا ..... ! میں پہلا بدھ نہیں ہوں جو زمین پر آیا نہ میں آخری بدھ ہوں۔ اپنے وقت پر دنیا میں ایک بدھ آئے گا۔

پوتر، سندر، ہدے والا، کرم کار، بے مثال جو زندگی کے حقائق میں ظاہر کرتا ہوں، وہ بھی ظاہر کرے گا اور میری طرح ایک مکمل نظریہ حیات کا پرچار کرے گا۔"

نندا نے پوچھا "ہم اس کو کس طرح پہچانیں گے؟"

گوتم بدھ نے جواب دیا ———— "وہ "میتریا" کے نام سے موسوم ہو گا۔"

"میتریا" سنسکرت زبان کا لفظ ہے جس کے لغوی معنی ہیں دوستی، خیر خواہی، رحم والا، محبت والا، ہمدردی والا، شفقت والا اور رحمت والا۔ یہ تمام صفات ہادی اعظم حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں بدرجہ اتم پائی جاتی ہے۔

پارسی مذہب کے بانی جناب زرتشت نے تقریباً" پچیس کتب لکھیں جو ایک لاکھ آیات پر مشتمل تھیں اور یہ گائے کے بارہ ہزار چمڑوں پر تحریر تھیں۔ سکندر اعظم نے انہیں تباہ کر دیا۔ بعد میں جب اس کا دور ختم ہوا تو جناب زرتشت کے عقیدت مندوں نے مختلف ذرائع سے اس کے بچے ہوئے حصوں کو جمع کیا اور "اوستا" مرتب ہوئی۔ مختلف ادوار میں اس میں کمی بیشی ہوتی رہی۔ اس کے باوجود آج بھی یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعریف و توصیف سے مزین نظر آتی ہے۔ "ژند اوستا" کی نعت ملاحظہ کیجئے:۔۔

"عنقریب عرب میں ایک عظیم نبیؐ مبعوث ہو گا۔ اس کا نام "سو ایشن نیت" (لوگوں کو فائدہ پہچانے والا) ہو گا۔ اس کی سب سے بڑی صفت یہ ہو گی کہ وہ "استوت اریتا" ہو گا۔ اسے تمام بنی نوع انسان کی راہنمائی اور بہتری کیلئے بھیجا جائے گا۔"

حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے قبل جتنے بھی اولوالعزم اور برگزیدہ نبی آئے، سبھی نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نعت کہی۔ یہ ان کا فرض تھا اس لئے کہ انہوں نے خالق کائنات کے ساتھ عہد کیا تھا کہ وہ آپؐ کی پیروی کریں گے اور اپنی اپنی امت کو آپؐ کی آمد سے مطلع بھی کریں گے۔ جبھی تو قرآن پاک سے پہلے جتنے بھی آسمانی صحیفے نازل ہوئے سبھی میں کسی نہ کسی حوالے سے نعت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ملتی ہے۔ خدائے بزرگ و برتر کا آخری صحیفہ قرآن پاک تو سرکار ابد قرار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی توصیف کا آئینہ ہے دیگر آسمانی صحائف زبور، تورات اور انجیل میں موجود نعت ملاحظہ کیجئے:۔

زبور کی نعت

"اما فی الزبور عبد شریف الهمة حبیب الفقراء لطیفة العطیة طبیب الاغنیاء جمیل المشرة تقی الاتقیاء سهلا عند المعاهدة علا عند القاسمة سباق عند المعاملة شجاعة عند المقاتلة یعظم الکبیر یعظم فقاره یقرب الصغیر لشدة افتقاره ویشکر الیسیر لقلته اعتذاره ویرحم الاسیر برلو یته اضطراره یسام عن غیر امی غیر کاتب ولا قاری ومتواضع عن غیر عجز متواصل الاحزان دائم الفکر من غیر حزن۔"

تورات کی نعت

"اما فی التوراة عبد قاطع الشهوات وغافر المشیرات وکاتم المصیبات صوام النهار خاشعا" منیبا" قوام اللیل خاضعا" قریبا" زاهدا" فی السربین اهله غریبا"۔"

انجیل کی نعت

"اما فی الانجیل عبد باسط الکفین بطی الغضب بذول السلام رزین العقل سخی النفس سریع الحلم شریف الضمیر صبیح الوجہ طیب الکلام طویل الصمت طلق الوجہ صبیب الانام عظیم الخطر قلیل الضحک قلیل التغم قلیل الملام کثیر الفکر کثیر التبسم لطیف الطبع ملیح القول واسع الخلق صبورا النظر۔"

کتب تاریخ و سیر کے مطالعے سے پتا چلتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ہر نبی نے حضور سرور کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے محامد و محاسن بیان کئے۔ جناب شعیب علیہ السلام نے اپنی قوم کو یہ خوشخبری دی کہ:۔

"اے قوم! میں نے ایک صورت انور دیکھی ہے جو اپنی لمعان پاشی میں بدر کامل سے مشابہ ہے۔"
(شواہد النبوت' ص ۳۱)

حضرت حبقوق علیہ السلام کا صحیفہ بائبل کے عہد عتیق میں شامل ہے۔ انہوں نے حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی مدح یوں بیان کی۔

"اللہ تعالیٰ نے برکت و پاکی کے ساتھ فاران کے پہاڑوں پر جلوہ فرمایا اور زمین کو احمدؐ کی مدحت و ثناء اور اس کی تصدیق سے بھر دیا جو کہ زمین اور امتوں کی گردنوں کا مالک ہے۔ بلاشبہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خوبیوں سے آسمان مجلی ہوا اور زمین ان کی مدحت سے لبریز ہو گئی۔"
(مدارج النبوۃ جلد اول ۔ ص ۱۹۹ ـ ۱۹۸)

پروردگار عالم نے حضرت داؤد علیہ السلام کو نبوت کے ساتھ ساتھ بادشاہت بھی دی اور ساتھ ہی آپؑ کو بڑی شیریں زبان بھی عطا فرمائی۔ جب آپؑ زبور مقدس کی تلاوت فرماتے تو انسان تو کیا' چرند و پرند تک وجد میں آجاتے۔ انہیں پروردگار عالم نے یہ قوت بھی عطا فرمائی کہ لوہا ان کے ہاتھ میں نرم ہو جاتا۔ زبور باب ۸۴ میں ہے۔

"مبارک ہیں وہ لوگ جو تیرے گھر میں بستے ہیں۔۔وہ سدا تیری تسبیح کرتے ہیں۔
مبارک ہیں وہ لوگ جن کی عزت و قوت تیری وجہ سے ہے۔ تیرے گھر کی راہیں ان کے قلوب میں ہیں۔
وہ بکہ (مکہ) کی وادی میں گزرتے ہیں اس میں ایک کنواں بناتے ہیں۔"

(پیغمبر اعظم جلد اول ص ۶۴)

حضرت داؤد علیہ السلام نے خدائے بزرگ و برتر کے حضور یہ دعا بھی کی:۔

"اللھم البعث مقیم السنۃ بعد الفترت"
"اے اللہ! فترت کے بعد کسی سنت قائم کرنے والے کو مبعوث فرما"
فترت اس زمانہ کو کہا جاتا ہے جس میں کسی شریعت کا نفاذ نہ ہو۔ سیدنا داؤدؑ کے بعد کوئی نبی' جس نے بعد از فترت' شریعت و سنت توریت کو قائم کیا ہو بجز رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نہیں ہوا۔ کیونکہ سیدنا عیسی علیہ السلام سنت توریت کے موافق تھے اور اسے مکمل کرنے والے تھے نہ کہ بعد از فترت اس کے قائم کرنے والے۔

(شواہد النبوت۔ ص ۳۲)

حضرت سلیمان علیہ السلام' اللہ تعالیٰ کے بڑے جلیل القدر پیغمبر ہیں۔ انہیں پروردگار عالم نے پر شکوہ حکومت و بادشاہت بھی عطا فرمائی۔ ان کی حکمرانی و بادشاہت صرف انسانوں پر ہی نہ تھی بلکہ جنات' حیوانات' ہواؤں اور پانیوں پر بھی تھی۔ آپؑ جانوروں کی بولیاں سمجھ لیتے تھے۔ آپؑ کا تخت ہوا پر اڑا کرتا تھا۔

سیدنا سلیمان علیہ السلام نے بھی امام الانبیاء حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ اقدس میں عقیدت کے پھول نچھاور کئے۔ آپؑ نے حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی تعریف و توصیف میں جو نعت کہی وہ عبرانی زبان میں ہے۔ اصل عبرانی بخط عربی یہ ہے:۔

"دوحی صخ وادوم و غول مریانہ روشو کشم پاز قصوتالو تسلتلسیم شحوت کموریب عنالو کیونیم عل افیقی مایم رحصوت بجالاب یوثبوث عل ملسیت: لحایاتو کمروغث ہبموم معد لوث مرقاخیم سفتو تالو شوشنیم نطافوث مورعو بیریاد اوگیلی زاھاب معلائیم لبز سیش معالو عشت شین معلفن سپیریم شوقالو عموحی شیش میسادیم علی ادنی پاز مریتھو کلبانون باحور کارازیم: حکو ممنقیم و خنو محمدیم ز ہ دوحی فزہ رعی بوت یروشلایم۔"

(غزل الغزلات (تشبیہات سلیمانؑ) باب ۵ ۔ آیت ۱۰ ـ ۱۶)

حضرت سیدنا سلیمان علیہ السلام کی اس نعت کا ترجمہ دنیا کی ہر بڑی زبان میں ہو چکا ہے۔ سیدنا سلیمانؑ نے ختم المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آمد کی بشارت بھی دی اور آپؐ کے حلیہ مبارک کی تعریف و توصیف بھی فرمائی۔ تعریف پیغمبرؐ ہے' پیغمبرؑ کی زباں سے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کی نعت کا اردو ترجمہ کچھ یوں ہے:۔

میرا دوست نورانی گندم گوں
ہزاروں میں سردار ہے

اس کا سر ہیرے کا سا چمکدار ہے
اس کی زلفیں، حبشی کوے کی کالی
اس کی آنکھیں ایسی
جیسے پانی کے کنڈل پر کبوتر
دودھ میں دھلی ہوئیں، نگینے کی مانند جڑی ہوئیں
اس کے رخسارے ایسے
جیسے خس کی ٹٹی پر بیل اور لوح پر رگڑی ہوئی خوشبو
اس کے ہونٹ
پھول کی پنکھڑی جن سے خوشبو مترشح ہے
اس کے ہاتھ
سونے سے ڈھلے ہوئے اور جواہر سے جڑے ہوئے
اس کا پیٹ
جیسے ہاتھی دانت کی تختی، جواہر سے لپٹی ہوئی
اس کی پنڈلیاں
جیسے سنگ مرمر کے ستون سونے کی بیٹھکی پر جڑے ہوئے
اس کا چہرہ
مانند مہتاب کے
جوانی
مانند صنوبر کے
اس کا گلا
نہایت شیریں

اور وہ بالکل "محمدیم" (یعنی تعریف کیا گیا) ہے یہ ہیں میرے پیارے اور میرے محبوبؐ۔ اے بیٹیو، یروشلم کی!

اس الہامی کلام میں لفظ "محمد" (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جگہ لفظ "محمدیم" (صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم) آیا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ عبرانی زبان میں ادب و احترام کے سبب واحد کو جمع بنا دیا جاتا ہے۔ اس کی ایک مثال یہ ہے کہ عبرانی میں اللہ تعالیٰ کا نام "الوہ" ہے لیکن اس کی جمع "الوہیم" بولی جاتی ہے۔ علاوہ ازیں یہاں بھی اردو زبان میں ادب و احترام کے سبب "آیا" کی جگہ "آئے" اور "لایا"

کی جگہ "لائے" کے لفظ استعمال ہوتے ہیں۔

بہرحال سیدنا سلیمان علیہ السلام کی نعت میں بین السطور صرف ایک شخصیت ہے اور وہ ہیں سید المرسلین، رحمت للعالمین حضرت محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کیونکہ اس نعت میں بعض الفاظ صراحت کے ساتھ آپؐ ہی کی جانب اشارہ کرتے ہیں۔

سیرت نگاروں نے لکھا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شخصیت بڑی بھرپور اور جاذب نظر تھی۔ روئے مبارک چودھویں کے چاند سے زیادہ منور و تاباں تھا۔ بال سیاہ چمکدار، پیشانی کشادہ، ابرو خم دار، باریک اور گنجان، آنکھوں کی پتلیاں سیاہ، رخسار مبارک ہموار اور ابھرے ہوئے، دہن مبارک اعتدال کے ساتھ فراخ اور دندان مبارک باریک اور چمکدار، گردن انتہائی خوبصورت، سینہ اقدس ہموار، فراخ اور چوڑا، کلائیاں دراز، ہتھیلیاں فراخ، ہاتھ پاؤں کی انگلیاں مناسبت کے ساتھ لمبی تھیں۔ غرضیکہ بقول شاعر۔

واجمل منک لمہ تر قطْ عینی
واحسن منک لم تلد النساء
خلقت مبرءً ا من کل عیب
کانک قد خلقت کما تشاء

"آپؐ سے زیادہ حسین شخصیت پر میری نگاہ کبھی نہ پڑی۔ آپؐ سے زیادہ حسین وجود کو کسی عورت نے جنم نہیں دیا۔ حسین نگاہ، بلند ترین مرتبہ، گویا آپؐ جیسا چاہتے تھے ویسے ہی پیدا کئے گئے۔"

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مدح و ثناء میں کہی گئی ہر بات اور لکھے گئے ہر بیان کو خواہ وہ نثر میں ہو یا نظم میں "نعت" ہی کہا جائے تو سب سے پہلے عربی زبان میں خود خالق کائنات ہی نے آپؐ کی نعت کہی اور اگر نظم میں ہادی برحق صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی تعریف و توصیف کو نعت قرار دیا جائے تو عربی زبان میں سب سے پہلے تبع اول اسعد ابو کرب الحمیری کی نعت کا نمبر آتا ہے جو سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس دنیا میں جلوہ گری سے ایک ہزار برس پہلے کہی گئی۔

مورخین کے مطابق جب تبع، ممالک شرقیہ کی تسخیر کو نکلا اور جب یثرب (مدینہ منورہ) پہنچا تو وہاں اپنے ایک بیٹے کو خلیفہ بنا کر خود شام و عراق کی جانب روانہ ہو گیا۔ اہل یثرب نے اس کے بیٹے کو مار ڈالا۔ تبع کو جب بیٹے کی موت کی اطلاع ملی تو وہ انتقام کی غرض سے یثرب واپس آیا اور اس شہر کو برباد کرنے کی قسم اٹھائی۔ علمائے یہود کو جب اس کے ارادے کا پتہ چلا تو انہوں نے تبع اول سے ملاقات کی اور اسے بتایا کہ تو ایسا نہیں کر سکے گا کیونکہ ہم نے اس کا نام تورات میں پڑھا ہے۔ یہ اللہ کے

آخری نبیؐ کا "دار الہجرت" ہے۔ تم اپنے ارادہ سے باز آجاؤ اور اس شہر کو ویران کرنے کا خیال دل سے نکال دو۔ تبع علماء کی باتوں سے اس قدر متاثر ہوا کہ اس نے وہاں ایک مکان تعمیر کیا اور یہ خواہش ظاہر کی کہ جب نبی آخر الزماں تشریف لائیں تو اس مکان میں قیام فرمائیں۔ اس نے علمائے یہود کی خواہش پر ان کیلئے بھی رہائش کا اہتمام کیا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی خدمت اقدس میں پیش کرنے کیلئے ایک خط لکھ کر اسے سربمہر کرکے بڑے عالم کے سپرد کیا۔ اس نے یہ خط دیتے ہوئے وصیت کی کہ اگر وہ نبی آخرالزماںؐ کا زمانہ پائے تو یہ خود ان کی خدمت میں پیش کرے ورنہ اپنی اولاد کو اور وہ اپنی اولاد کو اسی ہدایت کے ساتھ منتقل کرتی رہے۔ چنانچہ ایک ہزار سال بعد اس عالم کی نسل میں حضرت ابو ایوب انصاریؓ پیدا ہوئے اور جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مکرمہ سے ہجرت کرکے مدینہ منورہ تشریف لائے تو انہوں نے تبع کے تعمیر کردہ مکان میں، جہاں ابو ایوب انصاریؓ رہائش پذیر تھے، قیام فرمایا۔ حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی خدمت میں تبع اول کا خط پیش کیا گیا جس میں اس نے آپؐ پر ایمان لانے کا اقرار کرتے ہوئے لکھا:۔

شهدت على احمد انه — رسول من الله بارى النسم
فلو مد عمرى الى عمره — لكنت وزيرا له وابن عم

"میں گواہی دیتا ہوں اس بات پر کہ احمدؐ اللہ کے رسول ہیں وہ اللہ جو روحوں کو پیدا کرنے والا ہے۔ اگر میری عمر ان کے زمانہ تک باقی رہی تو میں ان کا وزیر بنوں گا اور ان کے چچا کے بیٹے کی طرح معاون ہوں گا۔"

حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے اجداد کرام میں سب سے پہلے حضرت کعب بن لوی نے نعت کہی۔ جناب کعب بڑے مرتبے کے مالک انسان تھے۔ بڑی قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے۔ اہل عرب نے اپنی تاریخ کا آغاز ان کے یوم وفات سے کیا اور "عام الفیل" تک یہی سن تاریخ عربوں میں رائج رہی۔

حضرت کعبؓ ہر جمعہ کو اپنے قبیلہ قریش کو جمع کرتے اور انہیں خطاب فرماتے۔ وہ حج کے ایام میں بھی لوگوں کو خطبہ دیا کرتے تھے۔ ان خطبات میں وہ لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت کا حکم دیتے۔ گذشتہ قوموں کے حالات بتاتے۔ نیک عمل کی تلقین کرتے خصوصاً صلہ رحمی، وعدہ کی پابندی، صدقہ و خیرات کرنے کا کہتے۔ لوگوں کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی آمد کی بشارت دیتے اور یہ بتاتے کہ حضور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ان کی اولاد سے ہوں گے۔ وہ لوگوں کو تاکید فرماتے کہ اگر انہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا زمانہ نصیب ہو تو ان پر فوراً ایمان لائیں۔

حضرت کعبؓ ایام حج میں جو خطبہ دیا کرتے اس میں خصوصیت کے ساتھ حضور رحمت دو عالم صلی

اللہ علیہ و آلہ وسلم کی بعثت مبارکہ کا ذکر کرتے اور اس شوق کا اظہار فرماتے کہ کاش انہیں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زیارت نصیب ہو اور وہ آپؐ کی دعوت کو عام کرنے کیلئے اپنی ساری توانائیاں وقف کردیں۔ ان کے خطبات، ان کے ایمان صادق کی تصدیق کرتے ہیں۔

امام محمد بن یوسف الصالحی نے اپنی شہرہ آفاق کتاب سبل الھدی والرشاد میں ان کے ایک خطبہ کا متن نقل کیا ہے۔ اس خطبہ میں جناب کعبؓ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اسم گرامی تک بیان کردیا۔ خطبہ کا متن یہ ہے:۔

فاسمعوا وعوا
وافهموا وتعلموا
ليل ساج ونهار ضاح
والارض مهاد والسماء بناء
والجبال اوتاد والنجوم اعلام
فلم تخلق عبثاً
فتضربو عنها صفحاً
الاخرون كالاولين
والذكر كالانثى
والزوج والفرد الى بلى
واوفوا بعهودكم فصلوا ارحامكم
واحفظوا اصهاركم
وثمروا اموالكم
فانها قوام مروتكم
فهل رايتم من كالك رجع
او ميت نشر
الدار امامكم
حرمكم زينوه وعظموه
وتمسكوا به
فسياتي له نبا عظيم
وسيخرج منه نبي كريم

بنلک جاء موسی وعیسی صلی اللہ علیہما وسلم

ثم یقول

نھار ولیل کل اٰئب بحادث

سواء علینا لیلھا ونھارھا

علی غفلۃ یاتی النبی محمد

یخبور اخبارا صدوقا خبیرھا

واللہ لو کنت ذاسمع وبصر ویدورجل

لتنصبت فیھا تنصب الجمل ولارقلت فیھا ارقال الفحل

(لوگو!) سنو اور یاد رکھو۔ سمجھو اور سیکھو۔ رات کی سیاہی چھا جاتی ہے اور دن کی روشنی پھیل جاتی ہے۔ زمین بچھونا ہے اور آسمان چھت ہے۔ پہاڑ میخ ہیں اور ستارے نشان ہیں۔ یہ ساری چیزیں بغیر مقصد پیدا نہیں کی گئیں تاکہ تم ان تکوینی آیات سے منہ پھیرلو۔ بعد میں آنے والوں کا حال بھی وہی ہوگا جو پہلوں کا ہوا۔ مرد بھی عورت کی طرح ہے۔ انسان جوڑا جوڑا اور تنہا فنا کی طرف بڑھ رہا ہے۔ پس صلہ رحمی کرو اور اپنے وعدوں کو پورا کرو۔ اپنے سسرال کی حفاظت کرو اور اپنے مال و اسباب میں اضافہ کرتے رہو کیونکہ ان اموال پر ہی تمہاری مروت و احسان کا دارومدار ہے۔ کیا کسی ہلاک ہونے والے کو تم نے دیکھا ہے کہ وہ لوٹ آیا ہو یا کسی مردہ کو دیکھا ہے کہ وہ قبر سے اٹھ کھڑا ہو۔ دار آخرت تمہارے سامنے ہے۔ اپنے حرم کو آراستہ کرو اور اس کی تعظیم بجالاؤ اور اس کو مضبوطی سے پکڑے رہو۔ اس سے ایک بہت شاندار اور اہم خبر آئے گی اور اس سے ایک نبی کریمؐ ظاہر ہوں گے' یہی خوشخبری موسیٰؑ اور عیسیٰؑ نے اپنی امتوں کو دی۔

جناب کعبؓ حق کی تلقین کرنے کے بعد فرماتے (لوگو!) ہر روز دن میں اور رات میں واقعات رونما ہوتے ہیں۔ ہم پر ان کی رات اور دن یکساں ہیں اور اچانک ایک نبی جن کا اسم مبارک "محمدؐ" (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہے تشریف لائیں گے اور ہمیں ایسی خبروں سے آگاہ فرمائیں گے جن کا خبر دینے والا سچا ہوگا۔ کاش خدا کرے کہ اس وقت میرے کان اور آنکھیں' میرے پاؤں اور ہاتھ صحیح ہوں تو میں اس دعوت کو پھیلانے کیلئے سربلند کرکے کھڑا ہوتا جیسے اونٹ کھڑا ہوتا ہے اور اس طرح فخر و ناز سے چلتا جس طرح نر سانڈ چلا کرتا ہے۔ امام عبدالرحمن ابن جوزیؒ نے بھی اپنی شہرہ آفاق کتاب "الوفا باحوال المصطفیؐ" میں یہ خطبہ نقل کیا ہے۔

حضرت کعب بن لوی نے یہ نعت حضور فخر موجودات علیہ التحیۃ والثناء کی بعثت مبارکہ سے تقریباً" چھ سو برس پہلے کی۔ جب آقائے دوجہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس دنیائے آب و گل میں

تشریف لائے تو آپؐ کے دادا حضرت عبدالمطلب آپؐ کو اٹھا کر خانہ کعبہ لے گئے اور وہاں آپؐ کی مدح میں یہ اشعار کہے۔:

الحمدللہ الذی اعطانی

ھذاالغلام الطیب الاردان

قد ساد فی المھد علی الغلمان

اعیذہ بالبیت ذی الارکان

حتی اراہ بالغ البنیان

اعیذہ من شر ذی شنان

من حاسد مضطرب العیان

سب تعریفیں پروردگار عالم کیلئے جس نے مجھے پاک آستینوں والا یہ بچہ عطا فرمایا۔ یہ اپنے پنگوڑے میں سارے بچوں کا سردار ہے۔ میں اسے بیت اللہ شریف کی پناہ میں دیتا ہوں۔ یہاں تک کہ میں اس کو طاقتور اور توانا دیکھوں۔ میں اس کو ہر دشمن اور حاسد' آنکھوں کے گھمانے والے کے شر سے اللہ تعالیٰ کی پناہ میں دیتا ہوں۔

حضرت سیدنا عباسؓ سے روایت ہے کہ حضرت عبدالمطلب نے یہ بھی فرمایا:۔

لیکونن لابنی شان

میرے اس بچے کی بڑی شان ہوگی

خواتین میں سب سے پہلی نعت گو' حضرت سیدہ آمنہ سلام اللہ علیہا ہیں۔ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حضرت حلیمہ سعدیہؓ کے سپرد کرتے ہوئے یہ اشعار کہے تھے:۔

اعیذہ باللہ ذی الجلال   من شر مامر علی الجبال

حتی اراہ حامل الحلال   ویفعل العرف الی الموالی

وغیرھم من حشوۃ الرجال

میں اپنے بچے کو رب ذوالجلال کی پناہ میں دیتی ہوں۔ اس شر سے جو پہاڑوں پر چلتا ہے۔ یہاں تک کہ میں اسے شتر پر سوار دیکھوں اور دیکھ لوں کہ وہ غلاموں کے ساتھ اور درماندہ لوگوں کے ساتھ سلوک اور احسان کرنے والا ہے۔

جب مدینہ منورہ سے واپسی پر مقام "ابواء" پر حضرت سیدہ آمنہ سلام اللہ علیہا کی طبیعت ناساز ہوئی تو انہوں نے اپنے فرزند کو دیکھ کر یہ اشعار پڑھے:۔

ان صح ما ابصرت فی المنام

فانت مبعوث الی الانام — تبعث فی الحل وفی الحرام

تبعث فی التحقیق والا سلام — دین ابیک البر ابراھام

یعنی میں نے خواب میں دیکھا ہے اگر وہ صحیح ہے تو آپؐ تمام لوگوں کی طرف نبی بنا کر بھیجے جائیں گے۔ حل اور حرام سب جگہ آپ نبیؐ ہوں گے۔ آپؐ کو اپنے باپ ابراہیمؑ کے دین اسلام پر مبعوث کیا جائے گا۔

علامہ زرقانیؒ نے "شرح مواہب اللدنیہ" میں لکھا ہے کہ ان اشعار کے بعد سیدہ آمنہ سلام اللہ علیہا نے فرمایا: "کل حی میت و کل جدید بال۔ وکل کبیر یفنی وانا میتہ و ذکری باق وولدت طھرا۔

ہر جاندار نے موت کا ذائقہ چکھنا ہے۔ ہر نئی چیز پرانی ہوجائے گی اور ہر بڑی سے بڑی چیز فنا ہوجائے گی۔ میں تو موت کے منہ میں جا رہی ہوں لیکن میرا ذکر ہمیشہ باقی رہے گا۔ میں نے ایک پاکباز بچے کو جنم دیا ہے۔

سیدہ آمنہ سلام اللہ علیہا نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بچپن میں ہی آپؐ کے فضائل و کمالات بتا دیئے اور یہ بھی بتا دیا کہ اس بچے کے سبب ان کا نام تا بہ ابد زندہ و پائندہ رہے گا۔
کتب تاریخ و سیر میں حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رضاعی بہن سیدہ شیما سعدیہ رضی اللہ عنہا کے نعتیہ اشعار بھی ملتے ہیں۔ ان اشعار میں کتنی محبت و عقیدت ہے۔ ملاحظہ کیجئے:۔

یا ربنا ابق لنا محمدا" — حتی اراہ یافعا او امردا

ثم اراہ سیدا مسودا — واکبت اعادیہ معا والحسدا

واعطہ عزا" یدوم ابدا

اے اللہ! تو ہمارے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو باقی رکھ یہاں تک کہ میں ان کو اور پھر انہیں سردار عالی مقام دیکھوں تو اس کے دشمنوں اور حاسدوں کو یک لخت مغلوب کرنا اور انہیں ایسی عزت اور غلبہ عطا کرنا جسے دوام حاصل ہو۔
اللہ اکبر ——— حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے عہد طفولیت میں رضاعی بہن محبت و الفت کا اظہار کرتے ہوئے کتنے خوبصورت دعائیہ کلمات ادا کر رہی ہیں۔ پروردگار عالم نے اپنے محبوب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو وہ رفعتیں، وہ بلندیاں، وہ عظمتیں عطا فرمائیں کہ نہ فلک پر اس کی مثال پیش کی جا سکتی ہے اور نہ زمین پر۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منتہائے کمال ہیں اور

منتہائے کمال بھی۔ یہ خوشخبری صرف اور صرف آپؐ کو سنائی گئی۔

○ عسی ان یبعثک ربک مقاما محمودا (بنی اسرائیل: ۷۹)

"قریب ہے کہ آپؐ کو آپؐ کا رب ایسے مقام پر کھڑا کرے جہاں سب لوگ آپؐ کی تعریف کریں۔"

پروردگار عالم نے یہ بھی اعلان کیا کہ "ہم نے آپؐ پر اپنی نعمت تمام کردی۔"

○ واتممت علیکم نعمتی (المائدۃ: ۳)

"اور آپؐ پر اپنی نعمت پوری کردی"
حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دشمنوں کے بارے میں خالق کائنات نے اعلان کردیا:

○ ان شانئک ھو الابتر

بے شک جو آپؐ کا دشمن ہے وہی ہر خیر سے محروم ہے اور اس کا ذکر باقی نہ رہے گا لیکن آپؐ کا ذکر ہمیشہ رہے گا۔ عم رسول حضرت ابو طالب پہلے نعت گو ہیں جنہوں نے نعت کے بہت سے قصیدے کہے۔ ان کے قصیدہ سے پہلے جو کلام ملتا ہے اس میں براہ راست حضور سرکار ابد قرار صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح نہیں ملتی۔ اس لئے محققین نے حضرت خواجہ ابو طالب کے قصیدے کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں کہی گئی پہلی نعت قرار دیا ہے۔ اس قصیدہ کے ابتدائی تین شعر یہ ہیں:

اذا اجمعت یوما قریش لمفخر
فعبد مناف سرھا و صمیمھا
وان حصلت اشراف عبد منافھا
ففی ھاشم اشرافھا وقدیمھا
و ان فخرت یوما فان محمدا
ھو المصطفیٰ من سرھا وکریمھا

یعنی قبیلہ قریش کے افراد کبھی یہ طے کرنے کیلئے جمع ہوں کہ ان کا سرمایہ افتخار کیا ہے؟ تو ان کو معلوم ہوگا' ان کے اندر جو عبد مناف کی شاخ ہے' وہی اس پورے قبیلہ کی روح رواں اور اصل ہے اور عبد مناف کے سردار اکٹھا ہو کر جستجو کریں کہ ان کی عظمت کا راز کیا ہے تو وہ بنو ہاشم میں اپنی سربلندی اور اصلیت کا سراغ پائیں گے اور بنی ہاشم کسی بات پر فخر کرنا چاہیں تو ان کو معلوم ہوگا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ان سب میں منتخب ترین' پسندیدہ ترین' باعث عظمت و سربلندی ہیں۔

مسلم اور ترمذی میں حضور انور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے ارشاد گرامی سے جناب ابو طالب کے نعتیہ کلام کی یوں تصدیق ہو رہی ہے۔

"اللہ تعالیٰ نے اولاد ابراہیمؑ سے اسماعیلؑ کو چنا۔ اولاد اسماعیلؑ سے کنانہ کو چنا اور بنی کنانہ سے قریش کو چنا اور قریش سے بنی ہاشم کو چنا اور بنی ہاشم سے مجھے چنا"

اس سے ایک اور بات بھی واضح ہو جاتی ہے کہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے آباؤ اجداد نجابت و شرافت کے تمام جواہر سے آراستہ اور اخلاق حسنہ کے جملہ فضائل سے پیراستہ تھے اور تمام کے تمام موحد تھے۔

جب سرکار کل جہاں' سید کون و مکاں جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم پر کفار کے مظالم بڑھنے لگے تو حضرت ابو طالب نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حمایت میں "۹۵" اشعار پر مشتمل ایک طویل قصیدہ لکھا جس میں اہل قریش کو جنگ سے باز رہنے کی تلقین کی۔ انہیں جنگ سے پیدا ہونے والے مصائب و مشکلات بتائیں۔ آپس میں خونریزی کے نقصانات سے آگاہ کیا۔ یہ سب کچھ بیان کرتے ہوئے جب سید کائنات صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا ذکر مبارک آیا تو محبت و عقیدت کے جذبات میں ایک ایسا شعر جناب ابو طالب کی زبان سے نکلا جو ہزاروں قصیدوں پر بھاری ہے ..... ملاحظہ کیجئے:۔

وابیض یستسقی الغمام بوجھہ
ثمال الیتامی عصمۃ للا رامل

یہ گورے رنگ والے وہ ہیں (صلی اللہ علیہ وسلم) کہ ان کے چہرہ مبارک کے صدقے میں بادلوں کا پانی مانگا جائے (وہ) یتیموں کے والی اور بیواؤں کے نگہبان ہیں۔

سیرت نگاروں کے مطابق حضرت ابو طالب کا یہ شعر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بے حد پسند تھا۔ (ابن ہشام جلد اول۔ ص ۲۷۳)

حضرت ابو طالب کے یہ اشعار تو زبان زد خاص و عام ہیں۔ انہوں نے اشاعت دین کے سلسلے میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اپنی مکمل حمایت کا یقین دلاتے ہوئے کہا:

فواللہ لن یصلوا الیک بجمعھم
حتی اوسد فی التراب دفینا
فاصدع بامرک ماعلیک غضاضۃ
وابشر وقر بذاک منک عیونا

اللہ کی قسم وہ اپنی جمعیت کے ساتھ آپؐ تک نہیں پہنچ سکتے جب تک مجھے دفن کر کے مٹی میں ٹیک لگا کر لٹا نہ دیا جائے۔ آپؐ اپنا کام جاری رکھیں۔ آپؐ پر کسی قسم کی تنگی نہیں ہے۔ آپؐ خوشحال رہیں اور اس کام کے ساتھ اپنی آنکھیں ٹھنڈی کرتے رہیں۔

سید الشہدا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ' حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بڑے چہیتے چچا تھے۔ غزوہ احد میں جام شہادت نوش کیا۔ ہندہ نے آپؓ کے ناک کان کٹوائے اور ان کا ہار بنایا۔ پھر اس پر بس نہیں کیا آپؓ کا کلیجہ نکال کر چبایا۔ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے اپنے چچا کی لاش دیکھی تو آپؐ کی آنکھوں میں آنسو آگئے اور فرمایا: "اے چچا! اللہ آپؓ پر رحم کرے۔ آپؓ قرابت کا حق ادا کرنے والے اور کثرت کے ساتھ نیکی کرنے والے تھے۔"

سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کو سرور کائناتؐ نے "سید الشہداء" کا خطاب دیا۔ حضرت حمزہؓ نے بھی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نعت کہی۔ چند شعر ملاحظہ کیجئے:۔

واحمد مصطفی فینا مطاع
فلا تغشوہ بالقول العنیف
فلا واللہ نسلمہ بقوم
ولما نقض فیھم بالسیوف

حضرت احمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ہم میں برگزیدہ ہیں جن کی اطاعت کی جاتی ہے۔ لہٰذا تم ان کے سامنے سخت الفاظ نہ کہنا۔ اللہ کی قسم ہم انہیں ایسی قوم کے حوالے کبھی نہیں کریں گے جس کے ساتھ ہمیں یہ جھگڑا تلوار کے ذریعے چکانا ہے۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ایک اور شفیق و مہربان چچا سیدنا عباس رضی اللہ عنہ نے بھی آپ صلی اللہ و آلہ وسلم کی شان میں اشعار کہے۔ ان کے یہ دو شعر پڑھیے۔ اپنے آقا و مولا کی تعریف و توصیف بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں:۔

وانت لما ولدت اشرقت الارض
وضاء ت بنورک الا فق
فنحن فی ذالک الضیاء وفی النور
وسبل الرشاد نخترق

یعنی جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں تشریف لائے تو زمین چمک اٹھی اور روشن ہو گئے آفاق سماوی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نور سے تو اب ہم لوگ اسی روشنی اور اسی نور میں ہیں اور ہدایت

واستقامت کی راہیں نکال رہے ہیں۔

اعشیٰ میمون بن قیس زمانہ جاہلیت کے ان بڑے سات شاعروں میں سے ایک تھا جن کے قصیدوں کو سوق عکاظ میں بڑی مقبولیت حاصل ہوئی۔ اعشیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح میں ایک قصیدہ لکھا اور آپ صلی اللہ کی خدمت اقدس میں پیش کرنے کی غرض سے روانہ ہوا۔ ابو سفیان کو اطلاع ہوگئی۔ اس نے اہل قریش کو بلا کر کہا۔ اگر اعشیٰ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے پاس پہنچ گیا اور اس نے اسلام قبول کرلیا تو وہ اپنے اشعار سے سارے عرب کی آگ تمہارے خلاف بھڑکا دے گا۔

چنانچہ ابو سفیان کی تحریک پر اہل قریش نے چندہ کرکے ایک سو اونٹ جمع کئے اور اعشیٰ کو بحد و تجاز کے درمیان ایک مقام "خفہ" پر جاکر دیئے۔ وہ اونٹوں کے لالچ میں واپس روانہ ہوگیا۔ وہ اسلام کی دولت سے محروم ہوکر جارہا تھا کہ راستے میں اونٹنی نے اسے ایک گہرے کھڈ میں پھینک دیا اور وہ شدید زخمی حالت میں ہلاک ہوگیا۔ یوں وہ بدبخت، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت عالیہ میں اپنا قصیدہ پیش نہ کرسکا کیونکہ وہ دولت ایمان سے محروم رہا۔ اس لئے اس کے قصیدہ کو کسی غیر مسلم • کی طرف سے سرکار ابد قرار صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں پہلی نعت قرار دیا جاسکتا ہے۔
اعشیٰ کے قصیدہ کے چند اشعار ملاحظہ کیجئے:-

فآلیت لا ارثی لھا من کلالۃ
ولا من وجی حتی تزور محمدا
نبی یری مالا ترون و ذکرہ
اغار لعمری فی البلاد وانجدا
لہ صدقات ماتغب ھو نائل
فلیس عطاء الیوم مانعہ غدا
متی ماتنا خس عند باب بن ھاشم
تراحی و تلقی من فواضلہ ندی

• حضرت ابو طالب کی اولیت اس باب میں ختم نہیں کی جاسکتی۔ انہوں نے بھی اسلام قبول نہیں کیا تھا اور اس کی وجہ بھی شعر میں بتادی تھی

لولا الملا متہ او حزار مسبتہ
لو جد تنی سمحا بذاک مبینا

اگر ملامت کا خوف اور سبکی کا اندیشہ نہ ہوتا تو اس دین کو قبول کرلینے میں تو یقیناً" مجھے برملا فراخ دل پاتا (ادارہ)

ان اشعار کا مفہوم یہ ہے کہ (اعشیٰ کہتا ہے) کہ میں نے قسم کھائی ہے کہ (اپنی اونٹنی) کی کمزوری اور اپنی برہنہ پائی کا اس وقت تک شکوہ نہ کروں گا جب تک وہ کسی صورت مجھے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) تک نہ پہنچادے۔ آپؐ ایسے نبی ہیں جو ان چیزوں پر نظر رکھتے ہیں جو تمہاری نظروں سے اوجھل ہیں اور میری قسم ان کے شہرت شہر شہر پھیل چکی ہے۔ ان کی احسانات متواتر جاری ہیں بلکہ ان کے در سے تقسیم ہونے والی خیرات کم نہیں ہوتی۔ اس لئے نہیں ہوتی کہ گزشتہ روز وہ کی جاچکی ہے۔ جب تم اپنی اونٹنی کو ابن ہاشم کے در پر بٹھاؤ گے تو تمام مصائب بھول جائے گی، آرام پائے گی اور ان کے (حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام) صدقات تم کو سیراب کردیں گے۔

صحابہ کرام رضوان اللہ عنھم میں حضور علیہ الصلوٰۃ والثناء کی نعت کہنے والوں کی تعداد عہد رسالت مآب میں دو سو (۲۰۰) تک پہنچ گئی تھی لیکن ان میں حضرت حسان بن ثابتؓ، حضرت کعب بن زہیرؓ، حضرت کعب بن مالکؓ، حضرت عبداللہ بن رواحہؓ، حضرت سیدنا ابوبکر صدیقؓ، حضرت سیدنا عمر فاروقؓ، حضرت سیدنا عثمان غنیؓ، حضرت سیدنا علی المرتضیٰؓ، حضرت سیدنا عباس بن عبدالمطلبؓ، حضرت سیدنا حمزہؓ، حضرت اسید بن ابی یاس الکنانیؓ، حضرت انس بن زنیمؓ، حضرت ابو احمد بن جحشؓ، حضرت ابو قیس بن صرمہؓ، حضرت ابو عزۃ بن عبداللہؓ، حضرت مالک بن السمطؓ، حضرت مالک بن عوفؓ، حضرت اصید بن سلمۃ السلمی، حضرت عمر بن سبیع الرہاویؓ، حضرت عباس بن مرداسؓ، حضرت ابو سفیان بن الحارثؓ، حضرت عمرو بن مرہؓ، حضرت الاعشیٰ المازنیؓ، حضرت کلیب الحضرمیؓ، حضرت قیس الاشجعیؓ، حضرت جارود عبدیؓ، حضرت عمرو بن سالم الخزاعیؓ، حضرت بجیر بن زہیر ابو سلمیٰؓ، حضرت قیس بن عبداللہ الجعدیؓ، حضرت فضالۃ اللیثیؓ، حضرت مازن الطائیؓ، حضرت عبداللہ بن الزبعریؓ، حضرت سواد بن قاربؓ، حضرت عبداللہ بن حارثؓ کی کہی ہوئی نعتیں کتب تواریخ و سیر کے اوراق میں محفوظ ہیں۔

محققین کے نزدیک بچوں میں سب سے پہلی نعت گو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی رضاعی بہن بی بی شیما ہیں۔ وہ سلطان عرب و عجم کو گود میں لے کر عقیدت و محبت میں یہ اشعار پڑھتی تھیں۔

یا ربنا ابق لنا محمدا
حتی اراہ یافعا امر دا
ثم اراہ سیدا مسودا
واکبت اعادیہ معا الحسدا
واعطہ عزا یدوم ابدا

"الٰہی! تو ہمارے محمد (صلی اللہ علیہ والہ وسلم) کو باقی رکھ (طویل عمر دے) یہاں تک کہ میں ان کو نوعمر جوان اور امرد دیکھ لوں۔ میں انہیں سردار عالی مقام دیکھوں۔ تو ان کے دشمنوں اور حاسدوں کو مغلوب کرنا اور انہیں ایسی عزت اور غلبہ عطا کرنا جسے دوام حاصل ہو۔"

کتب تاریخ و سیر میں ہے کہ جب حضور رحمت اللعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہجرت کر کے مدینہ منورہ پہنچے تو وہاں ایک جشن کا سماں تھا۔ ہر ایک اپنے اپنے انداز میں خوشیاں منا رہا تھا۔ مدحت سرائی میں مصروف تھا۔ بنو نجار کی خوش بخت بچیوں کے لبوں پر یہ میلادیہ نغمہ تھا۔

طلع البدر علینا
من ثنیات الوداع
وجب الشکر علینا
ما دعی للہ داع
ایھا المبعوث فینا
جئت بالامر المطاع

"ہم پر چودھویں کا چاند طلوع ہوگیا۔ وداع کی پہاڑیوں سے۔ ہم پر شکر واجب ہے۔ جب تک پکارنے والا باقی رہے۔ اے ہمارے ہاں مبعوث ہونے والے آپؐ وہ منصب لے کر آئے ہیں جو واجب الاطاعت ہے۔"

مدینہ منورہ کی یہ سعید فطرت بچیاں جوش و خروش اور عقیدت و محبت کے ساتھ میلادیہ نغمہ دف بجا بجا کر ادا کر رہی تھیں اور اپنا تعارف بھی کرا رہی تھیں۔

نحن جوار من بنی النجار
یا حبذا محمد من جار

یعنی "بنو نجار کی لڑکیاں ہیں اور خوش ہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے ہمسائے بن گئے ہیں۔"

اس میلادیہ نغمے نے استقبال کیلئے آنے والوں پر ایک کیف طاری کردیا۔ خود سرکار ابد قرار حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بچیوں کے جذبہ عشق و محبت کو سراہا۔ ان کے پاس گئے۔ انہیں دعائیں دیں اور فرمایا:۔

"کیا تم مجھ سے محبت رکھتی ہو؟" انہوں نے عرض کیا۔ "ہاں! یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم"

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تین مرتبہ فرمایا:

"اللہ کی قسم، میں تم لوگوں (انصار) سے محبت رکھتا ہوں۔"

اگرچہ ان خیر مقدمی اشعار کے بارے میں یہ معلوم نہیں ہوسکا کہ یہ کس شاعر نے پہلے سے موزوں کر رکھے تھے یا جب ان خوش بخت بچیوں نے رخ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نگاہ ڈالی تو بے اختیار ان کی زبانوں پر یہ شعر آگئے۔ البتہ ایک بات طے ہے کہ فضائے مدینہ میں یہ نعت کے پہلے اشعار تھے۔ پھر اس نغمہ میلاد کی گونج فضائے مدینہ منورہ سے ساری کائنات میں پھیل گئی اور آج بھی "طلع البدر علینا" کی صدا جہان سماعت میں رس گھول رہی ہے، قلب و جگر کو گرما رہی ہے۔ یہ ملکوتی نغمہ سنتے ہی روح پرکیف ہوجاتی ہے۔

کتب تواریخ و سیر میں ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہؓ دختر رسول سیدہ فاطمۃ الزہراؓ اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دو پھپھیوں حضرت سیدہ صفیہ اور حضرت سیدہ عاتکہ کی طرف سے منسوب نعتیہ اشعار بھی ملتے ہیں۔

ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہؓ سرکار ابد قرار حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بہت چہیتی رفیقہ حیات تھیں۔ ان کی تربیت اس گھرانے میں ہوئی جو سب سے پہلے نور اسلام سے فیضیاب ہوا۔ چنانچہ سیدہ عائشہؓ نے ایک مسلمان خاتون کی گود میں آنکھیں کھولیں۔ اپنے والد گرامی سیدنا ابوبکر صدیقؓ کی شفقت میں پروان چڑھیں اور محبوب کبریا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شریک حیات بنیں اور ان کی تربیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت میں ہوئی۔

سیدہ عائشہ صدیقہؓ تفسیر قرآن، علم حدیث، فقہ و قیاس، عقائد، علم اسرار دین، اسلامی تاریخ، افتاد وارشاد اور خصوصاً خواتین کے مسائل پر گہری نظر رکھتی تھیں۔ اپنے علم و فضل کے سبب صحابہ کرامؓ کی عقیدت مندی کا مرکز رہیں۔ ان کا شمار کثیر الروایۃ صحابیات میں ہوتا ہے۔ انہیں شعر و سخن سے بھی بڑی دلچسپی تھی اور حسب موقع شعر پڑھ دینے کا ملکہ تھا۔ ان سے جو نعتیہ اشعار منسوب ہیں ان میں حضور ختم المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات اقدس سے والہانہ وابستگی اور بے پناہ

عقیدت کی جھلک نمایاں ہے۔ ملاحظہ کیجئے:۔

لنا شمس وللآفاق شمس

وشمسی خیر من شمس السماء

فإن الشمس تطلع بعد فجر

وشمسی طالع بعد العشاء

یعنی "ایک ہمارا آفتاب ہے۔ ایک آسمان کا سورج۔ میرا آفتاب آسمان کے سورج سے بدرجہا بہتر ہے۔ اس لئے کہ آسمان کا سورج صبح کو طلوع ہوتا ہے اور میرا آفتاب عشاء کے بعد (بھی) چمکتا رہتا ہے۔"

یعنی کائنات اندھیرے میں ڈوبی ہوئی تھی۔ روشنی کی کہیں کوئی کرن نہ تھی۔ ایسے میں آفتاب عالم چمکا کر اندھیرا کافور ہو گیا۔ اس آفتاب کی روشنی تاابد قائم رہے گی۔"

سیدہ عائشہ صدیقہؓ کے کلام میں شعری محاسن و محامد کے ساتھ ساتھ تاثیر اور اثر انگیزی بھی ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان اقدس بیان کرتے ہوئے فرماتی ہیں۔

متی یبد فی الداجی البهیم جبینه

یلح مثل مصباح الدجی المتوقد

فمن کان أو من قد یکون کأحمد

نظام لحق أو نکال لملحد

یعنی "اندھیری رات میں آپؐ کی پیشانی روشن چراغ کی طرح چمکتی نظر آتی ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مثل نہ پہلے تھا اور نہ آئندہ ہو سکتا ہے۔ آپؐ ہی ہیں جنہوں نے نظام حق قائم کیا اور ملحدوں کا خاتمہ کیا۔

سیدۃ النساء العالمین، جگر گوشہ رسول، سیدہ بی بی فاطمہؓ۔ حضور صاحب لولاک صلی اللہ علیہ وسلم کی محبوب ترین صاحبزادی۔ انتہائی ذہین، عقل مند اور دور رس نگاہ کی مالک۔ دینی مسائل کے فہم و شعور میں بلند مقام رکھتی تھیں۔ ان کی زندگی زہد و قناعت، ایثار و قربانی، صبر و تحمل، حلم و بردباری اور شرم و حیا کی بے مثال تھی۔ تعظیم و تکریم اور عز و شرف کے اعتبار سے تمام خواتین میں افضل و اشرف مانی جاتی ہیں۔ آپؓ کے بارے میں سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "فاطمہؓ کی ناراضگی اللہ کی ناراضگی اور فاطمہؓ کی خوشی اللہ کی خوشی کا باعث ہے۔"

بخاری شریف میں ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے:

"میں نے اٹھنے بیٹھنے، عادات و خصائل، طرز زندگی اور لب و لہجہ میں سیدہ فاطمہؓ سے زیادہ کسی کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے زیادہ مشابہ نہیں دیکھا۔"

وہ اشعار جن کی نسبت خاتون جنت سیدہ فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا کی طرف جاتی ہے ان کیلئے علمائے ادب و سیرت نے "مرثیہ" کا لفظ لکھا ہے کیونکہ میں سمجھتا ہوں کہ ہر وہ شعر نعت ہے جس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدح ہو، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شخصیت سے ایک قلبی و ذہنی لگاؤ کی جھلک نمایاں ہو۔

حضرت سیدہ فاطمہ سلام اللہ علیہا کے اشعار میں جہاں جدائی کے کرب کا اظہار ہوتا ہے وہیں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعریف و توصیف بھی نظر آتی ہے۔ حضرت سیدہ سلام اللہ علیہا کا یہ ایک شعر ملاحظہ کیجئے۔ یہ خود ایک مکمل نعت ہے:۔

یا خاتم الرسل المبارک ضوءه

صلی علیک منزل القرآن

یعنی "اے اللہ کے آخری نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپؐ برکت و سعادت کے دریائے نور ہیں۔ آپؐ پر تو قرآن نازل کرنے والے نے بھی درود و سلام بھیجا ہے۔"

حضرت سیدہ صفیہ بنت عبد المطلب بڑی عاقلہ اور بردبار خاتون تھیں۔ بہادری اور شجاعت ان کے باب فضائل کا سب سے جلی عنوان تھا۔ شاعری میں تو کمال درجہ پر تھیں اور فی البدیہہ شعر گوئی ان کے لئے دشوار نہ تھی۔ انہوں نے اپنے والد گرامی حضرت عبد المطلب، بھائی سیدنا حمزہؓ کی وفات پر جو اشعار کہے وہ کتب تاریخ و سیرت کے صفحات پر مرقوم ہیں۔

حضرت سیدہ صفیہؓ نے بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں جو منظوم نذرانہ عقیدت پیش کیا اس کے دو شعر ملاحظہ کیجئے:۔

فلی لرسول اللہ امی و خالتی

وعمی و نفسی قصرة ثم خالیا

صبرت و بلغت الرسالة صادقا

وقمت صلیب الدین ابلج صافیا

یعنی "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر میرے ماں، باپ، ماموں، خالہ اور خود میری جان قربان ہو۔ آپؐ نے صبر کیا۔ پیغام حق پوری سچائی اور امانت کے ساتھ پہنچا دیا اور دین حق کو روز روشن کی طرح تابناک بنا کر پیش کیا۔"

حضرت سیدہ عاتکہ بنت عبد المطلب ایثار، قناعت، سادگی، سچائی، فیاضی، حلم، بردباری، صبر اور تحمل میں مشہور تھیں۔ شاعری کا بڑا ذوق تھا۔ شعر کہنے کا ملکہ رکھتی تھیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وصال پر انہوں نے جو مرثیہ کہا اس میں کمال کی سادگی، سلاست اور رقت ہے۔ دو شعر سنئے:۔۔۔

اعینی جودا بالدموع السواجم
علی المصطفیٰؐ بالنور من ال ھاشم
علی المصطفیٰؐ بالحق والنور والھدی
وبالرشد بعد المند بات العظائم

"اے میری آنکھو! خوب آنسو بہاؤ۔ بنو ہاشم کے (اس فرزند پر آنسو بہاؤ) جو ایک سراپا نور تھا (نور سے منتخب کیا گیا تھا) اس مصطفیٰؐ پر آنسو بہاؤ جو حق، نور، ہدایت، رہنمائی لے کر آئے اور ان باتوں کے ساتھ ان کی فیاضی اور سخاوت عام تھی۔"

کتب سیرت میں بنو خزاعہ کی ایک سعید فطرت خاتون عاتکہ بنت خالد الخزاعی، جو "ام معبد" کے نام سے مشہور و معروف ہیں، کی مدح کا ذکر بھی ملتا ہے۔

حضرت ام معبد اپنی فیاضی اور مہمان نوازی کے سبب خاصی شہرت رکھتی تھیں۔ مسافروں کو پانی پلانا، دودھ اور کھجوروں سے ان کی تواضع کرنا ام معبد کا معمول تھا۔ صحرا کی شدید دھوپ میں، تپتے ریگستان میں ان کا گھر ہر راہ گیر کے لئے ایک سائبان تھا۔

جب سرکار ابد قرار حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام غار ثور سے نکل کر قدید کے مقام پر اس مہمان نواز خاتون کے خیمہ پر پہنچے اور ان سے دریافت فرمایا کہ ان کے پاس کھانے کی کوئی چیز ہے جس کو خرید سکیں۔ انہوں نے عرض کیا۔ "میں مہمان نوازی سے کبھی کوتاہی نہ کرتی لیکن یہ قحط کے دن ہیں۔ گھر میں کچھ بھی نہیں جو پیش کر سکوں۔" یہ مشیت الٰہی تھی کہ منبع جود و سخا، سید کونین صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے لطف و کرم کی برکھا برسے اور مداح خیر الوریٰ سیدہ معبدؓ کا نام امر ہو جائے۔ اچانک نگاہ پیغمبر صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم خیمے کے اس گوشے پر پڑی جہاں ایک کمزور و نڈھال بکری بندھی ہوئی تھی۔ آپؐ نے دریافت فرمایا: "یہ بکری کیسی ہے؟" خاتون نے عرض کیا "یہ بہت لاغر ہو چکی ہے، ریوڑ کے ساتھ چل بھی نہیں سکتی۔ اس لئے اس کو خیمے میں ہی باندھ رکھا ہے" حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: "کیا اس کا دودھ مل سکتا ہے؟" ام معبدؓ نے عرض کیا "یہ اس قدر نحیف ہے کہ دودھ بھی نہیں دے سکتی" رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا: "کیا میں اس کا دودھ دوہ سکتا ہوں؟" یہ سنتے ہی ام معبدؓ بکری آپؐ کے پاس لے آئیں۔ پیکر رحمت و رافت، قاسم خیر و برکت، بحر

جود و کرم حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے برتن طلب کیا اور دودھ دوہنا شروع کیا۔ وہ برتن دودھ سے لبریز ہو گیا۔ یہاں تک کہ زمین پر گرنے لگا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اور آپؐ کے ساتھیوں نے خوب سیر ہو کر دودھ پیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دوبارہ دودھ دوہا اور وہ برتن بھر کر ام معبدؓ کے حوالے کیا اور یہ مقدس قافلہ اپنی منزل یعنی مدینہ منورہ کی جانب روانہ ہو گیا۔

جب ام معبدؓ کے شوہر ابو معبد اکثم بن ابی جون الخزاعی، ریوڑ چرا کر گھر واپس آئے تو گھر میں دودھ سے بھرا ہوا برتن دیکھ کر حیران ہو گئے اور دریافت کیا کہ "یہ دودھ کہاں سے آیا؟" ام معبدؓ نے بتایا کہ "ایک برگزیدہ انسان یہاں آیا تھا۔" یہ کہہ کر انہوں نے اپنے شوہر کو سارے واقعات بتائے۔ شوہر نے دریافت کیا کہ وہ کون تھا۔؟ اس کا حلیہ کیسا تھا۔؟ اس پر ام معبدؓ نے جو تاریخی کلمات کہے وہ تاریخ کے صفحات میں آب زر سے رقم ہیں۔ اگرچہ نثر میں ہیں لیکن کسی نظم سے کم مرصع و مسجع نہیں۔ شاعری کا تمام حسن اپنے دامن میں لئے ہوئے ہیں۔ ملاحظہ کیجئے:۔۔۔

"رایت رجلا ظاھر الوضاۃ، ابلج لوحیہ، حسن الخلق، لم تعبہ تجلتہ، فلم تزرنہ صلعتہ، وسیما قسیما فی عینیہ دعج، وفی اثغارہ وطف، وفی صوتہ صحل، وفی لحیتہ کثافتہ ازج اقرن، ان صمت فعلاہ الوقار، فان تکلم سماہ وعلاہ البھاء فھواجمل و ابھاھم من بعید، واحنھم واملحھم من قریب، حلوالمنطق فصل، لانزرولا ھزر، کان منطقہ خزرات نظم یتحدرن، ربعتہ لا بائن من طول ولا تقتحمہ العین من قصر، غصن بین غصنین، فھو النصر الثلاثتہ منظرا واحنھم قدرا، لہ رفقاء یحفون بہ، ان قال انصتوا القولہ فان امر تبا دروا الی امرہ، محفور محشور، لا عابس ولا مفند۔

(البدایہ و النہایہ جلد ۲ ص ۲۶۵)

"میں نے ایک ایسا شخص دیکھا جس کے نظافت نمایاں، چہرہ تاباں، پسندیدہ خو، ہموار شکم، سر میں بھرے ہوئے بال، زیبا، صاحب جمال، آنکھیں سیاہ، سرگیں اور فراخ، پلکیں گھنی اور لمبی تھیں۔ آواز میں کھنک کے ساتھ لطافت، گردن لمبی اور صراحی دار، چہرہ وجیہہ، سیاہ گھنگریالے گیسو، جب خاموش رہتے تو چہرہ پر وقار، کلام کرتے تو اس انداز سے کہ جیسے پروئے ہوئے موتی، دل خود بخود ان کی جانب کھنچتا، دور سے دیکھو تو نور کا ٹکڑا، قریب سے دیکھو تو حسن و جمال کا آئینہ، قد نہ ایسا پست کہ کمتر نظر آئے، نہ اتنا دراز کہ معیوب معلوم ہو۔ لوگوں میں بیٹھیں تو سب سے جاذب اور نمایاں بلکہ ایک شاخ گل ہے (جو دو نرم و نازک شاخوں کے درمیان ایک شاخ تازہ جو دیکھنے میں خوش منظر) ان کے ساتھی ایسے جو ہمہ وقت ان کے گرد و پیش ایسے رہتے جیسے چاند کے گرد ہالا۔ جب وہ کچھ کہتے تو وہ

سراپا گوش، حکم دیں تو تعمیل کیلئے ایک دوسرے سے سبقت لے جائیں۔ سب کا مخدوم، سب کا مطاع، مزاج میں اعتدال، میانہ روی، بات میٹھی جیسے موتیوں کی لڑی (نہ کوتاہ سخن اور نہ فضول گو)"
جب ام معبدؓ کے شوہر نے اپنی خوش بخت اہلیہ سے حضور پرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سراپا سنا تو بے اختیار پکار اٹھے۔ "ھذا، واللہ، صاحب القریش الذی تطلب۔" "یہ تو واللہ قریش والا معلوم ہوتا ہے جس کی ان لوگوں کو (کفار مکہ) کو تلاش ہے۔" ابو معبد اکثم بن ابی الجون نے مزید کہا: "مجھے موقع ملا تو میں ان کا ساتھ ضرور دوں گا۔"

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر فاروقؓ اپنے دور خلافت میں ایک رات حسب معمول مدینہ منورہ کی گلیوں میں گشت پر تھے کہ ایک جھونپڑے سے کسی خاتون کے اشعار پڑھنے کی آواز آرہی تھی۔ خلوص، محبت، عقیدت اور سوز کے جذبات سے مزین اشعار سن کر سیدنا فاروقؓ تڑپ اٹھے اور ان پر گریہ طاری ہوگیا۔ انہوں نے قریب جاکر خاتون کو سلام کیا اور درخواست کی کہ وہ یہ اشعار دوبارہ سنائیں۔ خاتون نے یہ وجد آفریں شعر درد بھری آواز میں دوبارہ سنائے۔

علی محمد صلوٰۃ الا برار
صلی علیہ الطیبون الاخیار
قد کنت قواما بکی بالا سحار
یالیت شعری فالمنایا اطوار
ھل تجمعنی و حبیبی الدار

یعنی "محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر برگزیدہ لوگوں کا سلام، پاک و منتخب افراد کا ان پر درود ہو۔ میں راتوں کو جاگتی۔ صبح تک آنسو بہاتی رہوں۔ اے کاش! موت کی بھی تو شکلیں ہیں۔ کیا ہم اپنے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روز محشر مل سکیں گے۔؟"
"المواھب اللدنیہ" میں ہے کہ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے محبوب کبریا صلی اللہ علیہ وسلم سے وارفتگی، فریفتگی اور عقیدت و محبت میں ڈوبے ہوئے یہ اشعار سن کر اس خاتون سے درخواست کی کہ "مجھے بھی دعاؤں میں یاد رکھے" تو اس معمر خاتون نے برجستہ یہ مصرعہ کہا۔

وعمر فاغفرلہ یا غفار

یعنی "عمر رضی اللہ عنہ کو اے غفار (الٰہی) بخش دے"
ممکن ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدح میں اور صحابیات میں سے کسی نے شعر

کہے ہوں لیکن وہ کتب تاریخ و سیرت کے اوراق میں محفوظ نہ ہوسکے ہوں۔ عربی زبان میں نعت گوئی کا رواج صرف نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدح بیان کرنا نہ تھا۔ اس کی اصل وجہ اسلام اور پیغمبر اسلام حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ہجویہ حملہ کرنے والے شعراء کا جواب دینا تھا۔ اس لئے کہ ان کی ہجو اور بدزبانی اشاعت اسلام کی راہ میں ایک سنگ گراں بن رہی تھی جسے پاش پاش کرنا بہت ضروری تھا۔ اسی لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے کفار مکہ کے ہجو نگاروں کو لاجواب کرنے اور مسلمانوں کی عزت و ناموس کو ان کے حملوں سے نجات دلانے کے لئے جن صحابہؓ کا رجحان شعر گوئی کی جانب تھا انہیں شعر گوئی اور نعتیہ قصیدہ نگاری کی طرف راغب کرتے ہوئے فرمایا:

"مایمنع الذین نصرو ارسول اللہ بسلاحھم ینصروہ بالسنتھم"
(تاریخ الادب العربی از ڈاکٹر شوقی)

یعنی "لوگوں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدد اپنے ہتھیاروں سے کی ہے ان کو اپنی زبانوں سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مدد کرنے سے کیا بات مانع رکھتی ہے۔؟" یہ سن کر بہت سے اصحابؓ نے ہادی عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جہاد باللسان والقلم کی اجازت چاہی۔ ان اصحاب میں بلند پایہ قادر الکلام شاعر حضرت حسان بن ثابتؓ بھی تھے۔ انہوں نے اپنی زبان نکال کر کہا "یہ وہ زبان ہے جس کا صنعاء اور بصریٰ کے درمیان کوئی زبان مقابلہ نہیں کرسکتی"
حضرت حسانؓ نے جو دعویٰ کیا اسے حقیقت کا رنگ دیا۔ جہاں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت مقدسہ کی تعریف و توصیف کی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جمال ظاہری اور حسن باطنی کے تذکرہ کو اپنے شعروں کی جان بنایا وہیں شعرائے کفار کے ہجویہ اشعار کا جواب بھی دیا۔ اسلام اور پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کا پرجوش دفاع بھی کیا۔ ان کے نعتیہ قصائد میں سب سے زیادہ مشہور قصیدہ وہ ہے جو انہوں نے فتح مکہ سے قبل ابو سفیان کی ہجو کے جواب میں کہا تھا۔ ملاحظہ فرمائیں:

ھجوت محمدا فاجبت عنہ
وعند اللہ فی ذاک الجزاء
فان ابی ووالدہ و عرضی
بعرض محمد منکم وقاء

یعنی "تو نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی برائی کی۔ میں نے ان کی جانب سے اس کا جواب دیا اور میں اس کا اجر اپنے اللہ سے لوں گا۔ سنو! میرا باپ اور میرے باپ کا باپ، میری ساری عزت و

آبرو غرضیکہ ہر چیز محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عزت و آبرو' تم اور تمہارے شر سے محفوظ رکھنے کی ذمہ دار ہے۔"

حضرت حسانؓ کو اسلام کی مذہبی شاعری کا بانی کہا جاتا ہے۔ ان کے اشعار میں قرآن پاک سے اخذ کئے ہوئے جملے بکثرت پائے جاتے ہیں۔ ان کے کلام میں گہرائی بھی ہے گیرائی بھی' محبت بھی ہے اور عقیدت بھی جس کی جھلک ان کے ان اشعار میں دیکھی جاسکتی ہے۔

اغر علیہ للنبوة خاتم
من اللہ مشھود یلوح ویشھد
وضم الالہ اسم النبی الی اسمہ
اذقال فی الخمس الموذن اشھد
وشق لہ من اسمہ لیجلہ
فذو العرش محمود وھذا محمد

"آپؐ پر مہر نبوت درخشاں ہے۔ اللہ کی جانب سے وہ دلیل ہے جو چمکتی ہے اور گواہی دیتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبیؐ کا نام اپنے نام سے ملا رکھا ہے۔ اس لئے موذن پانچ وقت (اذان میں) اشھد کہتا ہے۔ اللہ نے اپنے نام سے اپنے پیغمبر کا نام نکالا۔ صاحب عرش (اللہ) محمود ہے اور یہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں"

شاعر رسولؐ حضرت حسان بن ثابتؓ جنہیں سرکار ابد قرار علیہ الصلواۃ والسلام نے "المؤید بروح القدس" کے ازلی ابدی خطاب سے نوازا' اپنے آقا و مولا حضور علیہ الصلواۃ والسلام کی مدح و ثناء کے بعد انتہائی عجز و انکساری سے پکار اٹھتے ہیں۔

ما ان مدحت محمد بمقالتی
ولکن مدحت مقالتی بمحمد

یعنی "میں نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدح و ثناء نہیں کی۔ اپنے کلام کو محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدح و ثناء کے سبب قابل تعریف بنایا"

عربی کی نعتیہ شاعری درحقیقت کفر و اسلام کی جنگ میں ایک طرح کا جہاد باللسان و بالقلم تھا۔ حضرت حسانؓ کے علاوہ جن صحابہ کرامؓ نے کفار کے ہجویہ اشعار کا بھرپور مقابلہ کیا' ان میں حضرت عبداللہ بن رواحہ' حضرت کعب بن مالک' حضرت عبداللہ بن زبعری اور حضرت کعب بن زہیر رضوان اللہ علیہم نمایاں مقام رکھتے ہیں۔ ان کے کلام کے مطالعہ سے نعت کے موضوع کی وسعت

کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ دربار رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے وابستہ شاعروں کی نعتوں میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت مبارکہ کی صفت و ثناء' جمال ظاہری' شجاعت و سخاوت' دیانت و امانت' صداقت و عدالت اور باطنی حسن کی تعریف' حضور علیہ الصلواۃ والسلام کے خلق و ہدایت کا بیان اور آپؐ کے آباؤ اجداد اور آل و اصحاب کی مدح' دوسرے پیغمبروں کے مقابلے میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی فضیلت کا بیان اور اس کے ساتھ ساتھ اسلامی عقائد و عبادات کا تذکرہ اور تبلیغ اسلام میں حضور علیہ الصلواۃ والسلام کی مساعی جمیلہ کا ذکر ملتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن رواحہؓ ایک نامور صحابی' بڑے مجاہد اور فصیح البیان شاعر تھے۔ ان کا شمار ان بارہ نقباء میں ہوتا ہے جنہوں نے مدینہ منورہ سے مکہ مکرمہ پہنچ کر حضور علیہ الصلواۃ والسلام کے دست اقدس پر بیعت کی اور دوسرے سال "عقبہ ثانیہ" کی بیعت میں بھی شامل تھے۔ ہجرت کے بعد جب حضور علیہ الصلواۃ والسلام مدینہ منورہ پہنچے تو حضرت عبداللہ بن رواحہؓ نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نصرت و حمایت میں اپنی شاعرانہ صلاحیتیں وقف کردیں۔ ہر غزوہ میں شریک ہوئے۔ عمرۃ القضاء ذی قعدہ ۷ ہجری کے موقع پر حضرت عبداللہ حضور علیہ الصلواۃ والسلام کی اونٹنی کی مہار پکڑے ہوئے تھے اور ان کی زبان پر یہ کلمات جاری تھے۔

خلوا بنی الکفار عن سبیلہ
خلو افکل الخیر فی رسولہ
یا رب انی مومن بقیلہ
اعرف حق اللہ فی قبولہ

"اے توحید و رسالت کے منکروں (کافروں) کی اولاد' اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے راستہ چھوڑ دو۔ پیچھے ہٹو۔ دنیا اور آخرت کی بھلائیاں حضور علیہ الصلواۃ والسلام کے ساتھ ہیں۔ الٰہی! میں تیرے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرمودات پر ایمان رکھتا ہوں اور مجھے آپؐ ہی کی اطاعت و رہبری میں اللہ کا حق معلوم ہوتا ہے۔"

حضرت عبداللہ بن رواحہؓ بدیہہ گوئی میں کمال رکھتے تھے۔ جنگ موتہ کے لئے روانہ ہوتے وقت جب کچھ احباب نے انہیں رخصت کرتے وقت خیر و عافیت سے واپسی کی دعا دی تو انہوں نے فی البدیہہ یہ اشعار کہے۔

لکننی اسئل الرحمن مغفرة"

وضربة ذات فرغ تقذف الزبدا
او طعنة بيدى حران مجهزة
بحربة تنفذ الا حشاء والكبدا
حتى يقولواذا امروا على جدثى
يا ارشده الله من غاز وقد رشدا

"(تم میرے لئے خیر و عافیت سے واپسی کی دعا کر رہے ہو) لیکن میرا تو اللہ رحمٰن و رحیم سے یہی سوال ہے کہ میرے سر پر ایسی چوٹ لگے جو میرا سر توڑ ڈالے۔ نیزہ اور تلوار میرے دل و جگر کو چیر کر رکھ دیں اور اللہ تعالیٰ مری مغفرت کردے۔ یہاں تک کہ لوگ میری لاش (قبر) دیکھ کر کہیں شاباش اے مجاہد! تو نے خوب رشد و ہدایت کا کام کیا۔"

اللہ تعالیٰ نے حضرت عبداللہ بن رواحہؓ کی خواہش پوری کی اور وہ موتہ کی لڑائی میں ہی بہادری سے لڑتے ہوئے درجہ شہادت پر فائز ہوئے۔ یوں تو انہوں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعریف و توصیف میں بہت کچھ کہا لیکن ان کے ان اشعار کو خاصی مقبولیت حاصل ہوئی۔ ملاحظہ کیجئے:۔

روحى الفداء لمن اخلاقه شهدت
بانه خير مولود من البشر
لو لم يكن فيه ايات مبينة
كانت بديهته تكفى عن الخبر

"میری روح قربان ہو اس ذات گرامی پر جس کے اخلاق حسنہ اس بات پر شاہد ہیں کہ وہ بنی نوع انسان میں افضل ترین ہیں۔ اگر اس ذات اقدس میں دوسری واضح اور روشن نشانیاں نہ بھی ہوتیں تو خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شخصیت ہی تصدیق رسالت کے لئے کافی تھی۔

حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نعت کی بنیاد تعلیمات نبویؐ کی اشاعت، ناموس رسالت مآبؐ اور اپنے خلوص و عقیدت کے اظہار پر رکھی۔ منکرین رسالتؐ کے جواب میں انہوں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فضائل، مناقب، محاسن، خصائص اور معجزات کو بیان کیا۔

حضرت کعب بن مالک عرب کے مشہور شاعر اور جلیل القدر صحابی تھے۔ ہجرت سے پہلے دائرہ اسلام میں داخل ہوئے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی فرمائش پر اپنے اشعار میں مسلمانوں کے جنگی کارناموں کا ذکر کرتے اور دشمنوں کے معاندانہ اشعار کے جواب میں شعر کہتے۔ غزوہ بدر اور غزوہ تبوک کے علاوہ تمام غزوات میں شریک رہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فضائل پر بے

شمار شعر کہے۔ غزوہ احد کے دوران نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعریف و توصیف، صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کے جذبہ جہاد اور اسلام کی حقانیت پر ان کا کلام اگر جمع کیا جائے تو ایک ضخیم مجموعہ تیار ہوجائے۔ انہوں نے اس غزوہ میں زخمی ہونے کے باوجود بڑے جوش کے ساتھ کفار کی مخالفت میں اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مدح میں یہ اشعار کہے۔

فينا الرسول شهاب ثم يتبعه
نور مضى له فضل على الشهب
الحق منطقه والعدل سيرته
فمن يجبه اليه ينج من تبب
بدالنا فاتبعناه تصدقه
وكذبوه فكنا اسعدالعرب

یعنی "ہمارے درمیان اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک درخشندہ ستارہ (شہاب ثاقب) کی مانند ہیں جن سے روشنی کی ایک لو نکلتی ہے جو سب کو روشن کردیتی ہے اور دوسرے تمام ستاروں کو بھی روشنی عطا کرتی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بات حق ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت عدل ہے۔ جس نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت کی وہ نجات پاگیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے ہاں تشریف لائے۔ ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تصدیق کرتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیروی کی اور تم لوگوں نے (کفار مکہ) ان کو جھٹلایا۔ پس اسی سبب (تائید رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) عربوں میں سب سے زیادہ ہم ہی خوش بخت ہیں۔"

حضرت عبداللہ بن الزبعری مکہ مکرمہ کے مشہور شاعروں میں سے تھے۔ حالت کفر میں اسلام اور پیغمبر اسلام کے خلاف لوگوں کو ابھارا کرتے تھے۔ جب اللہ تعالیٰ نے انہیں دولت ایمان سے نوازا تو انہوں نے اپنی تمام صلاحیتیں پرچم اسلام کی سربلندی کے لئے وقف کردیں۔ انہوں نے اپنی گزشتہ زندگی پر اظہار ندامت اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیغام کی حقانیت کا اظہار یوں کیا۔

يا رسول المليك ان لسانى
راتق ما شفقت اذا نا بور
ان ماجتننا به حق صدق
ساطع نوره مضى منير

"اے اللہ کے (رسول صلی اللہ علیہ وسلم) میری زبان آج اس چاک کا رفو کررہی ہے جو میں نے

اس وقت چاک کیا تھا جب کہ میں ہلاکت کے راستہ پر تھا۔ بلاشبہ آپؐ جو دین لائے وہ صداقت و حقانیت کا دین ہے جس کی روشنی پھیل رہی ہے اور وہ اجالا پھیلا رہی ہے۔"

"جمہرۃ اشعار العرب فی الجاہلیۃ والاسلام" میں حضرت عبداللہ بن الزبعریؓ سے منسوب بہت سے اشعار درج ہیں۔ ایک شعر ملاحظہ کیجئے:۔

وعلیک من اثر الملیک علامت
نور اضاء و خاتم مختوم

یعنی "اللہ تعالیٰ کے حکم کی علامت آپؐ کے وجود سے ظاہر ہے۔ آپؐ کا وجود ایک روشنی ہے جس نے اجالا پھیلایا اور مہر نبوتؐ ہے جو ثبت کردی گئی ہے۔"

کتب سیرت میں آپ کے بہت سے اشعار نقل کئے گئے ہیں۔ ایک مشہور شعر یہ ہے۔

منع الرقاد بلابل فھموم
واللیل معتلج الرواق بھم

حضرت کعب بن زہیر کا شمار عرب کے نامی گرامی شعراء میں ہوتا تھا۔ ان کے والد گرامی زہیر بن ابی سلمیٰ عرب جاہلیت کے ممتاز اور سبعہ معلقہ کے شہرہ آفاق شاعروں میں سے ایک تھے۔ کعب نے زمانہ کفر میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں ہرزہ سرائی کا ارتکاب کیا۔ اس کے اشعار سے دین حق پر ضرب پڑتی تھی اور فتنہ کا خطرہ تھا لہٰذا نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کعب کے خون کو مباح قرار دے دیا۔ لیکن اسی اثناء میں کعب کو اپنی غلطی کا احساس ہوا اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدح میں ایک قصیدہ لکھا اور اسلام قبول کرنے کے ارادہ سے مدینہ منورہ پہنچے۔ حضور سرکار ابد قرار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دامن رحمت کو تھام کر عرض کیا۔ "یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! اگر کعب اپنی گستاخیوں پر نادم ہو کر معافی کا طلبگار ہو تو کیا آپؐ اسے معاف فرما دیں گے۔؟" حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام تو پیکر عفو و کرم ہیں۔ آپؐ نے فرمایا "کیوں نہیں" کعب نے کہا "یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! مجھ خطاکار کو معاف فرما دیجئے" رحمت ہر عالم حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے معافی عطا کی اور کعب نے دربار رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں اپنا لکھا ہوا قصیدہ "بانت سعاد" پڑھا۔ جب اس شعر پر پہنچے۔

ان الرسول لنور یستضاء بہ
مھند من سیوف الھند مسلول

یعنی "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ نور ہیں جس سے روشنی حاصل کی جاتی ہے اور وہ بے

نیام ھندی تلوار کی طرح تیز اور فیصلہ کن ہیں۔"

حضور رحمت اللعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے، جو بڑے ذوق کے ساتھ قصیدہ سماعت فرما رہے تھے، نے دوسرے مصرعے میں اصلاح کی "سیوف الھند" کی جگہ "سیوف اللہ" لگانے کو کہا۔ اس ایک لفظی اصلاح سے شعر کے معنی ہی بدل گئے اور شاعر و شعر دونوں کو حیات جاوداں مل گئی۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کسی محدود علاقہ، خاص قوم اور محدود وقت کے لئے مبعوث نہیں ہوئے۔ آپؐ کافتہ للناس، رحمۃ للعالمین ہیں۔ اسی لئے آپؐ نے جناب کعب کے شعر میں اصلاح کی۔ جناب کعب نے اشارہ پایا تو دوبارہ شعر کو اسی اصلاح کے ساتھ دہرایا۔

ان الرسول لنور یستضاء بہ
مھند من سیوف اللہ مسلول

یعنی "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ نور ہیں جس سے روشنی حاصل کی جاتی ہے (ساری کائنات جگمگا اٹھتی ہے) آپؐ اللہ کی تلواروں میں سے ایک کھینچی ہوئی تلوار ہیں (جس طرح نیام سے تلوار نکالی جاتی ہے تو ایک چمک سی آنکھوں کے سامنے پیدا ہوجاتی ہے۔)

حضرت کعب بن زہیر کا یہ قصیدہ اسلامی دور کی شاعری نہیں بلکہ عرب کی جاہلی شاعری کا نمونہ قرار دیا جاتا ہے مگر یہ قصیدہ اس عہد کی قصیدہ نگاری کی مستند ترین مثال ہے۔ اسلوب بیان اور ذخیرہ الفاظ کے اعتبار سے اس کا شمار شاعری کے اعلیٰ نمونوں میں ہوتا ہے۔ دنیا کی تقریباً ہر زبان میں اس کی شرحیں لکھی گئی ہیں اور ترجمے بھی ہوئے ہیں۔ اس قصیدہ کا اصل موضوع تو "عفو و درگزر" کی طلب ہے یا یہ سمجھئے کہ شاعر کی جانب سے منظوم "توبہ نامہ" ہے یہی وجہ ہے کہ ۵۸ اشعار کے قصیدہ میں صرف ایک ہی شعر ہے جو نعت کا ہے لیکن اس ایک شعر پر ہزاروں دیوان قربان۔ اس لئے کہ یہ حضور رحمت للعالمین کے دربار اقدس میں مقبول ہوا اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خوش ہو کر اپنے دوش مبارک سے اپنی دھاریدار چادر اتار دی اور جناب کعبؓ کو بطور انعام عطا کردی۔ اسی وجہ سے اس قصیدہ کا نام "قصیدہ بردہ" مشہور ہوا۔

=====(☆)=====

تخلیق پاکستان اور ہماری نعتیہ شاعری ....

ڈاکٹر آفتاب احمد نقوی

برصغیر پاک و ہند اس اعتبار سے مسلمانوں کا وہ واحد خطہ ارضی ہے جس کا مزاج بڑا متنوع اور ہمہ جہت ہے۔ ہم نے دین حق کی روشنی کو اگرچہ محمد بن قاسم اور اس سے قبل و بعد کے مسلمان حکمرانوں اور جرنیلوں کے سیرت و کردار سے بھی اخذ کیا ہے۔ اس کے علاوہ عرب کے وہ تاجر جو اس خطہ ہند میں بغرض تجارت مختلف اوقات میں آتے رہے ہم نے ان سے بھی دینی فیوض و برکات کو حاصل کیا ہے لیکن اس بات میں قطعاً" کوئی شائبہ نہیں کہ یہاں نور اسلام کی شعاؤں کو عام کرنے اور دین برحق سے بچی وابستگی پیدا کرنے میں ہمارے ان قابل احترام جرنیلوں، حکمرانوں اور تاجروں سے کہیں زیادہ حصہ ان مسلمان صوفیا کا ہے جو اگرچہ آئے تو تبلیغ دین کے لئے تھے لیکن انہوں نے اس انداز سے یہاں اپنا اثر و نفوذ پیدا کیا جس سے غیر محسوس انداز سے یہاں کے ہندو اور دیگر مذاہب کے لوگ ان کے گرد محبت کی وجہ سے ایسے جمع ہوئے کہ پھر ان سے الگ نہ ہو سکے۔ ان صوفیا نے اپنے کردار کی پختگی اور افکار کی سچائی کو زبان سے کم لیکن دل سے زیادہ اس باوقار انداز سے پیش کیا جس سے ظلمتکدہ ہند میں دین برحق کا وہ سورج طلوع ہوا جس کی کرنیں اس عظیم خطہ ارضی پر ہی نہیں بلکہ یہاں سے بہت دور مشرق بعید تک پھیلتی چلی گئیں۔

ہمارے ان صوفیائے کرام کا طریق تبلیغ کیا تھا؟ اس کے متعلق یہاں تفصیلی بحث کی ضرورت ہرگز نہیں لیکن صوفیا کا انداز اگر مختصراً" کہا جائے تو یوں بیان کیا جا سکتا ہے کہ ان کے مزاج میں محبت کا جذبہ کچھ یوں کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا کہ ان کے علم سے لے کر اظہار علم تک اور کردار سے لے کر افکار تک سب پر محبت کا رنگ غالب تھا۔ وہ لوگوں سے ملتے تھے تو ایسی محبت سے جس سے ملنے والا ایک ملاقات سے ہی ان کا والا و شیدا ہو جاتا تھا۔

یہی محبت صوفیائے کرام کی وہ دین سے محبت تھی اور ان کا دین اگرچہ دین اسلام ہی تھا لیکن ان کے طریقہ تبلیغ میں دین کی تشریح فقط یہی تھی کہ دین سے محبت کا نام اللہ سے محبت کا نام ہے اللہ سے محبت اللہ کے فرستادہ رسولؐ سے محبت کیونکہ اللہ کی جانب سے ہدایت لے کر آنے والا ہادی رسولؐ ہے چنانچہ بالترتیب یہی ہادی سے محبت رسول اللہ کے بعد آپؐ کے پیغام کو عام کرنے والے ہادی سے محبت تھی جسے تصوف کی اصطلاح میں پیر و مرشد کہا جا سکتا ہے۔

چنانچہ اس اعتبار سے دیکھا جائے تو اللہ جو کہ خالق و مالک ہے جس کا نہ کوئی مثیل و مماثل ہے کے بعد جس ذات سے سب سے زیادہ محبت ملت اسلامیہ کر سکتی تھی وہ ذات رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ ویسے بھی غور کیا جائے تو دین کی تعلیمات کا تمام تر وسیلہ تر سیل سرور کون و مکان صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ستودہ صفات ہے اس بنا پر یہاں کے صوفیائے کرام نے لوگوں میں اسلامی تعلیمات

کو راسخ کرنے کے لئے حضور سرور کون و مکان صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی سے محبت کو عام کرنے پر زیادہ زور دیا کیونکہ آپ ہی کی ذات لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنہ کی مصداق تھی۔ چنانچہ یہ ایک حقیقت ہے کہ برصغیر پاک و ہند کے مسلمانوں کے رگ و پے میں عشق رسالت مآب کا ایک ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر موجزن ہے جس کا اظہار ہمیں ہی نہیں بلکہ غیر مسلموں تک کو ورطہ حیرت میں ڈال دیتا ہے۔

ہمارے صوفیائے کرام نے اپنے طریقہ تبلیغ میں جو غیر محسوس انداز اختیار کیا اس میں ان کی کامیابی کا راز اس حقیقت میں بھی پوشیدہ تھا کہ انہوں نے جو کچھ کہا ان زبانوں میں کہا جس کی جہاں ضرورت تھی اور پھر اس انداز سے کہا جس انداز کی جس جگہ ضرورت تھی چنانچہ یہی وجہ ہے کہ ہمارے صوفیائے کرام نے سب سے پہلے اس علاقے کی مقامی بولی کو نہ صرف سیکھا بلکہ اس میں یہاں تک عبور حاصل کیا کہ لوگوں کی ضرورت کا خیال کرتے ہوئے اس زبان میں نظم و نثر میں لکھا تاکہ ایک طرف اس ادب سے موجود افراد متاثر ہوں تو دوسری جانب ان کی یہ تحریریں آنے والی نسلوں کو بھی رہنمائی عطا کر سکیں چنانچہ یہ ایک حقیقت ہے کہ ہمارے ان صوفیائے کرام کی تحریروں میں ایک طرف ذات باری تعالیٰ سے خالق و مالک کی حیثیت میں محبت اور پیار کا ایک بے پناہ ذخیرہ نظم و نثر میں ملتا ہے تو دوسری طرف اسی جذبے کا دوسرا عکس اپنے ہادی اعظم و آخر سے محبت کی صورت میں طلوع ہوتا ہے چنانچہ یہ جذبہ کبھی حمد و مناجات کی صورت اختیار کر گیا ہے تو کبھی نعت و سیرت کی شکل میں اظہار پاتا ہے۔

اگرچہ صوفیائے کرام کے دور اول میں یہ اصطلاحات تو سامنے نہیں آئیں لیکن ان کے اظہار و بیان میں حمد و نعت کے یہ موتی اپنی چمک دمک سے ضرور آنکھوں کو نور اور دلوں کو سرور بخشتے ہیں۔

مسلمان علماء و صوفیا جن میں سے ایک غالب اکثریت شعراء کی تھی، کے ہاں حمد و نعت کی یہ روایت کہیں اپنے نام کے ساتھ اور کہیں اپنے مفہوم کے ساتھ آگے بڑھتی رہی تا آنکہ مسلمانوں کی سیاسی بالادستی جو سینکڑوں سالوں تک محیط ہے کمزور ہوئی اور پھر 1857ء میں بالکل ختم ہوئی لیکن عشق رسالت مآب کی وہ شمع اپنی لو دینے میں کبھی بھی پیچھے نہ رہی البتہ یہ ضرور ہوا کہ سیاسی بالادستی کے دنوں میں سرور کون و مکان صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر زیادہ تر شمائل و مضمرات تک محدود رہا لیکن دور زوال میں یہ ذکر استمداد و استغاثہ کی صورت میں سامنے آیا ہے اور مسلمان شاعر اپنے شاندار ماضی کو یاد کرتے ہوئے دور ابتلا میں ایک بار پھر سرور کون و مکان صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے حضور التجائیں کرنے پر مجبور ہو جاتا ہے اس اعتبار سے دیکھا جائے تو دور ابتلا میں یہ تعلق یقیناً" مستحکم تر ہوتا نظر آتا ہے۔

برصغیر پاک و ہند میں پاکستان کب وجود میں آیا اس کے متعلق کہنے والا تو یہاں تک کہہ گیا کہ پاکستان تو اس دن بن گیا تھا جب یہاں پہلے مسلمان نے قدم رکھا لیکن قیام پاکستان کی تحریک کا فکری سطح پر آغاز اس دن ہو گیا تھا جب یہاں کے مسلمان نے اپنے آپ کو ہندو سے الگ تھلگ تہذیب و ثقافت کا مالک خیال کرنا شروع کر دیا لیکن سیاسی اعتبار سے تحریک پاکستان کا آغاز پاکستان کے نام کے بغیر 1857ء کی جنگ آزادی کے ساتھ ہی شروع ہو جاتا ہے۔

گویا تحریک پاکستان کا واضح تصور اس روز جنم لیتا ہے جب سینکڑوں سالوں کے بعد برصغیر کا مسلمان اپنے آپ کو مجبور اور سامراج کے سامنے کمزور سمجھنے پر مجبور ہو جاتا ہے یہ وہ گھڑی ہے جب شاعر اپنے وطن کی آزادی اور اپنے دین پر عمل کرنے کی واضح آزادی کے حصول میں سرگرداں ہونے کی جرات کرنے کے متعلق غور کرتا ہے۔

1857ء کی جنگ آزادی ہندوستانی مسلمانوں کی تہذیبی مذہبی سیاسی اور ادبی زندگی کا سب سے بڑا اور اہم واقعہ ہے۔ مسلمان علماء اگرچہ اس سے قبل مسلمانوں کو جہاد کے لئے ضرور ابھارتے تھے لیکن وہ جذبہ جو اپنے اندر سے خود ابھرتا ہے وہ بہرحال 1857ء نے ہی بیدار کیا مسلمان اگرچہ آزادی کی جنگ میں ہندوؤں سے تعداد میں کم تر تھے لیکن عملی جوش و خروش کا وہ مظاہرہ جو مسلمانوں کے ہاں دکھائی دیتا تھا ہندو اس سے محروم تھا۔ مسلمانوں نے اس جہاد آزادی میں بے مثال استقامت کا مظاہرے کرتے ہوئے جانی و مالی قربانیاں پیش کیں جس کا نتیجہ تھا کہ آزادی کی اس جنگ کی ناکامی کے بعد وحشیانہ قتل عام، تاراجی و غارت گری، ضبطیاں، قرقیاں، جلاوطنیاں اور ظلم و ستم کا سب سے پہلا نشانہ مسلمان ہی بنے اور یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ مسلمان عوام کے ساتھ ساتھ علماء و شعراء کی ایک بڑی تعداد جہاد آزادی میں شریک ہوئی اور پھر انگریز کے ظلم و ستم ہی کیا بہت سوں کو تو شہادت سے سرفراز ہونے کا موقع ملا مولانا مفتی کفایت علی کافی کو جرم آزادی کی سزا کے طور پر جب مراد آباد میں سرعام پھانسی کی سزا دی گئی تو آپ کے لبوں پر ان کی اپنی ہی لکھی ہوئی نعت تھی۔

کوئی گل باقی رہے گا نے چمن رہ جائے گا
پر رسول اللہ کا دین حسن رہ جائے گا

سب فنا ہو جائیں گے کافی و لیکن حشر تک
نعت حضرت کا زبانوں پہ سخن رہ جائے گا

اسی طرح مولانا فضل احمد امیر کا یہ شعر جب وہ گرفتار ہوئے ان کی زبان پر تھا

یہ خوشی حاصل ہے ہم ہوں گے شہید
جان دیں گے ہم رسول اللہ تیری آن پر

مفتی سید احمد گرفتار ہوئے قید و بند کی اندوہناک صعوبتیں برداشت کیں قید خانے میں آنحضرت کے حضور عرضداشت لکھی چند اشعار ملاحظہ ہوں

بندھے بند آہن سے سب دست و پا
رہا بند یک چند آب و غذا

نہ سنتا تھا جو کچھ وہ سب کچھ سنا
نہ ہوتا تھا جو کچھ وہ سب کچھ ہوا

لٹا گھر دیار وطن بھی چھٹا
چھٹے سب کے سب دوست اور آشنا

شہ داد گر وقت امداد ہے
خبر لیجئے جلد فریاد ہے

اسیری بہت اس پر اب شاق ہے
یہ سید رہائی کا مشتاق ہے

یہ چند شعری اقتباسات اس حقیقت کا مظہر ہیں کہ 1857ء کی جنگ آزادی کی ناکامی کے بعد مسلمان شعراء کے ہاں آزادی کی تڑپ میں بے چینی اور بے قراری ضرور پائی جاتی رہی ہے لیکن مایوسی نہیں کیونکہ وہ جانتے تھے کہ بہرحال حق کی فتح ہوگی اور دین مصطفےٰ اور نعت حضرت ہی غالب آئیں گے اس اعتبار سے غور کیا جائے تو جہاں نعتیہ شاعری نے مسلمانوں کے ہاں تکمیل ایمان کے لئے بنیادی کردار ادا کیا وہاں جنگ آزادی کی ناکامی کے بعد نعت کا کردار اور بھی خوش گوار اور مفید انداز اپنائے ہوئے آگے بڑھتا رہا۔

1857ء کی جنگ آزادی کے بعد وہ کون سا موقع ہے جہاں انگریز نے اپنی تہذیبی ثقافتی مذہبی اور

سیاسی بالادستی کو ثابت کرنے اور مستحکم تر بنانے میں کوئی کسر اٹھا رکھی ہو۔ تہذیبی اعتبار سے اس نے اسلامی تہذیب کو مسخ کرنے کے لئے اپنی فرنگی تہذیب کو متعارف کرانے میں کون سی کسر چھوڑی۔ مذہبی بالادستی قائم کرنے کے لئے عیسائی مشنریوں کا نہ صرف جال بچھا دیا بلکہ ساتھ ساتھ یہ بھی غور کیا کہ کس طرح مسلمانوں کو ان کے مرکز ثقل یعنی نبوت سے دور لے جایا جاسکتا ہے چنانچہ اس کے لئے باقاعدہ ایک جعلی مدعی نبوت کو بھی تیار کیا۔ سیاسی بالادستی کے لئے طرح طرح کی سازشیں کی گئیں لیکن انگریز کی ان ساری سازشوں کا مسلمان علماء و صوفیا' شاعروں اور اہل قلم نے بھرپور انداز سے رد کیا یہ الگ بات ہے کہ کہیں لہجہ دھیما تھا لیکن آنچ تیز تھی جبکہ کہیں دونوں ہی تیز تھے۔

اردو زبان میں نعت کے حوالے سے حالی' اکبر' اقبال' جوہر اور ظفر علی خان کی نعتیہ شاعری بلاشبہ تحریک آزادی کی آنچ کو تیز تر کرنے میں بنیادی کردار ادا کرتی ہے جبکہ علماء و صوفیا جن میں مولانا احمد رضا بریلوی' حسن رضا بریلوی' دیدار علی شاہ اور بیدم وارثی وغیرہ شامل ہیں نعت رسول کو عام کرنے میں ایڑی چوٹی کا زور لگاتے ہیں۔ اس اعتبار سے دیکھا جائے تو نعت کے قدیم و جدید رویے سب مل کر آزادی کی منزل کو قریب تر لانے میں شعوری یا غیر شعوری طور پر مصروف عمل دکھائی دیتے ہیں۔

یہاں یہ بھی عرض کرنا ضروری ہے کہ انگریز نے اپنی مذہبی بالادستی کو ظاہر کرنے اور تبلیغ عیسائیت کے لئے جگہ جگہ مشنری ادارے قائم کئے جو اردو اور دیگر مقامی زبانوں میں دھڑا دھڑ لٹریچر تیار کر کے سادہ لوح مسلمانوں کو عیسائی بنانے کے لئے کوششوں میں معروف ہوگئے تو ایسے وقت پر مسلمان شاعروں اور ادیبوں نے ایک طرف تو عیسائی مشنریوں کی کتب کے جواب تیار کر کے شائع کرائے جبکہ دوسری جانب مقامی زبانوں میں لوگوں کو اسلامی تعلیمات سے روشناس کرانے اور ان میں جذبہ حب رسول کو قائم کرنے استحکام بخشنے کے لئے مقامی زبانوں میں نعت و سیرت کا ایک بیش بہا ذخیرہ پیش کیا جس سے عام مسلمانوں کو اپنے دین کی پختگی اور سرور عالم صلی اللہ علی والہ وسلم سے قربت قائم کرنے اور آپ کی سیرت مطہرہ پر عمل پیرا ہونے کے مواقع ملے۔

اس اعتبار سے غور کیا جائے تو اردو' پنجابی' سندھی' بلوچی' بنگالی' پشتو وغیرہ میں ایک ایسا بیش بہا ذخیرہ نعت و سیرت غلامی کے اس دور میں تخلیق ہوا جس کے مطالعہ سے ایک طرف لوگوں میں دین سے تعلق کو مستحکم کرنے میں مدد ملی تو دوسری طرف اس استحکام کی بدولت لوگوں میں حب الوطنی کا جذبہ بیدار ہوا اور عوام الناس نے غلامی کی زنجیروں کو توڑ پھینکنے کا پختہ عہد کیا۔ اصل میں 1857ء کے بعد سے 1947ء تک کا عہد (جو اگرچہ اپنے اندر بھی کئی عہد رکھتا ہے) ایک تشکیلی اور انقلابی عہد ہے جس میں زندگی کی حقیقی قدروں اور ضرورتوں کے شعور نے نعت گو شاعروں کا لب و لہجہ بھی بدلا اور ملت اسلامیہ ہند کے نئے سیاسی و مذہبی کردار کی تشکیل و تہذیب کے لئے نعتیہ ادب میں ایسے

مقصدی موضوعات کا آغاز کیا جن کا تعلق آپ کی سیرت طیبہ سے زیادہ ہے۔

اس عہد میں اردو اور ہماری علاقائی زبانوں کی نعتیہ شاعری نے مسلمانوں کو دوبارہ کار زار حیات میں لانے اور میدان مسابقت میں اتارنے کے لیے وہ نمایاں کردار ادا کیا جس سے نعت اور تحریک پاکستان کا آپس میں گہرا تعلق ابھر کر سامنے آتا ہے اور ہم بلاشبہ کہہ سکتے ہیں ہے اگر پاکستان کا مطلب کیا لا الہ الا اللہ ہے تو لا الہ الا اللہ اس وقت تک مکمل نہیں ہوسکتا جب تک کہ محمد رسول اللہ (صلی اللہ علی والہ وسلم) کا اقرار و اظہار نہ کیا جائے۔

قیام پاکستان بلاشبہ جذبہ رسول کا فیضان ہے چنانچہ قیام پاکستان کے بعد پاکستان جسے قریہ اسم محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہونے کا اعزاز حاصل ہے میں حب رسول کو پروان چڑھنا تھا۔ اگرچہ پاکستان سے قبل ملت اسلامیہ موجودہ تھی لیکن ملت اسلامیہ ہند نے اسلامی نظریے کے فروغ اور اس پر عمل پیرا ہونے کے لئے پاکستان کو قائم کیا اس لئے پاکستان میں ذکر مصطفیؐ کو عام ہونا تھا اور ہوا۔

چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ پاکستان کے قائم ہوتے ہی نعت کو بے پناہ فروغ حاصل ہونا شروع ہوا۔ ایسا کیوں نہ ہوتا پاکستان تو حاصل ہی اس لئے کیا گیا تھا کہ ہم اس خطہ ارضی کو نظام مصطفیؐ کے نور سے روشن کر کے دنیا پر ایک مثال قائم کردیں گے۔

قیام پاکستان کے بعد جب نظام پاکستان کی تشکیل کا مرحلہ پیش آیا تو اگرچہ ہمارے سیاسی زعما تو کچھ نہ کرسکے لیکن ہمارے شاعروں نے نظام مصطفیؐ کے خدوخال اپنی نعتیہ شاعری میں یوں واضح کرنا شروع کردیئے جس سے سیرت رسولؐ اور انقلاب رسولؐ کی صدائے بازگشت دو ٹوک اور واضح انداز سے سامنے آئی اور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت اطہر کو زندگی کے ہر شعبے میں کامل رہنمائی کا درجہ دینے کی صدا بلند ہوئی چنانچہ ہمارے ہاں نعتیہ شاعری میں نہ صرف نئے نئے موضوعات سامنے آئے بلکہ نئے نئے اسالیب میں بھی نعت کہنے کا رواج عام ہوا۔

چنانچہ یہ ایک حقیقت ہے کہ تخلیق پاکستان کے مختلف مراحل میں ہماری نعتیہ شاعری نے نہ صرف ملت اسلامیہ ہند کی راہنمائی کی بلکہ آزادی کی لو کو تیز تر کرنے میں اہم کردار ادا کیا جبکہ پاکستان بننے کے بعد اسلامی دستور کی تدوین 1965ء کی پاک بھارت جنگ' 1971ء کے سانحہ ڈھاکہ اور نظام مصطفیؐ کی تحریک الغرض کون سا موقع ہے جہاں ہمارے نعتیہ ادب نے ہمیں نیا شعور عطا نہ کیا ہو۔

قمر زیدی نے ارتقائے فن کے سفر میں بہت ریاضت کی ہے۔ زبان و بیان کو لطیف تر بنایا ہے، موضوعات و افکار میں تنوع پیدا کیا ہے اور ان تمام فنی و معنوی محاسن کو ابھارا اور نکھارا ہے جو شعر میں تاثیر آفرینی کا سبب بنتے ہیں۔

(راغب مراد آبادی)

نووارد : غزلیات

شفاعت : حمد و نعت

تجدید : غزلیات

اور

باطن : غزلیات

کی اشاعت کے بعد قمر زیدی کا نعتیہ مجموعہ کلام

"انس"

عنقریب زیور طبع سے آراستہ ہو رہا ہے

رابطہ :

سی ۱۲۶ بلاک ۲ شارع فیصل کراچی پاکستان، فون 7782309 کراچی

نعت گوئی ایک عظیم سچائی ایک بے کنار موضوع

جاذب قریشی

انسانی تاریخ کے سفر میں بیسویں صدی ایک ایسی ابلتی ہوئی آتش فشاں چٹان کی تمثیل بن گئی ہے جس کے آس پاس آفات و امکانات کا شمار سہل نہیں ہے حیرتوں کے غیبی منظروں کے درمیان انسان زمینوں سے اڑ کر خلاؤں میں سیاروں تک جا پہنچا ہے۔ علمی و سائنسی بصیرتوں کی گہرائی اور عملی و تکنیکی قوتوں کے پھیلاؤ سے ذاتی اعتماد و اعتبار کو وہ نیا سائبان ملا ہے۔ جس میں بہت سے ارضی و سماوی تصوراتی چہرے اپنے رنگ اور اپنے خدو خال تبدیل کرتے ہوئے دکھائی دے رہے ہیں۔ تغیرات کا ایک سیلاب انسان کے باطن سے خارج تک کے معتبر عقائد کو تسلیم شدہ اصولوں کو اور زندہ تجربات کو خس و خاشاک کی طرح بہائے لئے جارہا ہے زلزلہ خیز نئے اجالوں میں بہت سی بلند حویلیاں شکستہ ہو کر پابوس ہوگئی ہیں لیکن اس ہولناک منظرنامے کے درمیان بھی محمد مصطفےٰؐ کی عظمتوں کو ان ذہنوں نے تسلیم کیا ہے جن کے سلسلے بیسویں صدی کے سائنسی علمی اور تکنیکی انقلاب سے جا ملتے ہیں قرآن کریم کی صداقتوں کو مقبولیت حاصل ہے کہ رسول اکرمؐ کے ان گنت عملی حوالے جدید انسانی فکر میں تحلیل ہو کر نئے زمانوں کی دستاویز میں لکھے جارہے ہیں۔ حضورؐ اقدس کا آخری خطبہ جدید دنیا کی سب سے بڑی قوموں کے انسانی منشور کی اساس ہے۔ اعتبار انسانی میں یہ بات بھی شریک ہے کہ تکوین کائنات اور تخلیق فطرت کا اولین محرک رحمت للعالمینؐ کی ذات گرامی کا پرتو ہے۔ آپؐ کی آمد کے بعد جن بہترین بشری سلسلوں کی ابتدا ہوئی ہے وہ آپؐ ہی کی ذات گرامی سے خود کو وابستہ کئے ہوئے ہیں۔ معلوم سے نامعلوم تک زمین و آسمان کے درمیان کوئی ایسی دوسری شخصیت نہیں ہے جو آپؐ کی مثال کہی جاسکے۔

محمدؐ کی ثناء کا پہلا نقش خدائے قدوس کی آواز میں قرآن حکیم کی آیات کے درمیان چمکا ہے جہاں سورہ حجر، سورہ نور، سورہ احزاب، سورہ آل عمران، سورہ مائدہ اور سورہ نساء کے علاوہ متعدد جگہوں پر مدحت مصطفےٰؐ کی خوشبو لکھی ہوئی ہے۔ مدح رسولؐ کی نظم شدہ تحریر کو عام طور پر نعت سمجھا جاتا ہے لیکن اہل علم و دانش نے اس قید کو توڑ دیا ہے اور حضورؐ کی مدحت میں لکھی ہوئی ہر نثر و نظم کو نعت کہا ہے۔ ملت اسلامیہ کی تمام زبانوں کے ادب میں نعت کو ایک ایسی صنف تصور کیا جاتا ہے جس میں حضورؐ کے اوصاف عالیہ کا تذکرہ کرتے ہوئے اپنی محبتوں کو اظہار میں لایا جائے۔ اللہ نے اپنے محبوب کی جو ثناء قرآن مجید میں لکھوائی ہے اسے اساسی اور معنوی دونوں سطحوں پر ابدیت حاصل

ہے۔

اللہ کی مدحت کے بعد رسول اکرمؐ کے حضور صحابہ کرامؓ بھی مدحت گزار رہے ہیں۔ حسان بن ثابت اور کعب بن زہیر' عبداللہ بن رواحہ اور علامہ نصیری کے علاوہ ایک بڑی تعداد عربی میں لکھنے والے غیر صحابیوں کی ہے جنہوں نے نعتیں لکھی ہیں لیکن جو شہرت و سعادت مذکورہ حضرات نے پائی ہے وہ کسی دوسرے کو نہیں مل سکی ہے حسان بن ثابتؓ کو تو شاعر دربار رسولؐ کہا جاتا ہے۔ حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ حضور اکرمؐ حسان بن ثابتؓ کے لئے منبر لگواتے اور نعت پڑھنے کی تلقین کرتے۔ حسانؓ کھڑے ہو کر حضورؐ کی جانب سے مدافعت و مناخرت کرتے تو حضورؐ فرماتے "بیشک اللہ تعالی حسانؓ کی مدد جبریل سے فرماتا ہے۔" قرآن کریم رب العالمین کا کلام ہے جس کے ایک ایک حرف سے سعادتوں اور نیکیوں کی بارش ہوتی ہے لیکن حضور اکرمؐ نے کسی قاری کو اس سے زیادہ عظمت و محبت نہیں فرمائی جو حسان بن ثابتؓ کو عطا کی ہے اس بات سے نعت لکھنے والوں کی اہمیت کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔

نعتیہ شاعری کی اپنی ایک تہذیبی روایت بھی ہے جو عربی سے فارسی میں منتقل ہوئی اور پھر اردو ہندی زبانوں کے علاوہ برصغیر کی تمام علاقائی زبانوں تک یوں پھیل گئی جس کی کوئی مثال کسی تاریخ ادب میں نہیں ملے گی۔ فارسی کے نامور شاعروں نے نعت گوئی کو اپنے ہنر' اپنی فکر' اپنی محبتوں اور تہذیبی قدروں کا اظہار بنایا ہے۔ عطار' نظامی' خاقانی' رومی' سعدی' جامی' امیر خسرو' عرفی' قدسی نظام الدین اولیاء اور اقبال نے نعت گوئی کے حوالے سے بھی بڑی اہمیت پائی ہے۔ اردو میں قلی قطب شاہ سے غالب تک تمام شاعر اپنے دیوان میں حمدیں اور نعتیں لکھتے اور عاشقانہ و تہذیبی عقیدت کے ساتھ پیش کرتے ہیں لیکن حالی نے جدید شاعری کی طرح جدید نعت کو بھی متعارف کرایا۔ انہوں نے پہلی بار آشوب عصر کی آگہی کو اور ملت اسلامیہ کے نامساعد حالات کو نعت کے حوالے سے پیش کرنے کی کوشش کی۔ حالی نے نعت کے عاشقانہ یا جمالیاتی اسلوب میں فکری و عملی عناصر کو شامل کیا۔ رسولؐ اکرم کی زندگی کو اپنی زندگی کے مسائل سے ملا کر خود کو سمجھنے اور سمجھانے کی ایک تازہ جہت کو مسدس حالی کی نعتیہ مناجات میں تلاش کیا گیا ہے۔

اے خاصہ خاصان رسل وقت دعا ہے
امت پہ تیری آکے عجب وقت پڑا ہے

حالی نے مشرقی اقدار کی شکست وریخت کو اسلامی تعلیمات سے دوری کو اور مسلمانوں کو انگریزی غلامی کی ذلتوں سے آگاہ کیا۔ جدید نعت کی اس روایت کے ساتھ نئے تقاضوں کے پیش نظر ہادی برحق

کے اسوہ حسنہ کو موضوع بنانے کا رجحان پیدا ہوا۔ اردو میں نعتیہ شاعری کی یہ ایک نئی توانائی اور ایک نئی صورت تھی۔ اس سے پہلے امیر مینائی' محسن کاکوروی اور بیدم وارثی نے اپنے تخلیقی اسالیب میں نعت کو آگے بڑھایا تھا۔ محسن کاکوروی نے اپنی لازوال نعت کے ذریعے ہند اسلامی تہذیب کو اور اپنی مٹی اور اپنے موسموں کی خوشبو کو نعت کا پیراہن دیا اور کہا کہ

سمت کاشی سے چلا جانب متھرا بادل
برق کے کاندھے پہ لاتی ہے صبا گنگا جل

محسن کاکوروی کا یہ نعتیہ اسلوب آگے چل کر غیر منقسم ہندوستان میں ایک نیا رجحان ثابت ہوا ان سب سے پہلے کرامت علی خان شہیدی اور غلام امام شہید وہ رسولؐ سے محبت کرنے والے تھے جنہوں نے نعت گوئی کے معیار کو بلند کرنے کی اہم کوششیں کی تھیں۔ ان دونوں شاعروں نے فارسی اور اردو زبانوں میں نعتیں لکھی ہیں۔ بیسویں صدی کے برصغیر میں فرنگیوں کی آمرانہ عملداریوں میں مسلمانوں پر ہونے والے تشدد کو شاعروں نے بھی محسوس کیا اور نعتیہ اسالیب میں اپنے احساس و خیال کا اظہار کرنے کی کوششیں کیں۔ احمد رضا خان' علامہ اقبال' محمد علی جوہر' ظفر علی خان' حسرت موہانی' جوش' حفیظ جالندھری نے حالی کے پیش کردہ نعتیہ اسالیب کو ایک ایسی جدید روایت کے ساتھ تخلیق کیا کہ نعت کو پوری توانائیوں کے ساتھ آگے بڑھنے کی سکت ملی۔ اقبال نے نعت کو نہ صرف فکر و عمل سے ہم آہنگ کردیا بلکہ اقبال اردو کے اہم ترین نعت نگاروں میں شمار کئے جانے لگے۔ انہوں نے اپنی شاعری میں سینکڑوں جگہوں پر آنحضرتؐ کی سیرت کا والہانہ اظہار کیا ہے جرمن شاعر گوئٹے کی مشہور نظم (نغمہ محمدی) کا آزاد ترجمہ بھی کیا جو "پیام مشرق" میں "جوئے آب" کے نام سے شامل ہے۔ اقبال کی شاعری کا حقیقی محور سیرت محمدیؐ اور اسوہ رسولؐ ہی ہے۔

کی محمدؐ سے وفا تونے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں

اس زمانے میں لطف بدایونی نے ایک ایسا شعر لکھا جس کی مثال نہیں مل سکے گی۔ انہوں نے لکھا کہ

رخ مصطفیٰ ہے وہ آئینہ کہ اب ایسا دوسرا آئینہ
نہ ہماری بزم خیال میں نہ دکان آئینہ ساز میں

لطف بدایونی نے اس شعر میں عاشقانہ جمالیات کو اور سیرت طیبہ کو ایک دوسرے سے اس طرح

پیوست کیا ہے کہ اس میں خدا اور انسان دونوں کے درمیان رسول اکرمؐ کی عظمت کا اعتراف ہوجاتا ہے۔ یہی وہ اسلوب تھا جس پر پاکستانی شاعروں نے حیات طیبہ کی عملی و فکری مادی و روحانی صداقتوں کو الگ الگ لکھ کر ایک عظیم وحدت میں دیکھنے کی کوشش کی ہے۔ رسول اکرمؐ کی بزرگی و برتری ایک چیلنج کی حیثیت رکھتی ہے نعت لکھنے والے قرآن و احادیث سے روشنی اخذ کرکے اپنی تمام تر ذہنی وجدانی صلاحیتوں کے ساتھ لکھنے کی خواہش کرتے ہیں اس طرح فن اور خیال ایک اعلیٰ معیار زندگی کے عمل کو تیز تر کردیتے ہیں۔

نعتیہ شاعری رسول امامؐ کے ان لمحات کا انتخاب کرتی ہے جو عصر حاضر میں بند دروازوں کو کھول سکیں پاکستان کے بعد نعتیہ شاعری میں اپنی شناخت رکھنے والے بزرگوں میں بہزاد لکھنوی، حمید صدیقی لکھنوی، یوسف ظفر، نعیم صدیقی، ماہر القادری، جگر مراد آبادی، شمیم ملیح آبادی، خورشید آراء بیگم، منور بدایونی اور رابعہ پنہاں کے علاوہ پچھلی دہائی میں جن شاعروں کی پہچان نعتیہ شاعری بنی ہے۔ ان میں حفیظ تائب، حنیف اسعدی، مظفر وارثی، اعجاز رحمانی اور مسرور کیفی کے نام سامنے آئے ہیں۔

حفیظ تائب تسلسل کے ساتھ نعتیں لکھ رہے ہیں انہوں نے سیرت طیبہ کے طاقوں میں بے شمار چراغ جلائے ہیں ان کی عقیدتیں بڑی گہری ہیں۔ وہ عربی اور فارسی لفظیات کے درمیان اردو کے لفظوں کو ایسی عاجزی سے لکھتے ہیں کہ نعت کا داخلی و خارجی وجود اجالے کی صورت اختیار کرجاتا ہے۔ حفیظ تائب کے اسالیب میں علمی و نظری سطح ابھرتی ہوئی دکھائی دیتی ہے لیکن ان کی روح کا گداز آئینے کو پگھلا دیتا ہے۔ حنیف اسعدی کا نام چند برسوں میں تواتر کے ساتھ آیا ہے۔ وہ سادہ اور سہل لفظوں میں جذبوں کی شدت کو اور لہجے کے بے ساختہ پن کو اس طرح لکھ دیتے ہیں کہ ان کی محبتیں ذات میں اترتی ہوئی محسوس ہوتی ہیں۔ حنیف اسعدی نے رسول اکرمؐ کے حوالے سے خالق کائنات کو پایا ہے وہ اپنے آقا کی محبت کو آسودہ زندگی کی اساس کہتے ہیں کہ اسی اچھاؤں میں انسانی رشتوں کی رفوگری کا ہنر سیکھا جاسکتا ہے۔ مظفر وارثی ان معتبر نعت لکھنے والوں میں شمار ہوتے ہیں جن کی نعتیں عمومی اور خصوصی شہرت و مقبولیت تک جا پہنچی ہیں۔ پاکستان، ہندوستان اور عرب ممالک میں مظفر وارثی کی نعتیہ آواز سنی جاتی ہے۔ پڑھی جاتی ہے۔ اور لحن میں لائی جاتی ہے ان کے بیشتر اسالیب استعاراتی ہیں جس کی بنا پر ان کی نعتیں تخلیقی روح کی پکار بن گئی ہیں جو فن کے اعتبار سے بھی تازہ اور خوبصورت ہیں اور اپنی معنویت میں بھی بھرپور اثر پذیریوں تک پہنچ جاتی ہیں۔ رسول اللہؐ کے نمائندہ کردار کو خصوصی طور پر اپنی نعتوں کا موضوع بنانا اعجاز رحمانی کی پسندیدگی کی بنیاد ہے۔ ان کی بیشتر نعتیں ہمیں ہماری عملی و فکری کوتاہیوں کا احساس دلاتی ہیں ان کے اسلوب میں آسان لفظ اظہار پاتے ہیں۔ وہ عمومی انداز کی نعت لکھتے ہیں اور احتجاجی شہرت حاصل کرلیتے ہیں۔ مسرور کیفی

نے نعتیں بہت لکھی ہیں۔ ان کی کئی کتابیں شائع ہو کر سامنے بھی آچکی ہیں۔ نعتوں میں وہ اپنے جذبوں کے کندن کو اور اپنی عقیدتوں کی تپش کو چمکاتے رہتے ہیں وہ چھوٹے چھوٹے لفظوں میں لکھتے ہیں اور اپنی خود کلامی کو جسم و جان کی آسودگیوں کا سبب بنا لیتے ہیں۔ مسرور کیفی کا اسلوب ایک ایسی چنگاری ہے جو ہواؤں میں اڑتی ہے روشن ہوتی ہے لیکن بجھتی نہیں ہے۔

گزشتہ چند دہائیوں میں ان گنت نعتیں لکھی گئی ہیں اور سینکڑوں کتابیں شائع ہوئی ہیں جن کی فہرست لکھنا تو محال ہے لیکن جو چند نام یادداشت میں ہیں ان میں صبا اکبر آبادی، سلیم گیلانی، عقیل ہوشیاپوری، محشر رسول نگری، احسان دانش، تابش دہلوی، راغب مراد آبادی، محشر بدایونی، شاعر لکھنوی، اقبال عظیم، اعظم چشتی، اقبال شوقی، عارف عبدالتین، شبنم رومانی، صہبا اختر، عبدالعزیز خالد، حافظ لدھیانوی، صبا متھراوی، قمر ہاشمی، صابر کوثر صاحبزادہ نصیر خالد احمد، اختر لکھنوی، اقبال صفی پوری، محمد علی ظہوری، عاصی کرنالی، جمیل عظیم آبادی صدیق فتح پوری، خالد عرفان، صبیح رحمانی، قمر وارثی، مسعود عظیم آبادی اور امید فاضلی شامل ہیں۔

شمیم احمد نے نعتیہ شاعری پر لکھتے ہوئے کہا ہے کہ "حیات نو کا مرکزی جوہر حضورؐ کی ذات گرامی ہے جو ایک مثالی اور باعمل معاشرتی نصب العین کا وہ مینارہ روشنی ہے جو پوری انسانی تاریخ میں ایک آئیڈیل معاشرے کی تعمیر کرتا ہے اور اسے اپنے ہاتھوں سے عمل میں بھی لے آتا ہے۔ جدید نعتیہ شاعری کی روح کوئی مذہبی تشخص نہیں ہے بلکہ وہ انسانی تہذیبی اور فکری شعور ہے جس نے دنیا کو ایک نئے موڑ سے اور ایک نئے جہت عمل سے آشنا کیا ہے۔" مدحت رسالت مآبؐ کے امتیازات کے اس مختصر تجزیے کے بعد کہا جاسکتا ہے کہ نعتیہ شاعر کے سامنے صرف ایک صنف سخن کی ضرورتوں کا مسئلہ ہی نہیں ہوتا بلکہ عظمت کی بے حد و بے حساب رفعتیں، خیال و احساس کے لئے اونچی اڑانوں کا سبب بنتی ہیں جہاں جنبش پر خود احتسابی چاہتی ہے۔ نعت ایسے سچے جذبوں اور ایسے پاکیزہ خیالات کی تصویریں اتارتی ہے جو ہر اعتبار سے محترم سمجھی جاتی ہیں۔ نعت شاعر کے ذہن و ضمیر کی آواز ہوتی ہے بلکہ پورے وجود کا اظہار ہوتی ہے۔ مدح رسولؐ عمومی اوصاف کا تذکرہ نہیں ہے دیکھنے میں آیا ہے کہ جو شاعر ہر کسی کی تعریف میں مبالغہ کی حدوں کو پار کرکے رائی کو پہاڑ بنانے کا فن جانتے تھے وہ مدحت رسولؐ میں ایسے ژولیدہ بیان ہوئے کہ ایک شعر بھی نہ لکھ سکے۔ سفلی جذبات کے اور مادی خواہشات کے لوگ نعت کے قابل نہیں ٹھہرتے۔ نعت لکھنے کے لئے ضروری ہے کہ حضور اکرمؐ کے حالات و واقعات سیرت اور ان کی تمام فکری و عملی فضیلتوں کا مطالعہ کیا جائے تاکہ جدت طرازی کے درمیان غلو آرائی سے بچا جاسکے۔ امیر حسن سنجری نے خواجہ نظام الدین اولیا سے شاعری میں مبالغہ کے بارے میں دریافت فرمایا تو آپ نے جواب دیا کہ "خواجہ صاحب نے لکھنے

والے کے ہنر مند ہونے کو ضروری قرار دیا ہے اور اشارہ کیا ہے کہ شعری صداقت حسن واثر پذیری میں اضافے کا سبب بنتی ہے۔ ذات ممدوح کے اوصاف سے بے خبری یا فریب خوردگی توصیف کے بجائے تردید بن جاتی ہے۔ نعت میں شعری تلازمات اور عظمت رسولؐ کے مقام کا شعور نعت کو ادب عالیہ میں برتر مقام دلا دیتا ہے اور ایسا قرینہ احترام رسالتؐ کے حوالے سے شہرت و سعادت کی علامت بن جاتی ہے۔ ہمارے عہد کی نعت گوئی کوئی رسمی چیز نہیں ہے یہ ہمارے سنجیدہ ترین ابلاغ اور پر خلوص جذبات سے دکی ہوئی شاعری ہے جس سے نعت گوئی کے سرمائے میں جدید تر اسالیب کا وہ بھرپور تجربہ شامل ہوگیا ہے۔ جو نعتیہ شاعری کو باقاعدہ فن کی شکل دیدے گا۔ نعتیہ شاعری کوئی صنف سخن نہیں ہے ایک عظیم موضوع ہے جس کے حوالے سے آخر میں ایک بات کا تذکرہ اور کرنا چاہوں گا کہ دنیا کی شاعری کے اساسی موضوعات کائنات انسانی اور ان دونوں کے درمیان پیدا ہونے والے عملی و فکری سوالات و واقعات ہیں لیکن نعتیہ شاعری کا مرکز اور اس کا دائرہ اور اس کے دائرے کے تمام پھیلاؤ ایک عظیم ذات ایک اکمل ترین انسان اور ایک لازوال نام سے وابستہ ہیں۔ رسول اکرمؐ ایک ایسے ممدوح ہیں اور ایک ایسا موضوع ہیں جن کی انفرادیت کو جن کی یکتائی کو اور جن کی بے کناری کو ان گنت اسالیب میں لکھنے کے بعد بھی کوئی قلم اپنی تحریر پر آسودہ نہیں ہوا ہے۔ رسول اکرمؐ کی حیات لازوال کو لکھنے والے تمام ہاتھ شرمندہ ہیں کہ وہ رحمت عالمین کی مکمل تصویر اتارنے سے قاصر ہیں اور ڈیڑھ ہزار سال سے حفیظ اسعدی کی طرح یہی دعا کر رہے ہیں کہ

یارب یہ تمنا ہے کہ نازل ہو وہ ہم پر
جو نعت ابھی قرض ہے قرطاس و قلم پر

چند مزید نعت نمبر .... ڈاکٹر آفتاب احمد نقوی

گورنمنٹ کالج شاہدرہ لاہور کے دو جلدوں پر مشتمل نعت نمبر کے آخر میں مطالعات نعت کے زیر عنوان حصے میں "پاکستان میں نعت نمبروں کی روایت" کے عنوان سے راقم الحروف نے ایک تعارفی مضمون تحریر کیا تھا جس میں پاکستان میں شائع ہونے والے 26 نعت نمبروں کا ذکر کیا گیا تھا۔ ظاہر ہے ایسے مضامین حرف آخر نہیں ہو سکتے کیونکہ تحقیق و اشاعت کا کام آگے بڑھتا رہتا ہے۔ چنانچہ اس مضمون کی اشاعت کے بعد کئی ایک نعت نمبر طبع ہو چکے ہیں جن کا مختصر سا تعارف حاضر ہے۔ یہاں یہ امر بھی واضح کرتا چلوں کہ متذکرہ بالا مضمون میں محبوب (لاہور) اور شاعری (راولپنڈی) کے مختصر نعت نمبروں کا تذکرہ نہ ہو پایا تھا جب کہ محراب و منبر (کراچی) کے نعت نمبر کے بارے میں نمبر نہ دیکھ پانے کی وجہ سے اشاعت کے بارے میں تو مطلع کر دیا گیا تھا لیکن مندرجات کے باب میں خاموشی (بہ امر مجبوری) اختیار کی گئی تھی بہرحال زیر نظر مضمون میں امکانی حد تک معلوم و دستیاب نعت نمبروں کا ذکر کیا جا رہا ہے' تاہم اس تحریر کو اوج کے نعت نمبر جلد دوم کے میرے مضمون "پاکستان میں نعت نمبروں کی روایت" کا تسلسل ہی خیال کیا جائے۔

محبوب' مئی 1972ء

ماہنامہ "محبوب" لاہور کا نعت نمبر مئی 1972ء میں شائع ہوا مدیر اعلیٰ صائم چشتی اور مدیر احمد علی قائد شرقوری ہیں۔ محبوب کے اس نعت نمبر کے 96 صفحات ہیں جس میں زیادہ حصہ نعتیہ کلام پر مشتمل ہے چھ مضامین بھی طبع ہوئے ہیں جن میں میاں شیر محمد شرقوریؒ کے بارے میں بھی ایک مضمون شامل ہے۔

شاعری' اپریل 1984ء

کتاب لڑی "شاعری" کا راولپنڈی سے شائع ہونے والا 78 صفحات پر مشتمل نعت نمبر اپریل 1984ء میں طبع ہوا جس میں چھیاسٹھ شعراء کا نعتیہ کلام شامل ہے مدیر اعلیٰ اختر امام رضوی اور مدیر امانت ندیم ہیں جب کہ مجلس ادارت میں رشید امجد اور راشد حسن رانا شامل ہیں۔ زیر نظر نعت نمبر میں حضرت ابو طالب سے لے کر محمد اجمل نیازی تک عربی اور فارسی کے چند ایک معروف شعراء کے ساتھ ساتھ اردو نعت کا ایک قابل قدر انتخاب شامل کیا گیا ہے نعت

نمبر میں شعراء کی ترتیب بہ اعتبار عہد ہے، تاہم نعت نمبر میں نثری حصہ شامل نہیں ہے کلام خاصا معیاری ہے لیکن اسے نعت کا جامع انتخاب قرار نہیں دیا جا سکتا۔

محراب و منبر، اکتوبر تا دسمبر 1989ء

سہ ماہی محراب و منبر کراچی کا 62 صفحات پر مشتمل نعت نمبر صاحبزادہ فرید الدین قادری کی ادارت میں اکتوبر تا دسمبر 1989ء کے شمارے کے طور پر شائع ہوا جس میں محمد علیم الدین قادری، ڈاکٹر غلام یحییٰ انجم، شمیم احمد اور مرشد علی خان کے مضامین کے ساتھ ساتھ دور حاضر کے تیس شعراء کا نعتیہ کلام طبع ہوا ہے بعض شعراء کے کلام کے ساتھ ان کا چند سطری تعارف بھی دیا گیا ہے۔ شامل اشاعت زیادہ تر شعراء کا تعلق کراچی سے ہے کلام کا معیار ملا جلا ہے۔

اوج، 93-1992ء

گورنمنٹ کالج شاہدرہ لاہور کے علمی و ادبی مجلہ اوج کا دو جلدوں پر مشتمل نعت نمبر 1993ء کے آخر میں طبع ہوا اس نمبر کی ترتیب و تدوین اور ادارت کا اعزاز راقم الحروف کے حصے میں آیا۔ مجلے کے سرپرست پروفیسر میاں مقبول احمد (پرنسپل) اور طالبعلم مدیران محمد ریاض اور علی احمد ہیں جلد اول 720 اور جلد دوم 736 صفحات پر مشتمل ہے دونوں جلدوں میں 40 صفحات مقامات مقدسہ اور کالج سے متعلق تصاویر کے لئے مخصوص ہیں۔ یوں یہ نعت نمبر تقریباً "1500 صفحات پر مشتمل ہے نعت نمبر کو 33 ذیلی عنوانات کے تحت ترتیب دیا گیا ہے جن میں نعت گوئی سنت رحمٰن، نعت فکر و فن، نعت چیست، نگر نگر میں نعت، پنجاب میں نعت، نعت گو شعراء سے قلمی مذاکرہ، نعت چند موضوعات، اردو عربی اور پنجابی نعت کے مطالعات و انتخاب، نعت تحقیق و تنقید، نعت کتابیات (اردو، پنجابی، سندھی) نعت خوانوں سے قلمی مذاکرہ، مختلف زبانوں میں نعت (تاریخ و تعارف) نعت ہی نعت (بائیس زبانوں میں نعت کے نمونے) نعت خوانی، غیر مسلم شعراء کا نعتیہ کلام اور مطالعات نعت جیسے متنوع عنوانات ہیں اوج کا نعت نمبر کیا ہے اور کیا نہیں ہے اس حوالے سے اخبارات و رسائل میں تبصرے شائع ہو چکے ہیں یہاں نعت نمبر کے حوالے سے صرف تین اہل علم کی آراء درج کی جاتی ہیں۔ آپ نے اپنے نام اور کام کی رعایت سے جو بلند پایہ کام سرانجام دیا ہے اس کی بناء پر پیروی کی زبان میں یہ کہنے کا حق رکھتے ہیں کہ

نہ شبم نہ شب پرستم نہ حدیث خواب گویم
ہمہ آفتاب ہستم ہمہ آفتاب گویم

(پروفیسر ڈاکٹر فرمان فتح پوری)

آپ کے رفقا کار کی محنت اور شیفتگی نے اس وسیلے سے شاہدرہ گورنمنٹ کالج کو امر کر دیا ہے ان کتابوں کی روشنی سے میرا گھر روشنی سے بھر گیا ہے۔

(سید ضمیر جعفری)

آپ نے بڑا کام کیا اور بڑے سلیقے سے کیا ایسے ہی کام ہوتے ہیں جن کے بارے میں بجا طور پر کہا جاتا ہے کہ توفیق ایزدی کے بغیر مکمل یا ممکن نہیں ہوتے! میرا احساس یہ ہے کہ اس کار بے مثال کے لئے وہاں آپ کا انتخاب ہوا۔ جہاں کے اذن اور اشارے کے بغیر انسان سے کچھ ممکن نہیں یہ صورتحال باعث رشک اور لائق فخر ہے (پروفیسر ڈاکٹر سید معین الرحمٰن)

سیرت طیبہ، اگست تا اکتوبر 1993ء

سیرت طیبہ کراچی کا 130 صفحات پر مشتمل نعت نمبر حصہ اول عبدالعزیز عرفی کی ادارت میں شائع ہوا جس میں عربی نعت کی تاریخ اور ابتدائی سرمایہ، برصغیر کے قدیم نعتیہ قصائد، 47ء کے بعد نعت گوئی حب رسول اور پشتون شعراء پنجابی زبان میں نعتیہ شاعری جیسے موضوعات پر مضمون نگاروں نے ہلکے پھلکے انداز سے مختصر مضامین تحریر کئے ہیں جب کہ مولانا ضیاء القادری، منور بدایونی اور حفیظ تائب کی نعت نگاری بھی مختصر مضامین کی شکل میں زیر بحث آئی ہے نعت نمبر میں چند ایک شعراء کے علاوہ زیادہ تر کراچی سے متعلق شعراء کا نعتیہ کلام بھی طبع ہوا ہے۔

سیرت طیبہ، نومبر 93ء تا جنوری 1994ء

سیرت طیبہ کا 128 صفحات پر مشتمل نعت نمبر حصہ دوم میں تابش دہلوی، حنیف اسعدی، مظفر وارثی، بہزاد لکھنوی، صبا اکبر آبادی اور صبیح رحمانی کی نعتیہ شاعری زیر بحث آنے کے ساتھ ساتھ بلوچی اور سندھی زبانوں میں نعت پر مختصر مضامین بھی شائع ہوئے ہیں فن نعت اور آداب نعت گوئی کے حوالے سے بھی خیال انگیز مضامین لکھے گئے ہیں جب کہ کچھ نعتیہ کلام بھی نمبر کی زینت بنا ہے برصغیر کے نعتیہ قصائد اور عربی نعت کی تاریخ کے حوالے سے پہلی جلد میں شائع ہونے والے مضامین کی دوسری اقساط بھی شامل اشاعت ہیں مجموعی طور پر سیرت طیبہ کے دونوں شمارے نعت کے حوالے سے بنیادی موضوعات کو اپنے دامن میں سمیٹے ہوئے ہیں۔

القول السدید، مارچ تا مئی 1994ء

ماہنامہ القول السدید لاہور کا شمارہ مارچ تا مئی 1994ء محمد طفیل اور جاوید اکبر قادری کی زیر ادارت 287 صفحات پر مشتمل نعت نمبر کے طور پر شائع ہوا ہے جس میں اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا بریلوی کی نعت نگاری کے حوالے سے اداریے کے علاوہ مولانا اختر الحامدی، راجا رشید محمود، ڈاکٹر فرمان فتح پوری، جلیل قدوائی اور محمد اسماعیل رضا ذبح کے طویل اور مختصر

مضامین شائع ہوئے ہیں۔ صفحہ 56 سے آخر تک "ثنائے مصطفیٰ بہ انداز امام احمد رضا" کے عنوان سے اعجاز اشرف انجم کی تالیف نعت نمبر کا حصہ ہے جس میں فاضل مرتب نے مولانا احمد رضا کی مختلف زمینوں میں مولانا حسن رضا سے دور حاضر تک کے معروف اور غیر معروف شعراء کا نعتیہ کلام ترتیب دیا ہے۔ اعجاز اشرف انجم کی زیر نظر کتاب (مشمولہ نعت نمبر) کے صفحہ 56 سے 72 تک میں کتاب کے تعارف اور دیباچوں کے طور پر پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد' محمد حنیف رامے' پریشان خٹک اور ڈاکٹر انعام الحق کوثر کی تحریریں شامل اشاعت ہیں جن میں فاضل مرتب کی کاوش کی تحسین کے ساتھ مولانا احمد رضا کی نعتیہ شاعری زیر بحث آئی ہے۔ یوں یہ نعت نمبر بنیادی طور پر مولانا احمد رضا بریلوی کی نعت نگاری اور اس کے اردو نعت پر اثرات کے حوالے سے پاکستان بھر میں شائع ہونے والے نعت نمبروں میں ایک امتیاز رکھتا ہے۔

ہلال' 30 مئی 1994ء

ماہنامہ ہلال راولپنڈی کا دو صد صفحات پر مشتمل صوری اعتبار سے انتہائی خوبصورت نعت نمبر مئی 1994ء کے آخر میں محمد ممتاز اقبال ملک کی زیر ادارت شائع ہوا جس میں آداب نعت (ڈاکٹر ریاض الحسن گیلانی' قرآن حکیم میں نعت رسول (ڈاکٹر آفتاب احمد نقوی) نعت اور ختم نبوت (شبیر حسین شاہ زاہد) کے موضوعات پر مقالات طبع ہوئے ہیں جب کہ حروف تہجی کی ترتیب کے ساتھ صفحہ 37 سے آخر تک قدیم اور جدید دور سے متعلق معروف اور غیر معروف شعراء کا نعتیہ کلام طبع ہوا ہے فاضل مدیر نے اس سے قبل ہلال کے مختلف سالوں میں ایمان افروز سیرت نمبر شائع کئے ہیں زیر نظر نعت نمبر اسی پاکیزہ سلسلے کی ایک کڑی ہے۔ نعتیہ شاعری کے انتخاب میں مدیر نے ایسی نعتیں شامل نہیں کیں جن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تو' تم' تیرا اور تمہارا سے مخاطب کیا گیا ہو۔ اس طرح کا اہتمام شام و سحر لاہور کے نعت نمبروں میں خالد شفیق نے بھی کرنا شروع کیا تھا۔ طباعت کے عمدہ معیار کے حوالے سے یہ نعت نمبر اب تک شائع ہونے والے نعت نمبروں میں امتیازی مقام رکھتا ہے۔

نعتیہ شاعری میں ہائیکو کی روایت ....

صبیح رحمانی

ہم جس دور میں سانس لے رہے ہیں وہ سائنسی تیز رفتاری کا ایک ایسا دور ہے جس میں تمام اشیاء چند روز بعد پرانی ہو کر اپنی جاذبیت کھو رہی ہیں۔ یہ صورت حال ہمیں زندگی کی ہر سطح پر دکھائی دے رہی ہے اور اسی عمل کا انعکاس ہمیں ادب میں بھی دکھائی دیتا ہے اور خصوصاً" اردو شاعری میں جس نے اپنی کم عمری کے باوجود ہمیں کئی تجربات سے آشنا کروایا ہے۔ یہ تجربے زبان کے بھی ہیں' اسلوب و اظہار کے بھی اور ہیت کے بھی۔ ہیت کے ضمن میں شعری تجربوں کے کئی نام گنوائے جاسکتے ہیں مثلاً آزاد نظم' نثری نظم' سانیٹ' ترائیلے' کنٹوز اور پروز پوئم وغیرہ یہ تمام اصناف شعر انگریزی اور فرانسیسی ادب کے ذریعے اردو ادب میں داخل ہوئیں اور ان کی کسی قدر پذیرائی بھی ہوئی لیکن وہ جتنی آب و تاب سے چمکی تھیں ان میں سے اکثر اتنی ہی تیزی سے گہنا گئیں۔ انہی غیر ملکی اصناف سخن کے ہمراہ پچھلے چند سالوں سے ایک اور صنف اپنے قدم اردو شعر کی سرزمین پر جما چکی ہے لیکن یہ صنف شعر انگریزی یا فرانسیسی ادب کے برعکس جاپانی ادب کے ذریعے اردو میں متعارف ہوئی ہے۔ ہائیکو کی صحیح پہچان کے سلسلے میں جاپانی قونصل خانے کراچی نے ایسے جامع اور ٹھوس اقدامات کئے ہیں جن کی بدولت اس کا حلقہ دن بدن وسیع تر ہوتا جا رہا ہے اور اس کے لکھنے پڑھنے والے پوری اردو دنیا میں موجود ہیں۔ علاوہ ازیں' دوسری اصناف سخن کی طرح "ہائیکو" بھی اردو کے سارے ادبی' رسائل و جرائد میں جگہ پا رہی ہے۔

اس تجزیئے کی روشنی میں ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ اردو شاعری اپنی کسی بھی مروجہ ہیئت میں جزوی یا کلی تبدیلی کا تجربہ برداشت کر سکتی ہے اور اردو میں ہائیکو کے نام سے ہونے والی شاعری بھی اسی ارتقائی عمل کی ایک کڑی ہے اردو ہائیکو کی عمر زیادہ نہیں لیکن جس تیزی سے ہائیکو تخلیق کئے گئے اور کئے جا رہے ہیں اس سے بخوبی یہ اندازہ ہو جاتا ہے کہ ہماری تخلیقی قوت کتنی جاندار اور روح عصر سے کتنی ہم آہنگ ہے اس ضمن میں ہمارے نقادوں کی خدمات بھی قابل قدر ہیں جنھوں نے اپنے بے لاگ تبصروں اور تعمیری تنقید کے ذریعے ہائیکو کی ہیت' جذبے' خیال اور عروضی پابندی کی نشاندہی کی ہے۔ یہ بات خوش آئند ہے کہ ہائیکو کی تخلیق کے ساتھ ساتھ تنقید نگاروں کی ایک بڑی تعداد سنجیدگی سے اس نوزائیدہ صنف شعر کو رطب و یابس سے محفوظ کرنے کے لئے کوشاں ہے۔

اب تک اردو ہائیکو کے سلسلے میں جو اہم تحریریں سامنے آئی ہیں ان میں ڈاکٹر وزیر آغا' ڈاکٹر فرمان فتح پوری' ڈاکٹر ابوالخیر کشفی' ڈاکٹر انور سدید' ڈاکٹر اے بی اشرف' پروفیسر سحر انصاری' پروفیسر محمد امین'

جمیل ملک' ڈاکٹر بشیر سیفی' امین راحت چغتائی' علی فرشی' رشید نثار' خاور اعجاز' قرۃ العین طاہرہ' شارق جمال ناگپوری اور رفیق سندیلوی کے مضامین خصوصیت سے قابل ذکر ہیں اردو ہائیکو کی شناخت اور اس کے خدوخال پر بہت کچھ لکھا جا چکا ہے اور لکھا جا رہا ہے لیکن ہمیں اس مضمون میں صرف ہائیکو میں نعت نگاری کا جائزہ لینا ہے اس لئے ہم ہائیکو کی فنی شرائط اور خصوصیات پر صرف ڈاکٹر فرمان فتح پوری کی رائے پیش کر کے بات آگے بڑھاتے ہیں اس پیراگراف سے ہائیکو کی فنی شرائط سے بخوبی آگہی ممکن ہے

"جاپانی ہائیکو کا خاص وزن و آہنگ مقرر ہے یہ وزن و آہنگ کم سے کم 17 ارکان پر مشتمل ہوتا ہے یعنی پہلا اور تیسرا مصرعہ صرف پانچ پانچ صوتی آہنگوں اور دوسرا مصرعہ سات آہنگوں سے بنتا ہے اردو میں بحر متقارب سے اس کے اوزان کو اس طور پر ظاہر کر سکتے ہیں

فعلن فعلن فع ۵
فعلن فعلن فعلن فع ۷
فعلن فعلن فع ۵

ہائیکو میں صرف تین مصرعے ہوتے ہیں وہ بھی قافیوں سے آزاد پہلا اور تیسرا مصرعہ باعتبار تعداد آہنگ یکساں اور مساوی دوسرا مصرعہ ان مصرعوں سے بقدر دو آہنگ بڑا ہوتا ہے

موضوع کے اعتبار سے ہائیکو کا تعلق عموماً مناظر فطرت اور موسموں کی خوشگواری اور رومانی طبیعتوں کی جمال پرستانہ امنگوں پر ہوتا ہے" (تجری اور چنیلی صفحہ نمبر 25 اور 26 مطبوعہ 1987ء قونصل خانہ جاپان کراچی)

یہاں یہ امر بھی قابل ذکر ہے کہ شروع میں ہائیکو کی ہیئت کو سختی سے اپنایا گیا لیکن اب شعراء ان پابندیوں پر توجہ نہیں دے رہے ہیں یہی وجہ ہے کہ ڈاکٹر وزیر آغا نے ہائیکو کے فن سے بے اعتنائی برتنے والے شعراء کو یہ مشورہ دیا ہے کہ

> "ہائیکو کے مزاج کو ملحوظ رکھا جائے چونکہ اردو میں پہلے سے ثلاثی (سہ حرفی) لکھنے کا عام رواج ہے اس لئے اگر ہائیکو کے اصل مزاج کو در خور اعتنا نہ سمجھا گیا تو اس بات کا خطرہ ہے کہ ہائیکو تدریجاً بدیر ثلاثی میں ضم ہو جائے گا"
>
> (اردو ادب راولپنڈی مطبوعہ اگست 1985ء)

جاپانی زبان میں ہائیکو روایت کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑتا جبکہ اردو ہائیکو موسمی مزاج رکھتے ہوئے روایت کو توڑتا ہے اور کسی نہ کسی خصوصیت کا رجحان تشکیل دیتا ہے اس کے موضوعات زندگی کی پھیلی ہوئی تلخ و شیریں حقیقتوں کے گرد گھومتے ہیں اس ضمن میں سرشار صدیقی کے وہ ہائیکو بھی قابل ذکر ہیں جو انہوں نے مختلف شخصیات کو موضوع بنا کر کہے ہیں۔ یہ خاکہ نگاری ہائیکو کو ایک نئی جہت سے آشنا کرے گی۔ پاکستان میں علمی' تخلیقی اور تحقیقی سرگرمیاں قرآن' حدیث' تفسیر اور سیرت نبوی پر مرکوز ہوا کرتی ہیں اور جہاں تک شعری سرگرمیوں کا تعلق ہے نعت گوئی مقبول سے مقبول تر ہوتی جا رہی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اپنے تعارف کے پہلے ہی مرحلے پر ہائیکو کہنے والے شعراء

نے اسے نعت کے زمزموں سے ہمکنار کرنے کی سعی کی ہے۔ جن ہائیکو نگاروں نے اپنے ہاں نعت کا باقاعدہ اہتمام کیا ان میں انجم اعظمی' علیم صبا نویدی' ڈاکٹر ریاض مجید' سرشار صدیقی' محمد اقبال نجمی' اکرم کلیم' مظفر وارثی' رضی الدین رضی' سید قمر ہاشمی اور راقم شامل ہیں اس کے علاوہ بھی کچھ شعراء نے اکا دکا نعتیہ ہائیکو کہے ہیں۔ ان ہائیکو نعتوں کے مطالعے سے پتہ چلتا ہے کہ ان شعراء نے ہائیکو کے ایمائی اظہار سے فائدہ اٹھا کر سرور کونینؐ کی مدح سرائی میں اپنی عقیدت مندی اور اخلاص کا اظہار ایک نئے انداز سے کیا ہے۔ ان ہائیکو نعتوں میں جس جامع اشاریت اور بلیغ رمزیت کا احساس موجود ہے وہ ہائیکو کی محاکاتی فضا کو مزید تقویت بخشتا ہے آیئے اس گلستان نعت کی سیر کریں جسے ہمارے ہائیکو نگاروں نے اپنے خلوص کی خوشبو اور فکر کی روشنی سے آراستہ کیا ہے۔

سید علیم الدین المعروف علیم صبا نویدی اردو کے علمی اور ادبی حلقوں میں کسی تعارف کے محتاج نہیں ان کا تعلق بھارت کے صوبے تامل ناڈو سے ہے لیکن ان کی شخصیت اور شاعری سے ہند و پاک کے تمام اہل علم خوب واقف ہیں وہ بے شمار کتابوں کے مصنف ہیں لیکن نعت گوئی سے انہیں خاص شغف ہے ان کی نعتیہ کتب میں "مراۃ النور" (نعتیہ کلام مطبوعہ 1988ء) "نور السموات" (نعتیہ سانیٹ کا مجموعہ مطبوعہ 1990ء) اور ان کے نعتیہ کلام کے انتخاب کا مجموعہ "ن" (مطبوعہ 1990ء مرتب ڈاکٹر محبوب پاشا) شامل ہیں علیم صبا نویدی نے نعتیہ ہائیکو کی تخلیق پر بہت توجہ دی ہے ان کے دو ہائیکو نظموں کے مجموعے "ترسیلے" (مطبوعہ فروری 1986ء) اور "شعاع شرق" (مطبوعہ مارچ 1987ء) میں زیور طبع سے آراستہ ہوئے ان دونوں مجموعوں میں حمدیہ و نعتیہ ہائیکو نظمیں خاصی تعداد میں موجود ہیں

وہ نبوت کے تاج کے حق دار
آدمیت کی اولیں تصویر
وہ ہیں خیرالامم' شہ ابرارؐ

نور ارض و سماء کامل
واقف راز جوہر کونین
شاہ کون و مکاں' عرب کا دل

آپ ہی آپ اول و آخر
آپ کا فیض روز محشر تک
آپ کا نور ساتوں عالم پر

وہ صدف آشنا گہر واقف
سرور کائنات' شاہ دیں
جوہر شیوہ نظر واقف

(ترسیلے ص 111'112)

وہ اک جام توحید کا لب بہ لب
وہ اک میکدہ نوری آیات کا
نبوت کا دل' تاج دار عرب

وہ انسانیت کا چمکتا نصیب
بدی کا تصور مٹاتا ہوا
خلوص و وفا' نیکیوں کا نقیب

وہ اک منبع علم و فن کا جلوس   وہ خیر البشر وہ ہے خیر الانام
ہے ارض و سما کی نگاہوں کا نور   جمال شعور زمیں آسماں
سراپا تجلی' سراپا خلوص   وہ ہے سب دھڑکتے دلوں کا بھرم

(شعاع شرق صفحہ نمبر24' 25)

محمد اقبال نجمی اپنی سوچ اور جدید حسیت کے حوالے سے اپنے عہد کے شعراء میں نمایاں دکھائی دیتے ہیں ان کی نعتیہ تخلیقات میں "آپ ؐ کی باتیں" (مطبوعہ 1988ء) اور "نعتیہ ہائیکو" (مطبوعہ 1990ء) شامل ہیں محمد اقبال نجمی کو "نعتیہ ہائیکو" کتابی صورت میں پیش کرنے کی اولیت حاصل ہے ان سے پہلے یا ان کے بعد مکمل نعتیہ ہائیکو پر مشتمل اردو میں کوئی اور کتاب شائع نہیں ہوئی 112 صفحات کی اس کتاب میں 8 حمدیہ ہائیکو اور 184 نعتیہ ہائیکو شامل ہیں کچھ ہائیکو ملاحظہ فرمائیں

ہو محمدؐ یا احمد و حامد
میری مشکل کے یہ ستارے ہیں
آپ کے نام کتنے پیارے ہیں

تیری چاہت کا معجزہ دیکھوں
سانس ٹوٹے تو میرے ہونٹوں پر
نام تیرا ہو جام تیرا ہو

کتنی صدیاں گذر گئیں لیکن
تیری جانب ہی دیکھا پایا
آدمیت کو ارتقاء کے لئے

آدمیت کو ناز ہے تجھ پر
تیری ہستی ہے خیر کا پیکر
تجھ کو خیرالانام کہتے ہیں

جدید دور میں مظفر وارثی نے نعت گوئی میں کئی نئے اسالیب کا اضافہ کیا ہے اور جدید زندگی کی

مجموعی کیفیت سے اپنے اسالیب اور پیرایہ اظہار میں ندرت پیدا کی ہے یہی وجہ ہے کہ وہ اپنے عہد کے نعتیہ منظرنامے پر بالکل الگ اور نمایاں حیثیت کے حامل دکھائی دیتے ہیں۔ مظفر وارثی کے کئی نعتیہ مجموعے شائع ہو چکے ہیں ان کے مجموعے کعبہ عشق مطبوعہ 1989ء میں صفحہ 169 اور 170 پر 6 نعتیہ ہائیکو شامل ہیں کچھ ملاحظہ ہوں

طائران تیرگی سب اڑ گئے
جس طرف سے بھی ہوا ان کا گذر
راستے حل کی جانب مڑ گئے

نور ہے اور نور سے آدم کی ہے
چھت پہ چڑھ کر دف بجاتی ساعتیں
آمد آمد نوشہ عالم کی ہے

کیا کہوں کیا ہے مظفر ان کی ذات
میں جو سمجھا ہوں تو سمجھا ہوں یہی
یہ جہاں ساحل سمندر ان کی ذات

ڈاکٹر ریاض مجید کی شخصیت فروغ نعت کے لئے مصروف عمل بے شمار اشخاص میں نمایاں حیثیت کی حامل ہے وہ بیک وقت ایک جدید لب و لہجے کے توانا شاعر' ایک معتبر نقاد اور نعت کے ایک عظیم محقق کی حیثیت سے خاصی شہرت رکھتے ہیں "اردو میں نعت گوئی" پر تحقیقی مقالہ لکھ کر پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کر چکے ہیں۔ حیّ علی اثنا (مطبوعہ اپریل 1991ء) ان کی پنجابی نعتیہ ہائیکو پر مشتمل کتاب ہے سہ ماہی "ادبیات" شمارہ 25 جلد 6 میں ڈاکٹر صاحب کے چند پنجابی نعتیہ ہائیکو کا اردو ترجمہ شائع ہوا ہے پنجابی کے ان نعتیہ "ہائیکو" کو ترجمے کے ذریعے اردو کا لباس انجم سلیمی نے پہنایا ہے ملاحظہ فرمائیں

ہائیکو میں لکھوں میں تیری نعت
پہنچے پنجاب سے ثناء تیری
چڑھتے سورج کی سرزمیں اوپر

جب بھی کاغذ پہ نام اس کا لکھوں
چاروں اطراف مرے مہک اٹھیں
نافہ کھل جائے نعت گوئی کا

سبز گنبد کے سائے میں دنیا
امن اور عافیت میں رہتی ہے
یہاں سورج بھی چھاؤں دیتا ہے

پروفیسر انجم اعظمی مرحوم ایک پختہ کار اور جدید حسیت کے شاعر اور معتبر نقاد تھے انہوں نے تنقید'

پابند شاعری اور نظموں کے حوالے سے جو کچھ بھی لکھا اسے ادبی دنیا میں بڑی اہمیت دی گئی انہوں نے کچھ نعتیہ ہائیکو بھی کہے لیکن افسوس وہ کہیں چھپ نہ سکے ان کا ایک نعتیہ ہائیکو ملاحظہ فرمائیں

آپ ؐ کا دست مبارک اٹھا
شہر و صحرا میں بہت دور تلک چرچا تھا
چاند دو ٹکڑے ہوا

(مطبوعہ چیری اور چنبیلی صفحہ 94 مطبوعہ 1987ء)

سرشار صدیقی کا نام جدید اردو شاعری میں ایک معتبر نام ہے انہوں نے کم و بیش تمام اصناف سخن میں طبع آزمائی کی ہے ان کی کئی کتابیں شائع ہو چکی ہیں "اساس" (مطبوعہ 1990ء) ان کا نعتیہ مجموعہ ہے جس میں پابند نعتیں اور آزاد نعتیہ نظمیں شامل ہیں سرشار صدیقی کے انفرادی لب و لہجہ اور توانا و تازہ اسلوب نے انہیں عصر حاضر کے نعت گو شعراء میں ایک منفرد مقام کا حامل ٹھہرایا ہے اساس کی اشاعت کے بعد انہوں نے کچھ نعتیہ ہائیکو کہے ہیں ملاحظہ فرمائیں

یہ میرا ایمان
اک ناطق ہے اک مطلق
بھیجے دو قرآن

اک رحمت کی نظر
دامن کا تو ذکر ہی کیا
بھر گیا میرا گھر

سجدوں کا حاصل
نام ان کا جیسے ہی آئے
جھک جاتا ہے دل

کاش ہو یوں انجام
دل میں ان کی یاد بسی ہو
لب پر ان کا نام

اکرم کلیم معروف شاعر ہیں ان کی ہائیکو نظموں کا ایک مجموعہ "طمانچے" کے نام سے 1987ء میں شائع ہوا ہے اور اس مجموعے کا ذکر راجا رشید محمود (جو نعتیہ ادب کے ایک ژرف بیں اور وسیع المطالعہ ناقد ہیں) نے اپنی کتاب "پاکستان میں نعت" (مطبوعہ 1994ء) کے صفحہ نمبر 63 پر کیا ہے جس سے معلوم ہوا کہ اس مجموعے میں 8 حمدیہ ہائیکو اور 13 نعتیہ ہائیکو شامل ہیں اکرم کلیم کے نعتیہ ہائیکو ملاحظہ فرمائیں

عالم بے ثبات میں، میں بھی
تیری نسبت کے ساتھ زندہ ہوں
تجھ سے کٹتا تو مرگیا ہوتا

یا محمدؐ ترے فقیروں کی
شان و شوکت عجیب دیکھی ہے
ان کی ٹھوکر میں بادشاہی ہے

(اکرم کلیم مطبوعہ نعت کائنات صفحہ نمبر 808 مرتبہ راجا رشید محمود)

رضی الدین رضی کے دو نعتیہ ہائیکو ماہنامہ شام و سحر کے نعت نمبر 6 میں چھپے ہیں

چار سو ظلمتوں کی آندھی تھی
ہر طرف تیرگی کا پہرہ تھا
آپ آئے تو روشنی آئی

ان کی تعریف میں کروں کیسے
نعت لکھوں تو کس طرح لکھوں
مجھ کو الفاظ ہی نہیں ملتے

(رضی الدین رضی ماہنامہ شام و سحر نعت نمبر 6 صفحہ نمبر 486 مطبوعہ 1987)

رضی الدین رضی ہی کے چار نعتیہ ہائیکو نعت کائنات میں شائع ہوئے ہیں جن میں سے مندرجہ بالا ایک ہائیکو ذرا سی تبدیلی کے ساتھ اس طرح لکھا گیا ہے

تیری تعریف ہم کریں کیسے
ہم تو ادنیٰ غلام ہیں تیرے
ہم کو الفاظ ہی نہیں ملتے

(رضی الدین رضی "نعت کائنات" صفحہ 808 مرتبہ راجا رشید محمود)

معروف شاعر اختر شمار ایک طویل عرصے سے قرطاس و قلم سے وابستہ ہیں ان کی ایک نعتیہ ہائیکو ملاحظہ فرمائیں

زیست کیسے شکست کھائے گی
موت مجھ کو سلام کرتی ہے
میں محمدؐ کا امتی ٹھہرا

(اختر شمار ماہنامہ اوراق صفحہ 50 مطبوعہ جون جولائی 1989ء)

سید قمر ہاشمی کے نعتیہ ہائیکو ملاحظہ ہوں

چھوٹ کر ہاتھ سے گری تلوار
جب یہودی نے عزم قتل کیا
خواب سے آپ ہو گئے بیدار

دشمنوں کو بنا لیا اپنا
اور حلقہ بگوش یاروں کو
یہ بھی اعجاز ہے رسالت کا

(سید قمر ہاشمی "نعت کائنات" صفحہ 807 مرتبہ راجا رشید محمود مطبوعہ 1994ء)

سلیم کوثر نوجوان شعراء میں بہت ممتاز ہیں ان کی پہچان غزل ہے لیکن انہوں نے جو چند نعتیں کہی ہیں وہ نعتیہ ادب میں اضافے کی حیثیت رکھتی ہیں۔ ان کی ایک نعتیہ ہائیکو ملاحظہ ہو

اس کا نام لکھو
جس کے نام کی برکت ہی
زندہ رکھتی ہے

(سلیم کوثر چیری اور چنبیلی صفحہ 27 مطبوعہ 1987ء)

بزرگ شاعر مقبول نقش کی کتاب "چشم خیال" مطبوعہ 1994ء میں یہ ایک نعتیہ ہائیکو شامل ہے

یہی وسیلہ ہے
صلی علیٰ محمدؐ
میرا وظیفہ ہے

عزیز احسن (سابقہ عزیز صابری) اپنے مرتب کردہ مجموعہ نعت "جواہر النعت" (مطبوعہ 1981ء) کے حوالے سے دنیائے نعت میں خاصی شہرت پا چکے ہیں۔ وہ ایک کہنہ مشق نعت گو کے علاوہ نعت کے ایک بالغ نظر قاری بھی ہیں۔ انہوں نے اپنے نعتیہ ہائیکو میں (5-7-5) کے اوزان کی پابندی کا بھی خیال رکھا ہے اور ہائیکو کے جاپانی مزاج کو بھی مد نظر رکھا ہے یعنی موسم اور اس کی گلکاریوں کے ذکر کے ساتھ ہائیکو تخلیق کیے ہیں۔ ملاحظہ ہوں

چاہت کی خوشبو
باغ رسالت سے پھیلی
ہر جانب ہر سو

کلیاں مدحت کی
ڈالی ڈالی پھول بنیں
باغ رسالتؐ کی

موسم کے سب رنگ
آقا ہی کے دم سے ہیں
زندگیوں کے ڈھنگ

راقم الحروف نے بھی اپنے مجموعہ نعت "جادہ رحمت" مطبوعہ 1993ء میں ہائیکو میں نعت کہنے کی روایت کو آگے بڑھانے کی سعادت حاصل کی ہے اس مجموعے میں 2 حمدیہ ہائیکو اور 10 نعتیہ ہائیکو شامل ہیں کچھ پیش خدمت ہیں

صرف مدینے میں
اور کہاں پر اگتے ہیں
سورج سینے میں

سیرت کے انوار
سورج بن کر ابھرے ہیں
ان کے پیروکار

یادِ پیغمبرؐ
روز چراغاں کرتی ہے
میری پلکوں پر

مہکی ہیں راہیں
پھیلی ہوئی ہیں طیبہ میں
خوشبو کی بانہیں

گورنمنٹ کالج شاہدرہ کے مجلے "اوج" کے نعت نمبر میں شامل "نعت گو شعراء سے قلمی مذاکرہ" میں حسین سحر (ملتان) نے صفحہ نمبر 673 پر، قمر حجازی (اوکاڑا) نے صفحہ نمبر 696 پر اور خلش مظفر (حیدر آباد) نے صفحہ نمبر 671 پر اپنے جوابات میں نعتیہ ہائیکو کہنے کا اعلان کیا ہے۔ افسوس کہ ان کے نعتیہ ہائیکو مجھے نہ مل سکے۔ نعتیہ ہائیکو کا یہ تذکرہ نامکمل ہے لیکن مندرجہ بالا ہائیکو نگاروں کے ان نعتیہ ہائیکو کا مطالعہ جدید نعت کے خدوخال کو اجاگر کرتا ہے اور ہمیں یہ احساس دلاتا ہے کہ آج جب اردو شاعری بیسویں صدی کی آخری دہائی پر دستک دے رہی ہے تو جدید نعت تلاش ذات سے اپنے عصر کی پہچان تک کے مرحلے طے کرتے ہوئے ایک ایسی منزل تک آپہنچی ہے جہاں ایک طرف تو دیار مدحت سرکار میں جذب و شوق وارفتگی اور خود سپردگی کے ان گنت چراغ روشن ہیں اور دوسری طرف سوچ اور اظہار کی تمام تر رعنائیاں شہر علم کی دہلیز پر سجدہ ریز نظر آتی ہیں اور یہی سوچ اور اظہار کی معراج بھی ہے۔

نوٹ : اس مضمون کی تیاری میں حضرت حسانؓ حمد و نعت بک بنک کی کتب سے استفادہ کیا گیا ہے۔ میں حضرت حسانؓ حمد و نعت بک بنک کے سربراہ غوث میاں کا اس عظیم تعاون پر ممنون ہوں خدا انہیں اس کی جزا دے۔

○

انتخاب نعت .... راجا رشید محمود

ایڈیٹر ماہنامہ "نعت" لاہور

قیام پاکستان کے بعد اب تک بہت سے انتخاب نعت، شائع ہوئے ہیں۔ ان میں زیادہ تر توذاتی پسند و ناپسند کی بنا پر مرتب ہوتے ہیں اور ان کی حیثیت یہ نہیں ہوتی کہ اس کے مرتب کرنے کی تاریخ تک نعت، کا جو ذخیرہ سامنے آیا ہے، اس کے منتخبات انتخاب شامل ہوں البتہ بعض انتخاب کسی خاص نقطہ نظر سے ترتیب دیئے گئے ہیں مثلاً" راز کاشمیری نے "صلی اللہ علیہ وسلم" ردیف کی نعتیں اور تابش قصوری نے (یا رسول اللہ علیک وسلم) ردیف کی نعتیں جمع کیں۔ سرگودھا؛ کراچی اور میانوالی کے شعراء کی نعتوں کے انتخاب شائع ہوئے۔ حیدر آباد کے شعراء اور ایک استاد شاعر کے شاگردوں کی نعتوں کا ایک مجموعہ مرتب ہوا۔ نیشنل بینک آف پاکستان کے شعراء کی نعتوں پر مشتمل ایک کتاب چھپی۔

بعض انتخاب ترتیب زمانی کے اعتبار سے مرتب ہوئے، بعض نعت، کے موضوعات کے لحاظ سے۔ "نقوش" کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نمبر (جلد دہم) میں اردو کے مرحوم شعراء کی نعتوں کا انتخاب شامل ہے، "بہار نعت"" میں حفیظ تائب نے بقید حیات پاکستانی شعراء کی نعتیں جمع کی ہیں۔

قیام پاکستان سے پہلے جو انتخاب چھپتے تھے، ان میں عام طور پر نعتوں کے ساتھ شاعروں کے نام نہیں ہوتے تھے۔ اس دور میں سیف کلانوری کا "بوستان نعت"" بڑا معیاری انتخاب ہے اور اس میں زیادہ تر نعتوں کے ساتھ شعراء کے نام بھی لکھے ہیں۔ اس انتخاب کی اہمیت اور افادیت آج بھی مسلم ہے۔

رسائل و جرائد کے نعت، نمبروں میں بھی انتخاب شامل ہوتا ہے۔ بعض میں نہایت دقیع مثلاً" "صریر خامہ" کا نعت، نمبر۔ چند جرائد کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نمبروں میں۔ انتخاب نعت محنت سے کیا گیا مثلاً" "خاتون پاکستان" کراچی کے رسول نمبروں (صلی اللہ علیہ وسلم" میں یہی انتخاب مناسب اضافوں اور ترتیب و تدوین کے ساتھ، بعد میں "ارمغان نعت"" کے نام سے شائع ہوا ہے۔

سینکڑوں انتخاب نعت، خوانی کیلئے مرتب اور شائع کئے گئے لیکن ان میں عام طور پر محاسن شعری اور زبان و بیان سے زیادہ ترنم کو پیش نظر رکھا جاتا ہے اور بیشتر نعتیں ایسی ہوتی ہیں جو شاعروں سے زیادہ قتامر نعت، خوانوں کی کمی ہوئی ہوتی ہیں اس لئے تاریخ ادب و شعر میں ان میں سے بیشتر کتابوں کا ذکر

نہیں ہو سکتا۔

بعض کتابیں جو نعت کی تاریخ اور اس کے ارتقاء سے بحث کرتی ہیں، ان میں بھی نعت کا انتخاب موجود ہوتا ہے مثلاً "ڈاکٹر فرمان فتحپوری کی "اردو کی نعتیہ شاعری" اور فضل فتحپوری کی "اردو نعت"

بعض رسالے کسی خاص شخصیت پر خصوصی اشاعت کا اہتمام کرتے ہیں تو اس شخصیت کی نعتوں کا انتخاب بھی شامل کردیا جائے مثلاً "ماہنامہ "نعت" لاہور کے کچھ نمبر۔

قیام پاکستان کے بعد شائع ہونے والے نعتیہ انتخابات کا سن وار ذکر درج ذیل ہے:۔

۱۹۵۵ء

☆ انتخاب کلام امیر مینائی۔ خالد مینائی۔ مطبوعہ لاہور۔

۱۹۶۰ء

☆ صحیفہ انوار۔ علامہ سید عشقی۔ مطبوعہ لاہور۔

۱۹۶۱ء

ماہنامہ "نور و ظہور" قصور۔ نعت نمبر۔ اگست ستمبر/ ربیع الاول ربیع الآخر ۱۳۸۱ھ ۔ جلد ۲۔ شمارہ ۱۶، ۱۷۔ مدیر اعلیٰ محمد علی ظہوری۔ ۹۳ صفحات۔ "نعت نمبر" میں صرف نعتیں ہیں۔ ۹ شعراء کی فارسی، ۳۹ شعراء کی اردو اور چھ شعراء کی پنجابی نعتیں شامل اشاعت ہیں۔ دائم اقبال دائم اور محمد علی ظہوری (ایڈیٹر) کا جو کلام شامل ہے وہ نعت نہیں۔ صفحہ ۴۵ کی نعت میں فنی معائب ہیں

۱۹۶۳ء

۱ ۔ بستان نبی صلی اللہ علیہ وسلم۔ کلام نبی۔ مطبوعہ کراچی۔ صفحات ۲۵۵۔ صفحہ ۸۷ تک فارسی، ۲۳۳ تک اردو کلام اور آخر میں ٹھمریاں ہیں۔ ان میں اکا دکا منقبت اور غزل بھی ہے۔ کلام کے ساتھ شعراء کے نام نہیں ہیں۔

۲ ۔ صلوۃ سلام۔ شفیق طارق۔ مطبوعہ لاہور۔ صفحات ۱۰۴۔ ادھر ادھر سے کچھ نعتیہ کلام اور کچھ

ایسی منظومات جن میں کہیں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اسم گرامی آیا ہے، اکٹھی کردی گئی ہیں۔ کلام غیر معیاری نہیں۔ شاعروں کے نام درج نہیں ہیں۔

۳ ۔ ہندو شعراء کا نعتیہ کلام۔ فانی مراد آبادی۔ مطبوعہ لائلپور (اب فیصل آباد) صفحات ۱۷۴۔ کتاب پر تاریخ اشاعت درج نہیں ہے البتہ "عرض مولف" کے آخر میں ۲۸/ ستمبر ۱۹۶۲ء کی تاریخ درج ہے۔

۱۹۶۴ء

۱ ۔ ثنائے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم حصہ اول۔ محمد علی ظہوری۔ مطبوعہ قصور۔ صفحات ۴۸۔ (بار دوم) اردو، فارسی، پنجابی نعتیں اور چند مناقب بھی ہیں۔

۲ ۔ "سیر و سفر" ملتان۔ نعت نمبر۔ میں نے یہ نمبر نہیں دیکھا۔ ڈاکٹر ریاض مجید نے اپنے پی ایچ ڈی کے مقالے میں لکھا ہے کہ اس کا دائرہ بھی نعتیہ انتخاب تک محدود ہے۔

۱۹۶۵ء

فانوس رحمت۔ انجمن فانوس ادب، کراچی

۱۹۶۶ء

نقش سعادت۔ ڈاکٹر سید ابوالخیر کشفی۔ مطبوعہ، کراچی

۱۹۶۷ء

نوائے سروش۔ نثار احمد۔ مطبوعہ، کراچی

۱۹۷۱ء

نعت رسول صلی اللہ علیہ وسلم۔ فیروز سنز لمیٹڈ۔ مطبوعہ لاہور۔ صفحات ۹۶۔ معیاری نعتیں شامل انتخاب ہیں۔

۱۹۷۲ء

۱ ۔ گلدستہ نقشبندی۔ محمد بشیر نقشبندی۔ مطبوعہ فیصل آباد

۲ ۔ ماہنامہ "محبوب" لاہور۔ نعت نمبر۔ مئی / ربیع الاول ۱۳۹۲ھ۔ جلد ۱۔ شمارہ ۱۰۔ مدیر اعلیٰ صائم چشتی۔ مدیر احمد علی (قائد) شرقپوری۔ صفحات ۹۲۔ ۴۳ نعتیں۔

۱۹۷۳ء

☆ مدح رسول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم۔ راجا رشید محمود۔ مطبوعہ لاہور۔ صفحات ۱۹۸۔ حصہ اول میں کم عمر بچوں کی ذہنی استعداد کو ملحوظ رکھا گیا ہے اور دوسرے حصے میں ایسی نعتیں شامل کی گئی ہیں جنہیں ثانوی اور اعلیٰ ثانوی جماعتوں کے طالب علم سمجھ سکیں۔

۱۹۷۴ء

اردو کی نعتیہ شاعری۔ ڈاکٹر فرمان فتحپوری۔ مطبوعہ لاہور۔ صفحات ۲۰۸۔ صفحہ ۱۲۰ سے ۱۲۷ تک عربی، فارسی اور ۲۰۸ تک اردو نعتوں کا انتخاب ہے۔

۱۹۷۵ء

۱ ۔ ارمغان نعت۔ شفیق بریلوی۔ مطبوعہ کراچی۔ مارچ۔ صفحات ۳۶۰۔ (ایک نسخہ جو طبع سوم بہ ترتیب نو ہے۔ اس کے صفحات ۳۸۴ ہیں) یہ زمانی ترتیب سے چودہ سو سالہ نعتوں کا انتخاب ہے۔ عربی، فارسی اور اردو نعتیں الگ الگ حصوں میں نہیں ہیں۔ بس زمانی ترتیب کا لحاظ رکھا گیا ہے۔ آخر میں علاقائی زبانوں میں بھی کچھ نعتیں شامل کی گئی ہیں اور غیر مسلموں کی ۱۳ نعتیں بھی ہیں۔

۲ ۔ الغنی یا رسول اللہ (صلی اللہ علیک وسلم) محمد منشا تابش قصوری۔ مطبوعہ لاہور۔ صفحات ۱۳۶۔ کتاب میں "یا رسول اللہ (صلی اللہ علیک وسلم) ردیف کی عربی، فارسی، اردو، پنجابی، سرائیکی، سندھی، ہندی اور ترکی نعتیں شامل ہیں۔

۳ ۔ خیر البشر (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے حضور میں۔ ممتاز حسن۔ مطبوعہ لاہور۔ صفحات ۲۸۸۔ کتاب میں ۳۳۲۔ اردو شعراء کی نعتوں کا انتخاب ہے۔

۱۹۷۷ء

۱ ۔ نعت خیر البشر صلی اللہ علیہ وسلم۔ سید فیضی۔ مطبوعہ اسلام آباد۔ صفحات ۸۶۔ اس میں دراصل ۲۱ فروری کو راولپنڈی میں ہونے والے کل پاکستان نعتیہ مشاعرہ میں پڑھی جانے والی نعتیں ہیں۔ ہر نعت کے ساتھ شاعر کا مختصر تعارف بھی ہے۔

۲ ۔ میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔ ام زبیر۔ مطبوعہ لاہور۔ صفحات ۱۷۶۔ صفحہ ۱۲۸ سے آخر تک نعتیہ انتخاب ہے جس میں "سرود رفتگاں" "سرود حاضر" اور "سرود سحر" کے عنوان سے نعتیں جمع کی گئی ہیں۔

۳ ۔ مجلّہ "صریر خامہ" شعبہ اردو، سندھ یونیورسٹی، حیدر آباد

مرتب حمایت علی شاعر۔ رمضان ۱۳۹۸ھ ۔ خواجہ بند نواز گیسو درازؒ سے ماہر القادری تک ۱۱۲ شعراء کی ایک ایک نعت اور نعت گو کا تعارف دیا گیا ہے۔

۱۹۷۸ء

۱ ۔ گلدستہ نعت۔ ضیاء محمد ضیاء و طاہر شادانی۔ مطبوعہ لاہور۔ صفحات ۲۴۰۔ کتاب میں ذکر میلاد، گلہائے نعت، بحضور رسالت، معراج النبی صلی اللہ علیہ وسلم، ہدیہ سلام اور انتظاریہ کے عنوانات سے نعتوں کا انتخاب کیا گیا ہے جو معیاری ہے۔

۲ ۔ نغمہ محبوب۔ محمد رفیق قادری رضوی۔ مطبوعہ ڈسکہ ضلع سیالکوٹ۔ صفحات ۹۶۔ میرے پیش نظر دوسرا ایڈیشن ہے۔ نہ معلوم پہلا ایڈیشن کس سن میں چھپا۔ کتاب میں اردو اور پنجابی نعتیں ہیں۔

۱۹۷۹ء

۱ ۔ مخزن نعت۔ محمد اقبال جاوید۔ مطبوعہ لاہور۔ صفحات ۲۹۴۔ اندرونی سرورق پر تحریر ہے "قدیم و جدید شعراء کے گلہائے نعت، قرآنی، علمی اور تاریخی اشارات کے ساتھ" شروع میں "نعتیہ شاعری ایک نظر میں" کے عنوان سے مقدمہ ہے۔ صفحہ ۴۰ سے ۱۰۶ تک "تبرکات" ہیں۔ پھر جدید اردو شعراء کی نعتیں "مسلک عقیدت" کے عنوان سے دی گئی ہیں۔ یہ نعتیں ردیف وار ہیں۔ چند صفحات پر غیر مسلموں کی نعتیں ہیں اور آخر میں خصوصی نگارشات برائے مخزن نعت ہیں۔

۲ ۔ خاصہ خاصان رسل صلی اللہ علیہ وسلم۔ ادارہ علم و فن پاکستان۔ مطبوعہ پشاور

۱۹۸۱ء

۱ - مدینہ نعت۔ نیر ندیم۔ مطبوعہ کراچی۔ صفحات ۱۴۳۔ کتاب میں ۱۱۰ شعراء کی نعتیں ہیں۔ انتخاب بڑی حد تک معیاری ہے۔

۲ - صل علی محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) میر واصف علی۔ مطبوعہ، کراچی۔

۳ - جواہرالنعت۔ عزیز صابری (عزیز احسن) مطبوعہ کراچی۔ عہد حاضر کے شعراء کا نعتیہ کلام۔ صفحات ۲۴۰۔ ایک مناجات۔ ۱۳۴ نعتیں۔

۴ - ماہنامہ "شام و سحر" لاہور۔ نعت نمبر(۱)۔ مدیر خالد بٹ (خالد شفیق) جلد ۷۔ شمارہ ۱،۲۔ جنوری / فروری۔ صفحات ۴۰۰۔ ایک حمد اور ۱۱۰ شعراء کی ۱۳۲، اردو نعتیں اور ۱۸ شعراء کی ۲۲ پنجابی نعتیں شامل انتخاب ہیں۔

۵ - مجلہ "کارواں" گورنمنٹ کالج، جھنگ۔ نعت نمبر۔ مرتب و مدیر اعلیٰ پروفیسر محمد حیات خان سیال۔ جز اول میں ضلع جھنگ کے شعراء کی ۵۹ نعتیں ہیں۔ جز دوم میں کالج اساتذہ کی ۴۴ نعتیں ہیں۔ تیسرے حصے "کروان" میں ۳۸ پنجابی نعتیں ہیں۔ صفحات ۲۴۸ ہیں۔

۶ - مجلہ "شاعری" راولپنڈی۔ نعت نمبر۔ مدیر اعلیٰ اعزازی اختر امام رضوی۔ صفحات ۸۰۔ حضرت ابو طالب سے محمد اجمل نیازی تک ۲۶ شعراء کی نعتیں ہیں جن کی ترتیب بہ اعتبار عہد ہے۔

۷ - پنجابی نعت۔ حفیظ تائب۔ مطبوعہ لاہور۔ جون۔ صفحات ۱۷۶۔ ۱۱۱ نعتیں۔

۱۹۸۲ء

۱ - نعت خاتم المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم۔ راجا رشید محمود۔ مطبوعہ لاہور۔ صفحات ۱۸۴۔ شعراء کے تخلص کے لحاظ سے حروف تہجی کی ترتیب سے نعتیں شامل انتخاب ہیں۔

۲ - نعت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم۔ یامین وارثی۔ مطبوعہ کراچی۔ صفحات ۱۳۲۔ بنیادی طور پر نعت خوانی کی محافل کیلئے نعتیں جمع کی گئی ہیں۔

۳ - "شام و سحر" لاہور۔ نعت نمبر۔ نقش ثانی۔ مدیر خالد بٹ (خالد شفیق) جلد ۸۔ شمارہ ۱،۲، جنوری / فروری۔ ایک حمد۔ ۶ نعتیہ قصائد۔ ۸ نعتیہ نظمیں، ۶ منظوم سراپائے مبارک ایک پنجابی سراپا ہے۔ اس کے علاوہ ۹۷ شعراء کی ۱۵۶ اردو نعتیں اور ۱۸ شعراء کی ۳۱ پنجابی نعتیں ہیں۔

۱۹۸۳ء

۱ - منتخب نعتیں۔ ۸۱ - ۸۲، تابش صدیقی۔ مطبوعہ راولپنڈی۔ صفحات ۲۲۴۔ سال ۸۲-۱۹۸۱ء کے

دوران شائع ہونے والی نعتوں کا انتخاب ہے۔ انتخاب معیاری ہے۔

۲ - ورفعنا لک ذکرک سید انجم جعفری۔ مطبوعہ میانوالی۔ صفحات ۱۱۲۔ ضلع میانوالی کے شعراء کا نعتیہ کلام ہے۔

۳ - مجموعہ نعت۔ سید محمد عثمان پیرزادہ۔ مطبوعہ لاہور۔ صفحات ۲۱۵۔ حسن ترتیب عنقا ہے۔

۴ - گل چیدہ۔ حفیظ تائب۔ مطبوعہ لاہور۔ صفحات ۶۴۔ دس شعراء کی نعتوں کا انتخاب ہے۔ ساتھ میں شعراء کا تعارف بھی دیا گیا ہے۔

۵ - شان محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ محبت خاں بنگش۔ مطبوعہ کوہاٹ۔ اس میں کوہاٹ کے شاعروں کا حضور رسول انام علیہ صلوٰۃ والسلام کے دربار پرانوار میں نعتیہ نذرانہ عقیدت ہے۔ کتاب ۱۷ صفحات پر مشتمل ہے اور اس میں ۲۴ شعراء کی نعتیں ہیں۔

۶ - ماہنامہ "شام و سحر" لاہور۔ نعت نمبر ۳ - جلد ۹ - شمارہ ۱،۲۔ جنوری / فروری۔ صفحات ۳۶۰۔ دو حمدیں، ۹۳ شعراء کی ۱۹۸ اردو نعتیں۔ دس نعتیہ نظمیں، ایک قصیدہ اور ایک سراپا بھی ہے۔ ۱۴ شعراء کی ۲۴ پنجابی نعتیں، تین پنجابی نعتیہ نظمیں اور تین شعراء کی دس پنجابی آزاد نعتیہ نظمیں بھی دی گئی ہیں۔

۱۹۸۴ء

۱ - شان مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم۔ یامین وارثی۔ مطبوعہ کراچی۔ صفحات ۱۲۶۔

۲ - صلی اللہ علیہ وسلم۔ فاضل حمیدی۔ مطبوعہ شہداد پور۔

۳ - ثنائے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم۔ اکمل اویسی پیرزادہ۔ مطبوعہ لاہور۔ صفحات ۹۶۔ اردو اور پنجابی نعتیں ملی جلی ہیں۔

۴ - ماہنامہ "تحریریں" لاہور۔ نعت نمبر ۱۔ جلد ۱۳۔ شمارہ ۳، ۴۔ مارچ / اپریل۔ صفحات ۹۶۔ ایڈیٹر زاہدہ صدیقی۔ تین شعراء کی حمدیں۔ ۲۵ اردو شعراء کی ۵۳ نعتیں (ایک نعتیہ قصیدہ) اور دو پنجابی نعتیں ہیں۔

۵ - مجلہ "لفظ ہمارے" لودھراں۔ جون ۱۹۸۴ء۔ مرتب مبشر وسیم لودھی۔ صفحات ۱۱۲۔ ایک حمد، ایک نعتیہ مسدس۔ ۸۵ نعتیں اور دو قطعات ہیں۔

۶ - مجلہ "نقوش" لاہور۔ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نمبر۔ جلد دہم۔ مدیر محمد طفیل۔ شمارہ ۱۳۰۔ جنوری۔ صفحات ۷۵۶۔ "انتخاب نعت" عربی میں ۴۲ شاعروں کا اور "انتخاب نعت" فارسی میں ۵۱ شاعروں کا کلام ہے۔ اردو کے حوالے سے "درود و سلام" کے زیر عنوان ۲۶، قصائد کے تحت ۱۸،

مثنوی کے تحت ۱۵، مسدس مخمس کے تحت ۱۱، نظموں کے تحت ۱۱، آزاد نظم کے تحت ۳، تضمین کے تحت ۷، رباعیات و قطعات کے تحت ۱۱ "متعلقات" کے عنوان سے ۲۵ اور "نعتیہ غزل" کے عنوان سے ۱۳۶ نعتیں شامل اشاعت ہیں۔

۱۹۸۵ء

۱ ۔ بزم رسالتؐ۔ حاجی گل بخشالوی۔ ناشر قلم قبیلہ کھاریاں ضلع گجرات۔ صفحات ۲۵۴۔ اس انتخاب کی خصوصیت یہ ہے کہ تقریباً ہر شاعر کے نام کے ساتھ اس کا پتہ بھی چھاپا گیا ہے۔

۲ ۔ انوار حرمین۔ صدیق اسماعیل۔ مطبوعہ کراچی۔ صفحات ۲۰۸۔ مختلف زبانوں میں نعتیں ہیں لیکن کسی ترتیب سے نہیں۔ اکا دکا نظمیں بھی شامل کتاب ہیں۔

۳ ۔ نور مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم۔ یامین وارثی۔ مطبوعہ کراچی۔ صفحات ۱۱۶

۴ ۔ گلہائے عقیدت۔ قیصر مشہدی۔ مطبوعہ کراچی۔ صفحات ۱۴۴۔ شروع کے ۲۶ صفحات پر نعتوں کا انتخاب ہے۔

۵ ۔ "تحریریں" لاہور۔ نعت نمبر ۲۔ جلد ۱۵، شمارہ ۱۰۔ جنوری، صفحات ۹۶۔ ایک حمد اور ۴۳ شعراء کی ۷۷ اردو نعتیں ہیں۔ آخر میں چار پنجابی نعتیں بھی ہیں۔

۶ ۔ "تحریریں" لاہور۔ نعت نمبر ۳۔ جولائی / اگست۔ جلد ۱۵، شمارہ ۷، ۸۔ صفحات ۴۰۔ ۳ حمدیں، ۲۹ اردو نعتیں اور ۲ پنجابی نعتیں ہیں۔

۷ ۔ "شام و سحر" لاہور۔ نعت نمبر ۴۔ جنوری / فروری۔ جلد ۱۱، شمارہ ۱، ۲۔ مدیر اعزازی خالد شفیق۔ صفحات ۳۹۲۔ ۷۵ شعراء کی ۱۵۱ اردو نعتیں اور ۲۱ اردو نعتیہ نظمیں ہیں۔ حصہ پنجابی میں ۱۸ شعراء کی ۲۹ پنجابی نعتیں ہیں۔

۸ ۔ جدید پنجابی نعت۔ عصمت اللہ زاہد (اب ڈاکٹر) مطبوعہ لاہور۔ ۱۹۸۵ء۔ صفحات ۱۲۸۔ ۷۰ نعتیں ہیں۔

۹ ۔ مجلہ "کھاری" شاہدرہ لاہور۔ نعت نمبر (پنجابی)۔ کتاب لڑی نمبر ۲۸، ۲۹۔ مرتب اقبال زخمی۔ صفحات ۳۵۲۔ ایک حمد اور ۱۴۳ پنجابی نعتیں ہیں۔

۱۹۸۶ء

۱ ۔ مجموعہ سلام بارگاہ خیر الانام صلی اللہ علیہ وسلم۔ انیس احمد نوری۔ مطبوعہ سکھر۔ صفحات ۹۶۔

۲ ۔ انوار حرم (اول) مجلس احباب ملت۔ مطبوعہ کراچی۔

۳ ۔ "شام و سحر" لاہور۔ نعت نمبر ۵۔ جلد ۱۲۔ شمارہ ۱، ۲۔ جنوری / فروری۔ صفحات ۴۹۵۔ مدیر اعزازی خالد شفیق۔ ۴ حمدیں، ۸۵ شعراء کی ۱۷۳ اردو نعتیں۔ ۳۶ نعتیہ نظمیں اور ۱۳ شعراء کی ۲۵ پنجابی نعتیں ہیں۔

۴ ۔ "تحریریں" لاہور۔ نعت نمبر ۴۔ جولائی / اگست۔ جلد ۱۶۔ شمارہ ۷، ۸۔ مدیرہ زاہدہ صدیقی۔ صفحات ۸۰۔ ایک حمد، ۳۶ شعراء کی ۶۷ اردو نعتیں اور دو پنجابی نعتیں ہیں۔

۱۹۸۷ء

۱ ۔ قلزم رحمت (امیر مینائی کی نعتوں کا انتخاب) راجا رشید محمود۔ مطبوعہ لاہور۔ صفحات ۹۶۔ شروع میں ایک تحقیقی مقدمہ ہے۔

۲ ۔ میرے آقا میرے حضور صلی اللہ علیہ وسلم۔ ریاض ندیم نیازی۔ مطبوعہ لاہور۔ صفحات ۱۳۹۔

۳ ۔ صلوٰۃ و سلام۔ شفیق طارق۔ مطبوعہ لاہور۔ بار دوم۔ مئی۔ صفحات ۱۰۴۔ کتاب دو رنگوں میں چھپی ہے لیکن اس میں نعتیں بھی ہیں، نظمیں بھی، قطعات اور اشعار بھی۔ نہ کسی شاعر کا نام ہے نہ کوئی ترتیب ہے۔

۴ ۔ "شام و سحر" لاہور۔ نعت نمبر ۶۔ جلد ۱۳۔ شمارہ ۱، ۲۔ جنوری / فروری۔ صفحات ۶۲۷۔ مدیر اعزازی خالد شفیق۔ دس حمدیں۔ ۹۷ شعراء کی ۱۵۳ اردو نعتیں اور ۱۶ نظمیں، قطعات، ہائیکو وغیرہ ہیں۔ دو پنجابی حمدیں، ۱۹ شعراء کی ۳۳ پنجابی نعتیں اور تین پنجابی نعتیہ نظمیں ہیں۔

۱۹۸۸ء

۱ ۔ منتخب نعتیں۔ ضیاء ساجد۔ مطبوعہ لاہور۔ صفحات ۹۶۔ اردو اور پنجابی نعتوں کا انتخاب ہے۔ حسن ترتیب نہیں ہے۔

۲ ۔ رحمت تمامؐ۔ بزم ادب نیشنل بینک آف پاکستان۔ مطبوعہ کراچی۔ صفحات ۱۷۳۔ کتاب میں ۴۲ شاعروں کا نعتیہ کلام ہے۔

۳ ۔ شان رسالتماب (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ اللہ۔ منور قادری۔ مطبوعہ لاہور۔ صفحات ۱۱۲۔ بیشتر نعتیں ماہنامہ "آستانہ" دہلی کی کتابت میں ہیں۔

۴ ۔ کالی کملی والے تجھ پر لاکھوں سلام۔ منور قادری۔ مطبوعہ لاہور۔ صفحات ۱۱۲۔ قریباً" آدھے سلام علامہ ضیاء القادری بدایونی کے ہیں۔ نعتیں "آستانہ" دہلی سے لی گئی ہیں۔

۵ ۔ گلدستہ سلام بحضور سید الانام صلی اللہ علیہ وسلم۔ رفیق احمد کلام رضوی۔ مطبوعہ کراچی۔ صفحات ۹۶ ۔ ۷۵ شعراء کے سلام ہیں۔

۶ ۔ شان مظہر جلیل۔ منور قادری۔ مطبوعہ لاہور۔ صفحات ۱۱۲۔ ماہنامہ "آستانہ" دہلی کی کتابت میں نعتیں ہیں۔

۷ ۔ مجموعہ نعت۔ سید نور محمد قادری۔ مطبوعہ لاہور۔

۸ ۔ نور سخن۔ نور احمد میرٹھی۔ مطبوعہ کراچی۔ صفحات ۲۴۰۔ ۱۳۹ غیر مسلم شعراء کے نعتیہ کلام کا انتخاب ہے۔ اس سے پہلے فانی مراد آبادی کی کتاب "ہندو شعراء کا نعتیہ کلام" میں قریباً" اڑھائی سو نعتیں تھیں۔ عبدالمجید خادم سوہدروی اور مکتبہ رضائے مصطفیٰ گوجرانوالہ نے بھی دو کتابیں مرتب کرکے شائع کی تھیں۔ ماہنامہ "نعت" لاہور کے چار شمارے "غیر مسلموں کی نعت" کے عنوان سے اب تک شائع ہو چکے ہیں۔ (اگست ۱۹۸۸ء۔ جون ۱۹۸۹ء۔ جون ۱۹۹۰ء۔ جولائی ۱۹۹۲ء)

۹ ۔ کشف العرفان فی طراوۃ الایمان و ازدیاد الایقان۔ ڈاکٹر نور محمد ربانی۔ مطبوعہ کراچی۔ صفحات ۳۲۸۔ صفحہ ۲۲۵ سے آخر تک اردو نعتیں ہیں۔

۱۰ ۔ نعت حافظ (حافظ پیلی بھیتی کے آٹھ نعتیہ دواوین کا انتخاب) راجا رشید محمود۔ مطبوعہ لاہور۔

۱۱ ۔ نوری کرن۔ محمد میاں نوری۔ مطبوعہ حیدر آباد۔ بار اول۔ فروری۔ چھوٹے سائز کے ۳۲ صفحات۔

۱۲ ۔ ماہنامہ "نعت" لاہور۔ فروری ۱۹۸۸ء۔ جلد ۱، شمارہ ۲، "نعت کیا ہے؟" کے موضوع پر اشاعت خصوصی۔ ۱۱۲ صفحات (بعد میں اپریل ۱۹۸۸ء کے ماہنامہ "نعت" میں اس موضوع پر تمین اور جون ۱۹۸۸ء کے شمارے میں ایک نظم شائع کی گئی)

۱۳ ۔ ماہنامہ "نعت" لاہور۔ مارچ ۱۹۸۸ء، مئی ۱۹۸۸ء۔ جلد ۱، شمارہ ۳، ۵۔ "مدینتہ الرسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم" کے موضوع پر خاص اشاعتیں۔ مدینہ کریمہ کے بارے میں ۲۹ منظومات اور "مدینہ" ردیف کی ۲۳ نعتوں کا انتخاب (اس موضوع پر تیسرا حصہ جون ۱۹۹۳ء میں شائع کیا گیا جس میں ۳۰ مزید منظومات کے منتخب اشعار چھاپے گئے)

۱۴ ۔ "نعت" لاہور۔ جولائی ۱۹۸۸ء جلد ۱، شمارہ ۷، "نعت قدسی"۔ ۱۱۲ صفحات قدسی کی مشہور نعت "مرحبا سید کی مدنی العربی" پر کہی گئی ۹۱ خمیسوں کے منتخب بند اور قدسی کی زمین میں کہی گئی پانچ

نعتیں۔

۱۵ ۔ "نعت" لاہور۔ اگست ۱۹۸۸ء جلد ۱، شمارہ ۸، "غیر مسلموں کی نعت" (حصہ اول) ۱۱۲ صفحات۔ ۳۹ غیر مسلم شاعروں کے نعتیہ کلام کا انتخاب (بعد میں ماہنامہ "نعت" کی جون ۱۹۸۹ء، جون ۱۹۹۰، جولائی ۱۹۹۲ء کی تین اشاعتوں میں ۳۳۶ صفحات پر اسی موضوع پر مضامین اور غیر مسلموں کی نعتیں چھاپی گئیں)

۱۶ ۔ "نعت" لاہور۔ اکتوبر، نومبر، دسمبر۔ جلد ۱، شمارہ ۱۰، ۱۱، ۱۲۔ تین شمارے "میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم" کے عنوان سے شائع کئے گئے۔ ۳۳۶ صفحات۔ ۷۰ شعراء کی میلادیہ نعتیں چھاپی گئیں۔ (بعد میں اکتوبر ۱۹۹۰ء کا شمارہ بھی اسی موضوع پر شائع کیا گیا جس میں ۱۲ میلادیہ منظومات کے علاوہ راقم کا ۶۷ صفحات کا ایک مضمون "نعت میں ذکر میلاد سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم" ہے۔ اس مضمون میں سینکڑوں شاعروں کی میلادیہ نعتوں کا ذکر ہے اور ان نعتوں کے منتخب اشعار درج ہیں)

۱۹۸۹ء

۱ ۔ اردو نعت : تاریخ و ارتقاء۔ سید افضال حسین نقوی فضل فتحپوری۔ مطبوعہ کراچی۔ صفحات ۲۰۸۔ اصل میں یہ کتاب ایک مختصر سے مقدمے کے ساتھ انتخاب نعت ہے جس میں ہر شاعر کی نعت گوئی پر مختصر تبصرہ بھی ہے۔ ۱۰۳ نعتیں ہیں۔

۲ ۔ جان رحمت۔ اخلاق عاطف۔ مطبوعہ سرگودھا۔ "پیش لفظ" کے آخر میں ربیع الاول ۱۴۰۶ھ لکھا ہے۔ ۱۴۰۶ھ تو اکتوبر ۱۹۸۶ء میں ختم ہو گیا تھا۔ پتا نہیں کس بنا پر غوث میاں نے اپنی فہرست میں اس کتاب کو ۱۹۸۹ء میں درج کیا ہے۔ ممکن ہے اس کی بنیاد ان کی ذاتی معلومات ہوں۔ یہ انتخاب نعت ۲۳۲ صفحات پر مشتمل ہے۔ ضلع سرگودھا کے ۹۷ شعراء کی اردو، فارسی نعتیں اور ۲۷ شعراء کی پنجابی نعتیں ہیں۔ شروع میں "باب تبریک" ہے جس میں بزرگان دین کی عربی، فارسی، اردو نعتیں ہیں۔

۳ ۔ کشکول عقیدت۔ خادی اجمیری و ضامن حسنی۔ مطبوعہ حیدر آباد

۴ ۔ ذکر سرور صلی اللہ علیہ وسلم۔ فرید احمد قریشی۔ صفحات ۹۶۔ (جیبی سائز)

۵ ۔ ششماہی "اقلیم" ساہیوال۔ نعتیہ انتخاب نمبر۔ مئی۔ شمارہ ۱۰۔ مدیر اکرم کلیم۔ عربی، فارسی کی ۳۶، اردو کی ۱۲۱ نعتیں، پانچ شعراء کی نعتیہ نظمیں، ۱۴ شعراء کے نعتیہ قطعات اور ۲ شعراء کی غیر منقوط نعتیں ہیں

۶ ۔ سہ ماہی "محراب و منبر" کراچی۔ نعت نمبر

۷ - ماہنامہ "نعت" لاہور۔ جنوری، مئی۔ جلد ۲۔ شمارہ ۱،۵۔ "لاکھوں سلام" ۲۲۴ صفحات۔ اس میں مولانا احمد رضا خان بریلوی کا مکمل سلام، اس سلام کی ۱۲ تضامین کے منتخب اشعار اور مختلف شعراء کے ۸۹ "لاکھوں سلام" ہیں۔

۸ - "نعت" لاہور۔ مارچ اپریل۔ جلد ۲۔ شمارہ ۳،۴۔ "معراج النبی صلی اللہ علیہ وسلم"۔ ۲۲۴ صفحات۔ ۹۱ معراجیہ نعتیں ہیں (بعد میں دسمبر ۱۹۹۴ء کے شمارے میں ۷۹ معراجیہ منظومات، جنوری ۱۹۹۵ء کے شمارے میں مزید پانچ منظومات شائع کی گئیں) ۱۷۵ معراجیہ منظومات کا یہ انتخاب راقم الحروف نے کیا۔

۹ - "نعت" لاہور۔ جولائی / اگست۔ جلد ۲۔ شمارہ ۷،۸۔ کلام ضیاء۔ ۲۲۴ صفحات۔ علامہ ضیاء القادری بدایونی کی ۲۲۶۔ ایسی نعتیں جو مختلف رسائل و جرائد سے جمع کی گئی ہیں۔ ان کے مجموعہ ہائے نعت میں نہیں ہیں۔

۱۰ - "نعت" لاہور۔ اکتوبر، نومبر، دسمبر۔ جلد ۲۔ شمارہ ۱۰، ۱۱، ۱۲ "درود و سلام" تین شمارے۔ ۳۳۶ صفحات۔ "صلی اللہ علیہ وسلم" ردیف کی ایک سو ایسی نعتیں جو راز کاشمیری کی مرتبہ کتاب "صلی اللہ علیہ وسلم" میں شامل نہیں اور "الصلوٰۃ والسلام" کے حوالے سے کہی گئی ۲۹ نعتیں۔

۱۱ - "نکھاری" شاہدرہ لاہور (پنجابی) نعت نمبر۔ اکتوبر، نومبر۔ جلد ۱، شمارہ ۷،۸۔ صفحات ۹۶۔ ایک حمد اور ۶۸ پنجابی نعتیں ہیں۔

۱۹۹۰ء

۱ - بہار نعت۔ حفیظ تائب۔ مطبوعہ لاہور۔ صفحات ۲۰۸۔ یہ زندہ پاکستانی شعراء کی نعتوں کا انتخاب ہے۔ ۱۹۱ شعراء کی نعتیں ہیں۔

۲ - ماہنامہ "نعت" لاہور۔ حسن رضا بریلوی کی نعت۔ جنوری ۱۹۹۰ء۔ صفحات ۱۱۲۔ "ذوق نعت" کی منتخب پچاس نعتیں۔

۳ - ماہنامہ "نعت" لاہور۔ آزاد بیکانیری کی نعت۔ حصہ اول۔ ستمبر ۱۹۹۰ء۔ صفحات ۱۱۲۔

۴ - انوار حرم (دوم) مجلس احباب ملت۔ مطبوعہ کراچی۔

۵ - سفینہ نعت (مسرور کیفی کے آٹھ مجموعہ ہائے نعت کا انتخاب) ڈاکٹر سید ابوالخیر کشفی۔ مطبوعہ کراچی۔ صفحات ۲۳۰۔

۶ - "نعت" لاہور۔ مارچ، اپریل، مئی، نومبر، دسمبر "درود و سلام" (حصہ چہارم تا ہشتم)، ۵۶۰ صفحات۔ "درود شریف" پر ۳۱ منظومات، "درود و سلام" کے حوالے سے ۵۵ نعتیں، "بلغ العلی

بکمالہ" کے سات منظوم اردو، ۲۶ شعراء کی اس پر تضامین، "صل علی محمد" ردیف کی ۳۰ نعتیں اور ۴۱ "سلام" ہیں۔

۷ - "نعت" لاہور۔ اگست۔ جلد ۳۔ شمارہ ۸۔ ۱۱۲ صفحات۔ وارثی نعت گو شعراء کا منتخب نعتیہ کلام۔

۱۹۹۱ء

۱ - نعت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم (۱۰۱ منتخب نعتیں) ناصر زیدی۔ مطبوعہ راولپنڈی صفحات ۱۱۲

۲ - نصاب عشق۔ محمد محب اللہ اظہر۔ مطبوعہ لاہور۔

۳ - ایک سو ایک مشہور نعتیں۔ منصور ندیم۔ مطبوعہ راولپنڈی۔ صفحات ۱۱۲۔

۴ - شاہکار نعتیں۔ سعد اللہ شاہ۔ مطبوعہ لاہور

۵ - ماہنامہ "نعت" لاہور۔ غریب سہارنپوری کی نعت۔ جون ۱۹۹۱ء۔ صفحات ۱۱۲۔ "خزینہ رحمت" سے ۸۰ نعتوں کا انتخاب

۶ - ماہنامہ "نعت" لاہور۔ نعتیہ مسدس۔ جولائی ۱۹۹۱ء۔ صفحات ۱۱۲۔ ۹۲ شعراء کے نعتیہ مسدسوں کا انتخاب اور "اردو نعتیہ مسدس" کے عنوان سے مضمون

۷ - "تحریریں" لاہور۔ نعت نمبر ۵۔ ستمبر۔ جلد ۲۱۔ شمارہ ۹۔ صفحات ۶۴۔ ۲ حمدیں اور ۵۳ نعتیں ہیں۔

۱۹۹۲ء

۱ - منتخب نعتیں (ستار وارثی کی نعتوں کا انتخاب) شہزاد احمد۔ مطبوعہ کراچی۔

۲ - ماہنامہ "الرشید" لاہور۔ نعت نمبر ۱۴۱۱ھ۔ دو جلدوں میں (سال اشاعت ۱۹۹۲ء / ۱۴۱۳ھ) ۱۴۶۴ صفحات۔ مدیر عبدالرشید ارشد۔ حصہ عربی صفحہ ۴۹ سے ۳۹۹ تک ہے۔ حصہ فارسی میں ۱۱۳ صفحات پر ۱۴۴ نعتیں، ۸۹ نعتیہ قصائد اور ۳۲ مثنویاں ہیں۔ حصہ اردو کے آغاز میں "صلی اللہ علیہ وسلم" ردیف کی ۲۰۳ نعتیں ہیں۔ ۲۲۲ اردو نعتوں کے علاوہ مدینہ کے حوالے سے ۵۹، صلوٰۃ و سلام کے ضمن میں ۴۷ نعتیں، ۳۳ قصائد، مثنوی کی صورت میں ۴۸ منظومات اور ۶۷۵ ردیف وار نعتیں ہیں۔ صفحہ ۱۱۸۳ سے ۱۲۸۳ تک ۱۰۶ متفرق نعتیں ہیں۔ ۱۲ صفحات پر قطعات و رباعیات ہیں۔ پنجابی، پشتو، براہوی، گوجری، کشمیری، بلوچی اور سندھی نعتیں بھی ہیں۔ ۲۷ صفحات پر "عقیدہ ختم نبوت نعتیہ

ادب میں" کے حوالے سے نعتیہ اشعار اور نعتیہ نظمیں ہیں۔ "الرشید" کے نعت نمبر میں شامل نعتوں کی حیثیت انتخاب کی نہیں ہے کیونکہ کئی نعتیں غیر معیاری ہیں۔ بعض میں زبان و بیان کی اور بعض میں وزن کے اسقام ہیں۔

۳ - ماہنامہ "نعت" لاہور۔ نعتیہ رباعیات۔ جنوری ۱۹۹۲ء۔ صفحات ۱۱۲۔ ۴۳ شعراء کی نعتیہ رباعیات کا انتخاب اور رباعی پر چھ مضامین۔

۴ - ماہنامہ "نعت" لاہور۔ آزاد نعتیہ نظم۔ اگست ۱۹۹۲ء صفحات ۱۱۲۔ چالیس شعراء کی آزاد نعتیہ نظموں کا انتخاب اور ایک مضمون۔

۵ - ماہنامہ "نعت" لاہور۔ آزاد بیکانیری کی نعت حصہ دوم۔ فروری ۱۹۹۲ء۔ صفحات ۱۱۲۔

۶ - "نعت" لاہور۔ جولائی۔ جلد ۵۔ شمارہ ۷۔ "غیر مسلموں کی نعت" (حصہ چہارم) صفحات ۱۱۲۔ اس میں لالہ بھی نرائن سنا کی ۱۵ منتخب نعتیں شامل ہیں۔

۷ - "نعت" لاہور۔ اکتوبر۔ جلد ۵۔ شمارہ ۱۰۔ صفحات ۱۱۲۔ ۲۵ اردو منظوم سراپائے سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے منتخبات۔

۱۹۹۳ء

۱ - نعت کائنات۔ راجا رشید محمود۔ جنگ پبلشرز' لاہور۔ ۸۲۶ صفحات (بڑا سائز۔ چار رنگی طباعت) ۱۰۴۷ نعتیہ منظومات (اصناف سخن کے اعتبار سے)

۲ - "اوج" - گورنمنٹ کالج شاہدرہ' لاہور کا مجلہ۔ دو جلدوں میں۔ ۱۳۵۶ صفحات۔ ۳۶ اردو حمدیں' ۲۱ عربی نعتیں' ۲۵ فارسی نعتیں' ۳۹۹ اردو نعتیں اور "نعت چیست" کے موضوع پر بیس منظومات (ان میں سے اٹھارہ منظومات ماہنامہ "نعت" کے شمارہ دوم' فروری ۱۹۸۸ء اور شمارہ چہارم اپریل ۱۹۸۸ء سے حوالے کے بغیر لی گئیں) اس کے علاوہ ۳۶ پنجابی نعتیں اور دیگر زبانوں میں چالیس نعتیں شامل ہیں۔

۳ - ایوان نعت۔ صبیح رحمانی۔ مطبوعہ کراچی۔ دسمبر ۱۹۹۳ء (غوث میاں نے اس کتاب کو ۱۹۹۲ء کی فہرست میں درج کیا ہے) صفحات ۱۸۶۔ کراچی کے ۱۵۵ شعراء کی منتخب نعتیں ہیں۔

۴ - پاکستان کے نعت گو شعراء۔ جلد اول۔ مطبوعہ کراچی۔ صفحات ۳۶۸ - ۱۰۲ شعراء کے مختصر حالات زندگی اور ان کی نعتیں ہیں۔

۵ - بلبل بستان مصطفیٰ۔ سعید ہاشمی۔ مطبوعہ کراچی۔ دسمبر صفحات ۳۲۰ - ۱۸ حمدیں اور ۱۵۰ نعتیں ہیں۔

۶ - م محمدؐ۔ مرتضیٰ اشعر۔ مطبوعہ ملتان۔ صفحات ۹۶۔ ملتان کے شعراء کی ۸۲ نعتیں ہیں۔

۷ - تعریف مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم۔ سید مختار علی۔ مطبوعہ کراچی۔ تیسرا ایڈیشن۔ صفحات ۸۰۔ ۲ حمدیں اور ۶۴ نعتیں ہیں۔

۸ - "نعت" لاہور۔ مارچ (جلد ۲۔ شمارہ ۳) "ستار وارثی کی نعت گوئی"۔ صفحات ۱۱۲۔ ان کے تین مجموعہ ہائے نعت کا انتخاب۔

۹ - "نعت" لاہور۔ جون "بہزاد لکھنوی کی نعت"۔ ۱۱۲ صفحات۔ ۷۰ نعتیں ہیں۔

۱۰ - "نعت" لاہور۔ اکتوبر۔ "نعت ہی نعت" (حصہ اول) صفحات ۱۱۲۔ ۳۲ شعراء کی منتخب نعتیں۔ "گوشہ احسان دانش" (ص ۳۹ تا ۵۵) میں ایک مناجات اور ۱۸ نعتیں "گوشہ اقبال نواز" میں چھ منتخب نعتیں ہیں۔

۱۱ - "نعت" لاہور۔ نومبر۔ جلد ۶۔ شمارہ ۱۱۔ "یا رسول اللہ" صفحات ۱۱۲۔ ایک سو گیارہ نعتیں ہیں۔ انتخاب محمد صادق قصوری کا ہے (یہ وہ نعتیں ہیں جو "اغثنی یا رسول اللہ" مرتبہ تابش قصوری میں نہیں)

۱۲ - چن ہجرا دا (پنجابی انتخاب) غلام مصطفیٰ بسمل و حفیظ احمد۔ مطبوعہ گوجرانوالہ۔ صفحات ۳۲۰۔ ۲۲۴ پنجابی نعتیں ہیں۔

۱۹۹۴ء

۱ - ہفت روزہ "ہلال" راولپنڈی۔ نعت النبی الاکرم صلی اللہ علیہ وسلم نمبر۔ ۳۰ مئی' مدیر محمد ممتاز اقبال۔ صفحات ۲۰۰۔ ۲۸۶ شعراء کی نعتیں ہیں۔

۲ - ماہنامہ "القول السدید" لاہور۔ نعت نمبر۔ جلد ۳۔ شمارہ ۶ تا ۸۔ صفحات ۲۸۷۔ مدیر محمد طفیل۔ مولانا احمد رضا خاں کی مختلف زمینوں میں کہی گئی نعتیں۔

۳ - "نعت" لاہور۔ جنوری۔ "محمد حسین فقیر کی نعت"۔ صفحات ۱۱۲۔ ۱۱۷ نعتوں کے منتخب اشعار ہیں۔

۴ - "نعت" لاہور۔ فروری۔ "نعت ہی نعت" (حصہ دوم) صفحات ۱۱۲۔ ۶۷ شعراء کی منتخب نعتیں۔

۵ - "نعت" لاہور۔ مارچ۔ "تضمینیں"۔ صفحات ۱۱۲۔ اردو اور فارسی کی مشہور نعتوں کی ۷۰ تضمینیں۔

۶ - "نعت" لاہور۔ مئی "اختر الحامدی کی نعت"۔ صفحات ۱۱۲' ان کے مجموعہ نعت اور مختلف

رسائل و جرائد سے اختر الحامدی کے کلام کا انتخاب اور ان کا غیر مطبوعہ کلام۔

۷ ۔ "نعت" لاہور۔ اکتوبر۔ "نعت ہی نعت" (حصہ سوم) صفحات ۱۱۲۔ ۸۳ شعراء کی نعتیں اور تین شعراء کی نعتیہ رباعیات۔ "نعت ہی نعت" کی سیریز میں جس شاعری کی ایک بار ایک نعت شامل ہوگئی، اس کی کوئی نعت دوبارہ شامل نہیں ہوگی۔ یہ انتخاب بھی ایڈیٹر "نعت" (راقم السطور) نے کیا۔

۸ ۔ "نعت" لاہور۔ نومبر۔ "نور علی نور" صفحات ۱۱۲۔ "نور" ردیف کی ۶۴ اور "روشنی" ردیف کی ۱۵ نعتیں ہیں۔

۹ ۔ "نعت" لاہور۔ دسمبر۔ "معراج النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم" صفحات ۱۱۲۔ ۷۰ شعراء کی معراجیہ نعتوں کے علاوہ علامہ ضیاء القادری بدایونی کی دس معراجیہ منظومات شامل ہیں۔

جو انتخاب نعت قمری تاریخ کے ساتھ شائع کئے گئے ہیں ان کا تذکرہ الگ اس لئے ضروری ہے کہ بعض صورتوں میں قمری سنین کو شمسی سنین میں تبدیل کرتے ہوئے ایک سال کا فرق پڑ سکتا ہے۔

۱۳۷۳ھ

سلام قدس۔ سید عقیل احمد بدر (امروہوی) سن اشاعت درج نہیں البتہ "عرض حال" کے آخر میں مرتب نے ۱۰ رمضان المبارک ۱۳۷۳ھ لکھا ہے۔ صفحات ۳۱۹۔ سلاموں کا اچھا مجموعہ ہے اور موضوع کے لحاظ سے سلاموں کا اولین انتخاب ہے۔

۱۳۷۸ھ

چراغ صبح جمال یعنی مجموعہ قصائد نورانی۔ رئیس بدایونی۔ مطبوعہ کراچی۔ صفحات ۳۲۔ مولانا احمد رضا بریلوی۔ اسیر بدایونی۔ ضیاء القادری بدایونی اور یوسف حسین نور بدایونی کے قصیدہ ہائے نور۔

۱۳۹۹ھ

نورِ محبوب حصہ دوم۔ محمد رفیق قادری رضوی۔ مطبوعہ ڈسکہ۔ صفحات ۹۶۔ اردو اور پنجابی نعتوں کا انتخاب محافل نعت کیلئے۔

۱۴۰۰ھ

صلی اللہ علیہ وسلم۔ راز کاشمیری۔ مطبوعہ لاہور۔ صفحات ۲۰۸۔ اس میں "صلی اللہ علیہ وسلم" ردیف کی ۱۹۲ نعتیں ہیں۔ بعد میں ماہنامہ "نعت" لاہور کے دو شماروں (اکتوبر ۱۹۸۹ء، نومبر ۱۹۸۹ء درود و سلام حصہ اول و دوم) میں اسی ردیف کی ۹۹ ایسی نعتیں جمع کی گئیں جو راز کاشمیری کی کتاب میں نہیں ہیں۔

۱۴۰۴ھ

ثنائے خواجہ کونین صلی اللہ علیہ وسلم۔ درد اسعدی۔ مطبوعہ حیدر آباد۔ صفحات ۲۷۲۔ اس میں حیدر آباد کے شعراء اور اسعد شاہجہانپوری کے تلامذہ کی نعتیں ہیں۔

۱۴۰۶ھ

۱ ۔ جان رحمت۔ اخلاق عاطف۔ مطبوعہ سرگودھا۔ سن اشاعت درج نہیں البتہ "سخن ہائے گفتنی" کے آخر میں مرتب نے "۱۴۰۶ھ" لکھا ہے۔ ضلع سرگودھا کے ۹۷ شعراء کی اردو اور ۲۷ شعراء کی پنجابی نعتیں ہیں۔

۲ ۔ ابر لطف و کرم۔ رفیق احمد کلام رضوی۔ مطبوعہ کراچی، صفحات ۹۶

۳ ۔ منتخب نعتیہ کلام۔ ڈاکٹر انعام الحق کوثر۔ مطبوعہ کوئٹہ۔ صفحات ۳۲۔ انتخاب بھی معیاری نہیں، طباعت بھی غیر معیاری ہے۔

۱۴۱۴ھ

۱ ۔ سہ ماہی "سیرت طیبہ" کراچی۔ نعت رسول نمبر۔ حصہ اول۔ صفحات ۱۳۰۔ مدیر عبدالعزیز عرفی۔ ایک حمد اور دس نعتیں ہیں۔

۲ ۔ "سیرت طیبہ" کراچی۔ نعت رسول مقبول نمبر۔ حصہ دوم۔ صفحات ۱۲۸۔ ۱۸ نعتیں ہیں۔

س ن

بعض کتابوں پر سن اشاعت درج ہی نہیں ہوتا۔ ایسے انتخاب نعت کا ذکر ذیل میں کیا جاتا ہے۔ (ان کتابوں کی ترتیب حروف تہجی کے اعتبار سے ہے)

۱ ۔ ایک سو ایک مقبول نعتیں۔ منصور ندیم۔ مطبوعہ راولپنڈی۔ صفحات ۱۱۲۔ انتخاب کلام غیر معیاری نہیں۔

۲ ۔ بہار نعتؐ۔ حاجی محمد منیر قریشی۔ مطبوعہ لاہور۔ صفحات ۱۲۸۔ صفحہ ۷۹ پر پتا نہیں کس کی نعتؐ علامہ اقبالؒ کے نام سے درج کردی گئی ہے۔

۳ ۔ پیاری نعتیں۔ مطبوعہ لاہور۔ صفحات ۱۲۸۔ کتاب میں غنی وارثی۔ رشید وارثی اور ہادی قریشی وارثی کی نعتیں ہیں۔

۴ ۔ تحفہ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم۔ حصہ اول' دوم' سوم' چہارم) محمد الیاس برنی۔ مطبوعہ کراچی۔ صفحات ۶۳ + ۶۷ + ۶۷ + ۶۱۔ تیسرا ایڈیشن ۱۳۶۳ھ میں چھپا مگر اب تک چاروں حصے چھپتے ہیں اور پڑھے جاتے ہیں (اس کتاب کے مرتب وہی دانشور ہیں جنہوں نے "قادیانی مذہب کا علمی محاسبہ" لکھی)

۵ ۔ ثنائے حبیبؐ۔ حصہ اول۔ محمد علی قصوری۔ مطبوعہ قصور۔ بار دوم۔ سن ن صفحات ۴۸۔ کتاب میں اردو اور پنجابی نعتیں ہیں۔

۶ ۔ ثنائے مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم۔ حصہ اول۔ اکمل اویسی۔ مطبوعہ لاہور۔ صفحات ۹۶۔ نعت خوانی کے لئے جمع کی گئی نعتوں کا مجموعہ ہے۔ عام طور پر شاعروں کا نام لکھا ہے۔ اردو اور پنجابی' دونوں زبانوں میں نعتیں ہیں (ثنائے مصطفےٰؐ) کا ایک ایڈیشن دوسرے ناشر کا چھپا ہوا بھی میری نظر سے گزرا ہے۔ اس میں کچھ نعتیں مختلف ہیں۔ ترتیب بھی دوسری ہے۔ صفحات وہی ۹۶ ہیں)

۷ ۔ جمال مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم۔ صبیح رحمانی۔ مطبوعہ کراچی۔ صفحات ۱۴۴۔ ۲۱ نعتیں ہیں۔

۸ ۔ حمد و نعتؐ۔ فیروز سنز۔ مطبوعہ لاہور۔ صفحات ۱۱۲۔ پہلے حصے میں ۲۰ حمدیں' دوسرے حصے میں ۴۰ نعتیں اور تیسرے حصے میں ۱۸ دعائیں ہیں۔

۹ ۔ حمد و نعتؐ۔ محمود علی خان جامعی۔ مطبوعہ کراچی۔ صفحات ۳۲۔ ۱۵ حمدیں' دو دعائیں اور ۲۴ نعتیں ہیں۔ کتاب ٹائپ میں چھپی ہے۔

۱۰ ۔ خم خانہ یثرب۔ محمد اشرف خاں عطا (سلسلہ کہکشاں۔ جلد اول) مطبوعہ لاہور۔ ۳۲ صفحوں کی اس کتاب میں نیر واسطی' نیر دہلوی' امیر مینائی' علامہ اقبالؒ' ظفر علی خان' خواجہ دل محمدؒ' اکبر وارثی میرٹھی' حشر کاشمیری' اشرف عطا اور دوسرے شعراء کی نعتیں ہیں۔

۱۱ ۔ سلام رضا۔ شہزاد احمد۔ مطبوعہ کراچی۔ جیبی سائز کے ۳۲ صفحات۔ نام تو "سلام رضا" ہے لیکن اس میں مختلف شعراء کے سلام ہیں۔

۱۲ ۔ شان مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم۔ یامین وارثی۔ مطبوعہ کراچی۔ محافل نعتؐ اور مجالس میلاد

میں پڑھی جانے کے لئے ۱۰۶ نعتیں جمع کی گئیں ہیں۔ ۱۱۶ صفحات۔

۱۳ ۔ شاہ مدینہ (صلی اللہ علیہ وسلم) شاکر اقبال بھٹی۔ مطبوعہ لاہور۔ صفحات ۳۲۔ بیرونی سرورق پر "نعت سرکار مدینہؐ" کے الفاظ لکھے ہیں۔ اندرونی سرورق پر "شاہ مدینہؐ" کے۔ اس کتاب میں کوئی خاص بات نہیں۔

۱۴ ۔ کلام محبوب۔ قاری محمد نذیر احمد نقشبندی۔ مطبوعہ لاہور۔ زیادہ تر کلام پنجابی میں ہے۔ شاعروں کے نام نہیں لکھے۔ حسن ترتیب اور حسن ذوق کا فقدان نظر آتا ہے۔

۱۵ ۔ گل عقیدت۔ اخلاق عاطف۔ مطبوعہ سرگودھا۔ صفحات ۳۵۔ شعراء سرگودھا کا ہدیہ عقیدت ہے۔

۱۶ ۔ گلدستہ۔ نذر صابری۔ مطبوعہ اٹک۔ صفحات ۳۰۔ بیس شعراء کی نعتیں ہیں۔ اکتوبر ۱۹۸۰ء میں اٹک میں ہونے والی نعتیہ نشست میں پڑھا گیا کلام ہے۔ غوث میاں نے مجلّہ "حضرت حسانؓ نعت ایوارڈ" میں اس کتاب کا نام "گلدستہ بحضور خیرالانام صلی اللہ علیہ وسلم" لکھا ہے جبکہ کتاب پر صرف "گلدستہ" درج ہے۔

۱۷ ۔ گلدستہ نعتؐ۔ ملک خالد جاوید۔ مطبوعہ لاہور۔ ۳۲ صفحات۔ انتخاب معیاری نہیں۔

۱۸ ۔ گلہائے عقیدت۔ عبدالجبار قادری۔ مطبوعہ فیصل آباد۔ صفحات ۱۲۸۔ (جیبی سائز) کچھ پنجابی نعتیں بھی ہیں' منقبت بھی ہے۔

۱۹ ۔ لاکھوں سلام۔ شہزاد احمد۔ مطبوعہ کراچی۔ صفحات ۳۲۔ اعلیٰ حضرت احمد رضا خان بریلوی کے "لاکھوں سلام" پر گیارہ تضامین کے منتخبات۔

۲۰ ۔ مجموعہ نعتؐ۔ حصہ اول۔ انیس احمد نوری۔ مطبوعہ سکھر۔ صفحات ۲۵۴۔

۲۱ ۔ مجموعہ نعتؐ۔ حصہ دوم۔ انیس احمد نوری۔ مطبوعہ سکھر۔ صفحات ۲۵۶ (دونوں جلدیں اگرچہ نعت خوانی کی محافل کیلئے مرتب کی گئی ہیں لیکن کلام عام طور پر معیاری ہے۔ کہیں کہیں کوئی نظم بھی البتہ شامل ہے جس کا نعت سے کوئی تعلق نہیں۔ غوث میاں نے مجلّہ "حضرت حسانؓ نعت ایوارڈ" میں مجموعہ نعت کا اندراج ۱۹۷۷ء میں کیا ہے اور یہ نہیں بتایا کہ اس کے دو حصے ہیں۔

۲۲ ۔ مجموعہ نعت بشیر۔ ملک خالد جاوید۔ مطبوعہ لاہور۔ صفحات ۸۰۔ انتخاب معیاری نہیں۔

۲۳ ۔ مجموعہ نعت فیروزی۔ فیروز الدین فیروز ڈسکوی۔ مطبوعہ سیالکوٹ۔ صفحات ۱۹۰۔ (جیبی سائز) فارسی اور اردو کلام ہے۔ شاعروں کے نام درج نہیں۔

۲۴ ۔ مجموعہ نعت محمدیؐ۔ شیخ عنایت حسین بدر۔ مطبوعہ لاہور۔ صفحات ۷۲۔ نعتیں میلاد اور نعت کی محفلوں میں پڑھی جانے کیلئے منتخب کی گئی ہیں۔ شاعروں کے نام نہیں دیئے۔

۲۵ ۔ مدحت۔ محمد حامد رضا خاں۔ مطبوعہ کراچی۔ صفحات ۵۶۔

۲۶ ۔ مدینے کے پھول۔ محمد افسر قادری۔ مطبوعہ کراچی۔ صفحات ۶۴۔ ۳۹ نعتیں اور کچھ نظمیں ہیں۔ شاعر کا نام کہیں ہے' کہیں نہیں۔

۲۷ ۔ مدینے والے (صلی اللہ علیہ وسلم)۔ ریاض ندیم نیازی۔ مطبوعہ لاہور۔ صفحات ۹۶۔ ۷ حمدیں' ۶۱ نعتیں اور ۵ مناقب ہیں۔

۲۸ ۔ مرقع نعت۔ حصہ اول۔ سجاد حمید خاں۔ مطبوعہ لاہور۔ (بیرونی سرورق پر ناشر کا نام اور ہے اور اندرونی سرورق پر اور) صفحات ۴۰۔ معیاری نعتیں منتخب کی گئی ہیں۔

۲۹ ۔ منتخب نعتیں۔ مرتب کا نام درج نہیں۔ مطبوعہ لاہور۔ صفحات ۱۱۲۔ (اندرونی سرورق پر کتاب کا نام "مجموعہ نعت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم اور پرنٹ لائن میں "مجموعہ نعت رسول عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم" تحریر ہے۔

۳۰ ۔ نعت حبیب خدا (صلی اللہ علیہ وسلم)۔ ملک خالد جاوید۔ مطبوعہ لاہور۔ صفحات ۳۲۔ انتخاب معیاری نہیں۔

۳۱ ۔ نعت رفیق۔ ملک خالد جاوید۔ مطبوعہ۔ صفحات ۶۴۔ انتخاب معیاری نہیں۔

۳۲ ۔ نعت رسول صلی اللہ علیہ وسلم۔ فیروز سنز لیمٹڈ' لاہور۔ صفحات ۹۶۔ اچھا انتخاب ہے۔ پہلے چھوٹے سائز پر شائع ہوتا رہا' اب ۲۰x۳۰/۱۶ پر شائع ہو رہا ہے۔

۳۳ ۔ نعت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم۔ ملک خالد جاوید۔ مطبوعہ لاہور۔ صفحات ۶۴۔ انتخاب معیاری نہیں۔

۳۴ ۔ نعت شاہ کونین صلی اللہ علیہ وسلم۔ ایس ایم صدیقی۔ مطبوعہ کراچی۔ صفحات ۹۶۔

۳۵ ۔ نعت مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثنا۔ ملک خالد جاوید۔ مطبوعہ لاہور۔ صفحات ۳۲۔ انتخاب معیاری نہیں۔

۳۶ ۔ نعت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم۔ یامین وارثی۔ مطبوعہ کراچی۔ صفحات ۱۳۲

۳۷ ۔ نعت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم و سلام رضا۔ محمد منشا تابش قصوری و قمر یزدانی۔ مطبوعہ لاہور۔ صفحات ۳۲۔ انتخاب قمر یزدانی جیسے نعت گو کی شان کے مطابق نہیں۔

۳۸ ۔ نعت نور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ حصہ اول' دوم' سوم' چہارم۔ مطبوعہ لاہور۔ صفحات ۳۲

۳۹ ۔ نعتوں کی خوشبو۔ شبیر احمد قادری۔ مطبوعہ فیصل آباد۔ صفحات ۹۶۔ بہت حد تک معیاری انتخاب ہے۔

۴۰ ۔ نعتیہ کلام۔ منشی محمد صادق حسین۔ مطبوعہ لاہور۔ صفحات ۶۴

۴۱ ۔ نغمہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ بدرالدین بدر۔ مطبوعہ لاہور۔ صفحات ۹۶

۴۲ ۔ نغمہ سرور۔ حصہ اول۔ غلام سرور قصوری۔ مطبوعہ لاہور۔ ص ۶۴

۴۳ ۔ نغمہ محبوب۔ شاکر اقبال قادری چشتی۔ مطبوعہ لاہور۔ ص ۹۶

۴۴ ۔ نوائے رضا۔ شہزاد احمد۔ مطبوعہ کراچی۔ جیبی سائز کے ۶۴ صفحات۔ مختلف شعراء کی منتخب نعتیں ہیں۔

۴۵ ۔ نوائے نعت۔ شہزاد احمد۔ مطبوعہ کراچی۔ جیبی سائز کے ۹۶ صفحات۔ حمد' نعت' منقبت اور سلام کا انتخاب ہے۔ علاقائی زبانوں میں نعتیں بھی ہیں۔

۴۶ ۔ نور مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم۔ یامین وارثی۔ مطبوعہ کراچی۔ صفحات ۱۱۶۔

۴۷ ۔ نور وحدت۔ چار حصے۔ ایم ایس شاد۔ مطبوعہ لاہور (میرے ذخیرہ کتب میں حصہ اول نہیں ہے۔ حصہ دوم' سوم' چہارم ۳۲' ۳۲ صفحات پر مشتمل ہیں۔ اس لئے گمان غالب ہے کہ حصہ اول بھی ۳۲ صفحات ہی کا ہوگا)۔

=====(☆)=====

مصطفیٰ جان رحمت پہ لاکھوں سلام
شمع بزم ہدایت پہ لاکھوں سلام

(مولانا احمد رضا خان بریلوی)

"اقلیم نعت" کو "نعت رنگ"
کی اشاعت پر ہدیہ تہنیت پیش کرتے ہیں

منجانب :۔ صدر و اراکین

حضرت حسانؓ نعت کونسل (ٹرسٹ)

ریکس لان ـــــــ نارتھ ناظم آباد کراچی

فون = 6637000

پاکستان میں نعتیہ انتخاب .... غوث میاں

پاکستان میں اب تک جو نعتیہ انتخاب منظر عام پر آئے ہیں ان کا جائزہ لینے سے پہلے ان نعتیہ انتخاب کا ذکر بھی ضروری ہے جو قیام پاکستان سے قبل ان شہروں سے شائع ہوئے جو اب پاکستان کا حصہ ہیں۔ سب سے پہلے کراچی سے شائع ہونے والے تین نعتیہ انتخاب ہیں۔ ان میں پہلا فقیر محمد حاجی حسن کھتری کا مرتب کردہ انتخاب "جلوہ نورانی" ہے جسے انجمن محبوب سبحانی کے زیر اہتمام 16/20X30 کے سائز اور 32 صفحات پر مئی 1932ء میں کراچی سے شائع کیا گیا۔ انتخاب کے شروع میں عرض حال کے عنوان سے مرتب (جو انجمن کے سیکریٹری بھی ہیں) لکھتے ہیں کہ

"بفضل خدا انجمن محبوب سبحانی عرصہ بارہ سال سے قائم شدہ ہے۔ اراکین انجمن اس کو کامیاب بنانے میں ہر ممکن کوشش اور جانفشانی کر رہے ہیں مثلاً "گیارہویں شریف' بارہویں شریف اور اکثر بڑے بڑے موقعوں پر نعت خوانی کے جلسے منعقد کیے جاتے ہیں۔ انجمن ہذا کی دیرینہ خواہش تھی کہ جو نعتیہ غزلیں پڑھی جاتی ہیں ان کو ایک جا جمع کر کے چھاپی جائیں۔ سو الحمد للہ ہماری اس کوشش میں کامیابی ہوئی ہے اور پہلا نمبر شائقین کے سامنے پیش کیا جاتا ہے۔ اگر اس کی قدر دانی کی گئی تو ہمارا مستقل ارادہ ہے کہ بہت جلد دوسرے نمبر بھی شائع کر کے (ناظرین) قارئین کی خدمت میں پیش کریں۔"

کراچی سے شائع ہونے والا دوسرا نعتیہ انتخاب "محفل میلاد شریف" کے نام سے غلام احمد نظامی نے مرتب کیا۔ یہ انتخاب 23X36/16 کے سائز اور 60 صفحات پر مشتمل ہے۔ میرے پیش نظر 1936ء بار دوم کا ایڈیشن ہے۔ صفحہ نمبر 2 پر عید میلاد الرسولؐ کے عنوان سے خواجہ حسن نظامی کا ایک مضمون ہے جس میں مسلمانوں سے عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم جوش و خروش سے منانے کی اپیل کی گئی ہے۔

غلام احمد نظامی کا مرتب کردہ ایک اور نعتیہ انتخاب "گلدستہ میلاد شریف" بار دوئم (س۔ن) 16/23X36 کے سائز میں 32 صفحات پر مشتمل کراچی سے شائع ہوا۔

ان نعتیہ انتخاب کو دیکھ کر اور نعتیہ انتخاب "جلوہ نورانی" میں عرض حال پڑھ کر تو یہ نتیجہ اخذ کیا جاسکتا ہے کہ 1932ء میں جب کراچی شہر کی آبادی ڈھائی لاکھ تھی اس وقت بھی کراچی میں نعت کی فضاء قائم تھی اور نعت خوانی کی محافل منعقد ہوتی تھیں۔

قیام پاکستان سے پہلے لاہور شہر سے شائع ہونے والے جن نعتیہ انتخاب کا ذکر ہمیں ملتا ہے ان کا بھی مختصر تعارف یہاں پیش ہے۔

"خزینہ نعت" (حصہ اول)، "گنجینہ نعت" (حصہ دوم)، "سفینہ نعت" (حصہ سوم) محمد شریف کے مرتب کردہ نعتیہ انتخاب ہیں۔ ان میں ہر ایک نعتیہ انتخاب 20X26/8 کے سائز اور 132 صفحات پر

مشتمل ہے اور ان میں ہندوستان کے تمام باکمال شعراء کی مشہور نعتیں ردیف وار درج ہیں۔ حصہ اول اور دوم پر سال اشاعت درج نہیں ہے، تاہم سفینہ نعت حصہ سوم کے آخری صفحہ پر قطعہ تاریک طبع ثالث 1897ء درج ہے۔

ملک فضل الدین کے مرتب کردہ تین نعتیہ انتخاب نعت سلطان عربؐ (حصہ اول)، المعروف گلزار یثرب، نعت سلطان عرب (حصہ دوم)، المعروف بہار یثرب، نعت سلطان عرب (حصہ سوم)، المعروف دربار یثرب بھی 20X26/8 کے سائز اور 128 صفحات پر مشتمل (س-ن) لاہور سے شائع ہوئے۔ ان نعتیہ انتخاب میں اس وقت کی اردو، فارسی، عربی، پوربی زبان کی مقبول عام نعتیں اور مسدس، ترجیع بند، مخمسات اور سلام موجود ہیں۔ نعت سلطان عرب (حصہ اول) کے اندرونی سرورق پر ایک اور نعتیہ انتخاب "خاور نعت" کے علاوہ بی بی سلطان فرخ بنت شیر علی خان کے نعتیہ مجموعہ نعت سرکار یثرب عرف گلشن فرخ کے شائع ہونے کی اطلاع ہے۔

ان نعتیہ انتخاب کے علاوہ سیف کلانوری کا مرتب کردہ نعتیہ انتخاب "بوستان نعت" کا بھی ذکر ملتا ہے جو قیام پاکستان سے پہلے لاہور سے شائع ہوا تھا۔ میں نے یہ انتخاب نہیں دیکھا اس لئے کچھ تفصیل دینے سے قاصر ہوں۔

یہ ان نعتیہ انتخاب کا ذکر تھا جو قیام پاکستان سے پہلے شائع ہوئے تھے۔ اب ان نعتیہ انتخاب کا جائزہ لیتے ہیں جو پاکستان کے قیام سے اب تک منظر عام پر آچکے ہیں۔ مندرجہ ذیل فہرست میں 290 نعتیہ انتخاب درج ہیں۔ ان میں 149 نعتیہ انتخاب کراچی سے شائع ہوئے جو کل نعتیہ انتخاب کا 51% ہیں۔ 91 نعتیہ انتخاب لاہور سے شائع ہوئے جو 31% ہوئے۔ فیصل آباد سے شائع ہونے والے نعتیہ انتخاب 12 ہیں جو 4.0% بنے۔ باقی 38 نعتیہ انتخاب پاکستان کے مختلف شہروں سے شائع ہوئے ہیں۔ ان 290 نعتیہ انتخاب میں زیادہ تر وہ نعتیہ انتخاب شامل ہیں جو محفل نعت میں پڑھی جانے والی مشہور و مقبول نعتوں کو مرتب کرکے شائع کیے گئے۔ یہ انتخاب زیادہ تر 20X30/16 اور پاکٹ سائز پر مشتمل ہوتے ہیں اور عوام الناس میں بہت مقبول ہیں۔ ان کی مقبولیت و فروخت کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ ہر مشہور نعتیہ انتخاب کئی کئی ہزار کی تعداد میں چھپتا ہے۔ ان ہی نعتیہ انتخاب میں ایک مولانا محمد شفیع اوکاڑوی کا مرتب کردہ نغمہ حبیب صلی اللہ علیہ وسلم ہے جو 1960ء میں 20X30/16 اور 64 صفحات پر مشتمل کراچی سے شائع ہوا اور آج تک کراچی اور لاہور سے چھپ رہا ہے۔ ان نعتیہ انتخاب کے علاوہ کچھ خصوصی اہمیت کے حامل انتخاب بھی منظر عام پر آئے ہیں لہٰذا ان کی اہمیت و خصوصیت کے پیش نظر ان کا علیحدہ ذکر اور تعارف ضروری ہے۔

قاری عبدالحفیظ خاں کا مرتب کردہ نعتیہ انتخاب "تمنائے مدینہ" کو اس بناء پر خصوصی اہمیت حاصل ہے کہ یہ کراچی سے شائع ہونے والا پہلا نعتیہ انتخاب ہے جو اب تک سامنے آیا ہے۔ 16/ 20X30 کے سائز اور 48 صفحات پر مشتمل یہ انتخاب کراچی سے 1956ء میں شائع ہوا۔ یہاں ایک اور بات بتاتا چلوں کہ 19 نومبر 1994ء کو معروف نعت خواں رئیس احمد مرتب "حریم نعت" میرے غریب خانے پر تشریف لائے تو میں نے انہیں کمپوز کی ہوئی فہرست "پاکستان میں مطبوعات حمد و نعت"

دکھائی۔ نعتیہ انتخاب کی فہرست میں "تمنائے مدینہ" قاری عبدالحفیظ خاں دیکھ کر بہت خوش ہوئے اور پھر بتایا یہ انتخاب تو میرے تایا مرحوم کا ہے جن کا انتقال پچھلے سال ہوا۔ انتقال سے پہلے مرحوم کی خواہش تھی کہ وہ اپنی زندگی میں یہ انتخاب دوبارہ چھپوائیں لیکن اس کی کوئی کاپی ان کے پاس نہیں تھی۔ اپنے احباب و دوستوں سے رابطہ کیا لیکن کتاب نہیں ملی، اس طرح اپنا نعتیہ انتخاب دیکھنے اور دوبارہ چھپوانے کی خواہش لے کر اس دنیائے فانی سے رخصت ہوئے۔

علاقے اور شہروں کی نسبت سے جو نعتیہ انتخاب اب تک سامنے آئے ہیں ان کی اہمیت کے پیش نظر ضروری ہے کہ ان کا ایک جائزہ لیا جائے۔

1979ء میں صوبہ سرحد کے شعراء کا نعتیہ انتخاب "خاصہ خاصان رسل" 23X36/16 اور 86 صفحات پر مشتمل ادارہ علم و فن پشاور کے زیر اہتمام منظر عام پر آیا۔

میانوالی شہر کے حوالے سے "ورفعنا لک ذکرک" سید انجم جعفری کا مرتب کردہ نعتیہ انتخاب ہے جو 1983ء میں 20X30/16 کے سائز اور 112 صفحات پر مشتمل شائع ہوا۔

حیدر آباد کے شعراء کا نعتیہ انتخاب مع تعارف 1984ء میں درد اسعدی (مرحوم) نے ثنائے خواجہ کونین کے نام سے مرتب کیا۔ 23X36/16 اور 272 صفحات کی اس کتاب میں کراچی اور سکھر کے چند شعراء کرام کی نعتیں بھی شامل ہیں۔

شہداد پور ضلع سانگھڑ کا ایک چھوٹا سا شہر ہے۔ یہاں سے 1984ء میں "صلی اللہ علیہ وسلم" کے نام سے فاضل حمیدی کا مرتب کردہ ایک انتخاب شائع ہوا۔ 20X30/16 اور 96 صفحات پر مشتمل اس نعتیہ انتخاب میں شعرائے شہداد پور کے علاوہ سانگھڑ، حیدر آباد، ٹنڈو اللہ یار، نوشہرو فیروز، کراچی کے شعراء کے علاوہ اسلاف اور غیر مسلم شعراء کی نعتیں بطور تبرک شامل کی گئی ہیں۔

1984ء میں محبت خان بنگش نے "شان محمد صلی اللہ علیہ وسلم" کے نام سے کوہاٹ کے شعراء کا نعتیہ کلام ترتیب دے کر شائع کیا جو 20X30/8 کے سائز اور 72 صفحات پر مشتمل ہے۔

خادی اجمیری ضامن حسنی نے حیدر آباد کے شعراء کا نعتیہ انتخاب "کشکول عقیدت" کے نام سے مرتب کیا۔ یہ انتخاب 1989ء میں بزم فروغ ادب حیدر آباد کے زیر اہتمام شائع ہوا۔ 23X36/16 اور 244 صفحات کی اس کتاب میں 24 صفحات پر سندھی شعراء کا نعتیہ کلام موجود ہے۔

سرگودھا شہر کے حوالے سے ایک نعتیہ انتخاب "جان رحمت" کے نام سے اخلاق عاطف نے مرتب کیا۔ 1989ء میں شائع ہونے والا یہ انتخاب 23X36/16 کے سائز اور 232 صفحات پر مشتمل ہے۔ اس کتاب میں "ضلع سرگودھا میں نعتیہ شاعری" کے عنوان سے اخلاق عارف کا ایک معلوماتی مضمون شامل ہے۔ صفحہ 30 تا 68 تک اسلاف کی نعتیں بطور تبرک شامل کی گئی ہیں۔ صفحہ 70 سے 186 تک سرگودھا کے شعراء کی اردو اور فارسی نعتیں ہیں۔ صفحہ 188 سے 228 تک پنجابی نعتیں شامل ہیں۔

دبستان کراچی کے حوالے سے 155 زندہ شعراء کا نعتیہ انتخاب معروف نوجوان نعت گو صبیح رحمانی نے "ایوان نعت" کے نام سے مرتب کیا۔ مرتب نے "دبستان کراچی کی نعتیہ شاعری" کے عنوان سے

ایک جائزہ پیش کیا ہے جو اپنے موضوع کے اعتبار سے بہت ہی اہم اور اولیت کا حامل ہے۔ 1993ء
میں شائع ہونے والا یہ انتخاب 23X36/16 کے سائز اور 196 صفحات پر مشتمل ہے۔

ملتان شہر کے مرحوم و زندہ شعراء کا نعتیہ انتخاب 1993ء میں مرتضیٰ اشعر نے "م محمد صلی اللہ علیہ وسلم" کے نام سے ترتیب دے کر شائع کیا۔ 23X36/16 اور 96 صفحات پر مشتمل اس کتاب میں "ملتان میں نعتیہ شاعری" کے عنوان سے عاصی کرنالی کا ایک اہم مضمون موجود ہے۔

فیصل آباد کے شعراء کا نعتیہ انتخاب "شہر نعت" کے عنوان سے آصف بشیر چشتی نے ترتیب دیا جو 1994ء میں منظر عام پر آیا۔ میں نے کتاب نہیں دیکھی اس لیے تفصیل کیلئے معذرت خواہ ہوں۔

(حوالہ روزنامہ جنگ کراچی' 13 جنوری 1995ء)

صادق جمیل کا مرتب کردہ نعتیہ انتخاب "کشکول عقیدت" گوشہ ادب پاکستان نے 1994ء میں لاہور سے شائع کیا۔ 23X36/16 اور 168 صفحات کی اس کتاب میں لاہور کے 21 شعراء کی چھ چھ نعتیں مع کوائف شامل ہیں۔ کتاب میں نے نہیں دیکھی۔ محترم حفیظ تائب نے اس کی تفصیل ارسال فرمائی ہے۔

غیر مسلم شعراء کے حوالے سے بھی نعتیہ انتخاب ترتیب دیئے گئے۔ پاکستان میں اس سلسلہ کا پہلا انتخاب فانی مراد آبادی نے "ہندو شعراء کا نعتیہ کلام" کے نام سے مرتب کیا۔ یہ انتخاب 1962ء میں 23X36/16 کے سائز میں 166 صفحات پر مشتمل فیصل آباد سے شائع ہوا۔

دوسرا انتخاب "نذرانہ عقیدت" مرتب مولانا ابو داؤد محمد صادق کا ہے۔ یہ 20X30/16 کے سائز میں 32 صفحات پر مشتمل 1973ء میں گوجرانوالہ سے شائع ہوا۔

غیر مسلم شعراء کا تیسرا نعتیہ انتخاب "نور سخن" مرتب نور احمد میرٹھی 1988ء میں کراچی سے اشاعت پذیر ہوا۔ یہ 23X36/16 کے سائز اور 240 صفحات پر مشتمل ہے۔

ایک ہی ردیف کی نعتوں پر مشتمل جو انتخاب اب تک اشاعت پذیر ہوئے ان میں محمد منشا تابش کے انتخابات "نغمتی یا رسول اللہ" کو اولیت حاصل ہے۔ یا رسول اللہ کی ردیف میں یہ انتخاب لاہور سے 1975ء میں 23X36/16 کے سائز اور 136 صفحات پر مشتمل شائع ہوا۔

"صلی اللہ علیہ وسلم" کی ردیف میں راز کاشمیری نے نعتیہ انتخاب مرتب کیا۔ یہ ایک ہی ردیف میں شائع ہونے والا دوسرا انتخاب تھا جسے سیرت مشن لاہور نے 1980ء میں 23X36/16 کے سائز اور 208 صفحات پر "صلی اللہ علیہ وسلم" کے نام سے شائع کیا۔

"محمد صلی اللہ علیہ وسلم" کی ردیف میں راغب مراد آبادی نے ایک نعتیہ انتخاب مرتب کیا۔ 16/23X36 کے سائز اور 400 صفحات پر مشتمل اس کتاب "محمد صلی اللہ علیہ وسلم" میں 176 شعراء و شاعرات کی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ردیف میں نعتیں جمع ہیں۔ یہ انتخاب 1993ء میں جشن راغب کمیٹی نے کراچی سے شائع کیا۔

تاریخی ترتیب کے ساتھ نعتیہ انتخاب "ارمغان نعت" کو شائع کرنے کا شرف صرف شفیق بریلوی کو حاصل ہے۔ یہ 1400 سالہ نعتوں کا ایک اہم انتخاب ہے جسے بڑی مقبولیت اور پذیرائی حاصل

ہوئی۔ اس کا پہلا ایڈیشن ربیع الاول 1395ھ۔ 1975ء میں کراچی سے 23X36/16 کے سائز میں شائع ہوا۔ میرے پیش نظر اس کا چوتھا ایڈیشن 1983ء ہے جو 384 صفحات پر مشتمل ہے۔ اس انتخاب میں "ورفعنا لک ذکرک" کے عنوان سے مولانا سید عبدالقدوس ہاشمی کا ایک اہم مضمون شامل ہے۔

ختم نبوت صلی اللہ علیہ وسلم کے موضوع پر پہلا انتخاب "نغمات ختم نبوت" کے عنوان سے محمد طاہر رزاق نے ترتیب دیا۔ یہ انتخاب (حصہ اول) عالمی مجلس ختم نبوت کے زیر اہتمام 1993ء میں 16/23X36 کے سائز اور 296 صفحات پر مشتمل ملتان سے منظر عام پر آیا۔

تمام اصناف سخن پر مشتمل نعتوں کا پہلا انتخاب راجا رشید محمود نے "نعت کائنات" کے نام سے مرتب کیا جسے جنگ پبلشرز نے 1993ء میں لاہور سے شائع کیا۔ 20X30/8 کے سائز اور 816 صفحات کے اس انتخاب میں مقدمہ کے عنوان سے راجا رشید محمود کا نعت کے موضوع پر ایک طویل مضمون بھی شامل ہے۔

193 زندہ پاکستانی شعراء کی نعتوں کا پہلا انتخاب مشہور نعت گو حفیظ تائب نے "بہار نعت" کے نام سے ترتیب دیا۔ 23X36/16 کے سائز اور 208 صفحات پر مشتمل اس کتاب کو پاکستان رائٹرز گلڈ لاہور نے 1990ء میں شائع کیا۔ یہ انتخاب ایک انتہائی معیاری انتخاب نعت ہے۔

بزم ادب نیشنل بینک آف پاکستان نے اپنے ادارے سے منسلک 41 شعراء کا نعتیہ انتخاب "رحمت تمام" کے نام سے شائع کیا ہے۔ یہ کسی بھی ادارے سے وابستہ شعراء کا پہلا نعتیہ انتخاب ہے۔ 16/23X36 کے سائز اور 208 صفحات پر مشتمل یہ انتخاب 1988ء میں کراچی سے اشاعت پذیر ہوا۔ انتخاب اپنی طباعت کی خوبصورتی کی وجہ سے بھی منفرد حیثیت کا مالک ہے۔ اس انتخاب میں شعراء کے مختصر کوائف بھی درج ہیں۔

اور اب پاکستان میں شائع ہونے والے نعتیہ انتخاب سال بہ سال اور حروف تہجی کی ترتیب سے درج ذیل ہیں جس سے نعت کے فروغ اور نعتیہ انتخاب کی روایت کے ارتقاء کا بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

1949ء

ذکر حبیبؐ	عبدالعلیم صدیقی	کراچی

1954ء

بادہ کوثر	محمد امین شرقپوری	لاہور
سلام قدس	طفیل احمد بدر امروہوی	کراچی

1955ء

تمنائے مدینہ	قاری عبدالحفیظ خان	کراچی

1957ء

کتاب	مصنف	شہر
حمد و نعت	فیروز سنز لمیٹڈ	لاہور
نغمات صداقت	ابو اللطیف عتیق	چنیوٹ

1958ء

کتاب	مصنف	شہر
ثنائے حبیب	محمد علی ظہوری	لاہور
چراغ صبح جمال	رئیس بدایونی	کراچی

1959ء

کتاب	مصنف	شہر
حمد و نعت	محمود علی جامعی	کراچی

1960ء

کتاب	مصنف	شہر
صحیفہ انوار	علامہ سید عشقی	لاہور
گلکدہ حرم	مہر علی بھیتی	کراچی
نغمہ حبیب	محمد شفیع اوکاڑوی	کراچی

1961ء

کتاب	مصنف	شہر
گلدستہ سلام	عبد الغفور قریشی	کراچی
گلشن محمود	محمود حسن رضوی	کراچی

1962ء

کتاب	مصنف	شہر
بستان نبی	کلام نبی	کراچی
ہندو شعرا کا نعتیہ کلام	فانی مراد آبادی	فیصل آباد

1963ء

کتاب	مصنف	شہر
نذر عقیدت	علی رضا صدیقی	کراچی

1964ء

کتاب	مصنف	شہر
جمیل نعتیں	محشر بدایونی	کراچی

1965ء

کتاب	مصنف	شہر
فانوس رحمت	انجمن فانوس ادب	کراچی
میلاد النبی ﷺ	سید منیر علی جعفری	کراچی

1966ء

کتاب	مصنف	شہر
نقش سعادت	ڈاکٹر سید ابو الخیر کشفی	کراچی

1967ء

کتاب	مصنف	شہر
نوائے سروش	نثار احمد	کراچی

1969ء

کتاب	مصنف	شہر
عقیدت کے پھول	محمد اطاعت اللہ صدیقی	کراچی

1972ء

کتاب	مصنف	شہر
گلدستہ نقشبندی	محمد بشیر نقشبندی	کراچی

1973ء

کتاب	مصنف	شہر
مدح رسول ﷺ	راجا رشید محمود	لاہور
نذرانہ عقیدت	ابو داؤد محمد صادق	گوجرانوالہ

1974ء

کتاب	مصنف	شہر
صہبائے حرم	سہیل اختر	کراچی
مدحت مصطفیٰ	قاری مصلح الدین صدیقی	کراچی

1975ء

کتاب	مصنف	شہر
اغثنی یا رسول اللہ	محمد منشا تابش	لاہور
خیر البشر کے حضور میں	ممتاز حسین	لاہور

1976ء

کتاب	مصنف	شہر
ارمغان نعت	شفیق بریلوی	کراچی

صحیفہ نعت	اکبر عالمی	کراچی

1977ء

مجموعہ نعت (حصہ اول)	انیس احمد نوری	سکھر
نعت خیرالبشر	سید فیضی	اسلام آباد

1978ء

علمائے اہل سنت کی نعتیں	نذیر احمد	گجرات
گلدستہ نعت	ضیاء محمد ضیاء، طاہر شادانی	لاہور
میلادالنبی ﷺ (بار دوم)	ام زبیر	لاہور
نغمہ محبوب (حصہ دوم)	محمد رفیق قادری	ڈسکہ
نغمہ محبوب (بار چہارم)	سید خالد حفیظ	فیصل آباد
نعت رسول (بار چہارم)	فیروز سنز لمیٹڈ	لاہور

1979ء

خاصۂ خاصان رسل	ادارہ علم و فن	پشاور
مخزن نعت	محمد اقبال جاوید	لاہور

1980ء

ﷺ		
گلدستہ	راز کاشمیری	لاہور
منتخب نعتیں	نذر صابری	اٹک
	ایم جمیم انصاری	کراچی

1981ء

جواہر النعت		
صلی علی محمد	عزیز صابری (عزیز احسن)	کراچی
مدینہ نعت	محمد آصف علی	کراچی
	نیر ندیم	کراچی

1982ء

نعت خاتم المرسلین	راجا رشید محمود	لاہور

نعتوں کی خوشبو	شبیر احمد قادری	فیصل آباد
نوائے رضا	شہزاد احمد	کراچی
نعت مصطفیٰ	یامین وارثی	کراچی

1983ء

تنویر مصطفیٰ	یامین وارثی	کراچی
سلام رضا	شہزاد احمد	کراچی
گل چیدہ	حفیظ تائب	لاہور
مجموعہ نعت	محمد عثمان پیرزادہ	لاہور
میلاد رحیم	عبدالرحیم دہلوی	کراچی
ورفعنالک ذکرک	سید انجم جعفری	میانوالی

1984ء

ثنائے خواجہ کونین	درد اسعدی	حیدر آباد
ثنائے مصطفیٰ	اکمل پیرزادہ	لاہور
ﷺ	فاضل حیدی	شہدادپور
شان محمد ﷺ	محبت خان بنگش	کوہاٹ
مدحت مصطفیٰ ﷺ	محمد ہارون کاسانی	کراچی
نعت ہی نعت	سہیل غازی پوری	کراچی
نعت حبیب	گل نسرین	کراچی

1985ء

انوار حرمین	صدیق اسماعیل	کراچی
بزم رسالت	حاجی گل بخشالوی	کھاریاں
دیدہ نم	صوفی گلزار احمد شکور	لاہور
گلشن نعت	ضیاء ساجد	لاہور
گلدستہ نعت	نجیب رامپوری	لاہور
لاکھوں سلام	شہزاد احمد	کراچی
نعت مصطفیٰ ﷺ	محمد عارف	کراچی
نعت مصطفیٰ ﷺ	عدیل انوار	لاہور

نعت حق	ابن حق	کراچی

1986ء

انوار حرم (حصہ اول)	مجلس احباب ملت	کراچی
ابر لطف و کرم	رفیق احمد کلام	کراچی
مجموعہ سلام	انیس احمد نوری	سکھر
منتخب نعتیہ کلام	ڈاکٹر انعام الحق کوثر	کوئٹہ
نعت مقبول	اشفاق پبلیکیشنز	کراچی
نعت مصطفیٰ ﷺ	محمد رفیق عاربانی	کراچی
نعت مصطفیٰ ﷺ	محمد حنیف بلو	کراچی
نور مصطفیٰ ﷺ	یامین وارثی	کراچی

1987ء

انوار مدینہ	عزیز الدین خاکی	کراچی
مدینے کی خوشبو	محمد حبیب قادری	کراچی
میرے آقا میرے حضورؐ	ریاض ندیم نیازی	لاہور
نعت مصطفیٰ	ابن حق	کراچی

1988ء

ثنائے محمد ﷺ	کوثر جہاں	کراچی
رحمت تمام	بزم ادب نیشنل بینک	کراچی
شان ظفر جلیل	منور قادری	لاہور
شان رسالتمآب	منور قادری	لاہور
کشف العرفان	ڈاکٹر نور محمد	کراچی
کالی کملی والے تجھ پہ لاکھوں سلام	منور قادری	لاہور
گلدستہ سلام	رفیق احمد کلام	کراچی
مجموعہ نعت (حصہ دوم)	نور محمد قادری	لاہور
نور حق	نور احمد میرٹھی	کراچی
نعت مصطفیٰ ﷺ	عمران احمد	کراچی

نوری کرن	محمد میاں نوری	حیدر آباد

1989ء

ذکر سرور ﷺ	فرید احمد قریشی	کراچی
جان رحمت	اخلاق عاطف	سرگودھا
کشکول عقیدت	خادمی اجمیری، ضامن حسنی	حیدر آباد

1990ء

انوار حرم (حصہ دوم)	مجلس احباب ملت	کراچی
بہار نعت	حفیظ تائب	لاہور
زخم طیبہ	سعید احمد خان	کراچی

1991ء

شاہکار نعتیں	سعد اللہ شاہ	لاہور
شاہکار نعتیں	ملک محمد ارشد	راولپنڈی
شعاع نور	الطاف احسانی	کراچی
فیضان نوری	سید مقبول احمد شاہ	حیدر آباد
گلہائے عقیدت (حصہ اول)	محمد راحت قادری	لاہور
نعت مصطفیٰ ﷺ	ناصر زیدی	راولپنڈی
نصاب عشق	محمد مجیب اللہ اطہر	لاہور
نور الہدیٰ	عزیز الدین خاکی	کراچی

1992ء

خزینہ نعت	خان اختر ندیم	حیدر آباد
ظہور مصطفیٰ ﷺ	قمر وارثی	کراچی
100 مشہور نعتیں	ملک محمد ارشد	راولپنڈی

1993ء

ایوان نعت	صبیح رحمانی	کراچی
انوار حرم (حصہ سوئم)	مجلس احباب ملت	کراچی

ایمان کی جان میٹھا محمد نام	قاضی محمد اسرائیل	مانسہرہ
بلبل بستان مصطفیٰ ﷺ	سعید ہاشمی	کراچی
تاجدار حرم	طالب محمود طالب	راولپنڈی
راہ نجات	غلام مجتبیٰ احدی	کراچی
محمد ﷺ	راغب مراد آبادی	کراچی
م۔ محمد ﷺ	مرتضیٰ اشعر	ملتان
نعت کائنات	راجا رشید محمود	لاہور
نغمات ختم نبوت	محمد طاہر رزاق	ملتان
نذرانہ عقیدت	بشیر فاروق	کراچی

1994ء

بہار نعت	منصور احمد بٹ	لاہور
ثنائے محمد ﷺ	راجا رشید محمود	لاہور
ثنائے محبوب	اکمل پیرزادہ	لاہور
جمال مصطفیٰ ﷺ	صبیح رحمانی	کراچی
دنیائے نعت ﷺ	امتیاز علی	لاہور
100 شاہکار نعتیں	علیم پبلشر	لاہور
شاندار نعتیں	امتیاز علی	لاہور
شاہ مدینہ	محمد ذیشان	لاہور
شان مصطفیٰ ﷺ	محمد ذیشان	لاہور
شہر نعت	آصف بشیر چشتی	فیصل آباد
عشق رسول ﷺ	محمد ذیشان	لاہور
کشکول عقیدت	صادق جمیل	لاہور
گلدستہ نعت	منصور احمد بٹ	لاہور
نعتوں کے چراغ	امتیاز علی	لاہور
نعتیہ بیت بازی	سید علی شاہ	لاہور
حمدی بیت بازی		
نعت مصطفیٰ ﷺ	عمران احمد	لاہور

نعت رسول ﷺ	منصور احمد بٹ	لاہور
ناقابل فراموش نعتیں	ملک محمد ارشد	راولپنڈی

1995ء

الف مصطفیٰ ﷺ	یامین وارثی	کراچی
حریم نعت	رئیس احمد	کراچی
قربت مصطفیٰ ﷺ	یامین وارثی	کراچی

(س ۔ ن)

آرزوئے مدینہ	صوفی افضل	لاہور
اردو نعتیہ کلام میں شعروں کا انتخاب	حاجی محمد منیر	لاہور
انوار مدینہ	رحمٰن برادرس	کراچی
انتخاب سلام	عبدالغفور قریشی	کراچی
اعظم دیاں نعتیں	اظہر محمود	لاہور
باغ اسلام	شفیق دہلوی	کراچی
بزم رسول	باب الاشاعت	کراچی
بزم رسالت	باب الشاعت	کراچی
بچوں کی منتخب نعتیں	رئیس احمد	کراچی
بہار نعت	حاجی محمد منیر	لاہور
بہترین نعتیں	قاسم محمود قاسمی	لاہور
بھردو جھولی میری یا محمد	شاہد محمود	لاہور
بے مثال نعتیں	شکیل احمد	راولپنڈی
تحفہ محمدی (حصہ اول)	محمد الیاس برنی	کراچی
تحفہ محمدی (حصہ دوم)	محمد الیاس برنی	کراچی

تحفہ محمدی (حصہ سوم)	محمد الیاس برنی	کراچی
تحفہ محمدی (حصہ چہارم)	محمد الیاس برنی	کراچی
تمنائے مدینہ	عبدالغفور قریشی	کراچی
تخت نبوت	عبدالغفور قریشی	کراچی
تاجدار مدینہ	عبدالغفور قریشی	کراچی
ثنائے مصطفیٰ ﷺ	الطاف قادری	کراچی
جلوہ نور	عبدالغفور قریشی	کراچی
جمال مصطفیٰ ﷺ	معظم جاوید	لاہور
جب مسجد نبوی کے مینار نظر آئے	عمران علی	لاہور
دیار نبی ﷺ	عبدالغفور قریشی	کراچی
دیار حبیب ﷺ	باب الاشاعت	کراچی
دربار حبیب ﷺ	باب الاشاعت	کراچی
دربار رسالت ﷺ	حاجی گل بخشالوی	کھاریاں
دیدار محمد ﷺ	صوفی محمد افضل	لاہور
ذکر حبیب ﷺ	صوفی محمد افضل	لاہور
ذکر حبیب ﷺ	محمد نذیر احمد	گجرات
ذکر حبیب ﷺ	قریشہ خانم	کراچی
ذکر حبیب ﷺ	باب الاشاعت	کراچی
ذکر رسول ﷺ	باب الاشاعت	کراچی
رحمتوں کے پھول	محمد الیاس قادری	کراچی
رحمت کے گوہر	ابو طاہر مجددی	کراچی
مدح مدینہ	حنفی پبلیکیشنز	کراچی
شان مدینہ	حنفی پبلیکیشنز	کراچی
شاہ مدینہ	باب الاشاعت	کراچی
شان رسالت	باب الاشاعت	کراچی
شان رسول عربی	باب الاشاعت	کراچی
شاہ عربی	باب الاشاعت	کراچی
شان محمد	خلیل دہلوی	کراچی

شمع رسالت	محمد افسر قادری	کراچی
صدائے مدینہ	محمد صادق قادری	کراچی
ضیائے مدینہ	محمد صادق	کراچی
عشق محمد ﷺ	امتیاز علی	لاہور
عشق مدینہ	صوفی محمد افضل	لاہور
عقیدت کے پھول	شیخ اصغر علی	لاہور
عقیدت کے پھول	عتیق الرحمان	کراچی
فیضان مدینہ	محمد صادق قادری	کراچی
قافلہ یقین	سید محمد عامر	لاہور
گلشن نعت	نجیب رامپوری	لاہور
گلدستہ نعت	ریاض ندیم نیازی	لاہور
گلہائے عقیدت (حصہ دوم)	محمد راحت قادری	لاہور
گلہائے عقیدت (حصہ سوم)	محمد راحت قادری	لاہور
گل عقیدت	اخلاق عاطف	سرگودھا
گل کدہ معراج	عبدالمجید قادری	کراچی
گلہائے عقیدت (حصہ اول)	عبدالحفیظ قادری	کراچی
گلہائے عقیدت (حصہ دوم)	عبدالحفیظ قادری	کراچی
گلہائے عقیدت (حصہ سوئم)	عبدالحفیظ قادری	کراچی
گلدستہ جامی میاں (منظوم)	رحمان برادرس	کراچی
گلدستہ سلام	عبدالغفور قریشی	کراچی
گنجینہ فیضان الرسول	محمد رضا ہمایوں	کراچی
گلزار مدینہ	محمد یوسف قادری	کراچی
گلدستہ عقیدت	مدرسہ انوار القرآن	کراچی
گلزار مدینہ	عطا پبلیکیشنز	کراچی
گلشن رحمانی (حصہ اول)	عبدالجبار شاہد	کراچی
گلشن رحمانی (حصہ دوم)	عبدالجبار شاہد	کراچی
لیلۃ النعت	حاجی شعبان جمعہ	مکران
لاجواب نعتیں	امتیاز علی	لاہور
لب پر صل علیٰ کے ترانے	شاہد محمود	لاہور

معراج نامہ	حافظ سجاد حسین	کراچی
مولود شریف	علی رضا صدیقی	کراچی
مدینے والے	مرزا دلاور بیگ	کراچی
مدینے کی مٹھاس	مولانا الیاس قادری	کراچی
معراج کا دولہا	عبدالغفور قریشی	کراچی
مجموعہ سلام	عتیق الرحمان	کراچی
مدینہ کا چاند	ضیاء الدین پبلیکیشنز	کراچی
منتخب نعتیں	سید وسیم الدین	کراچی
مشہور نعتیں	سید وسیم الدین	کراچی
منتخب سلام	ساجد صدیقی۔ والی آسی	کراچی
مدحت	محمد حامد رضا خان	کراچی
مدینے کے پھول	محمد افسر قادری	کراچی
محمد سرور کونین نمبر1	کرن کتاب	کراچی
محمد سرور کونین نمبر2	کرن کتاب	کراچی
مرقع نعت	سجاد حمید	لاہور
مدینے والے	ریاض ندیم نیازی	لاہور
مدینے کا سفر	صوفی محمد افضل	لاہور
مدینے کی یاد	صوفی محمد افضل	لاہور
منتخب نعتیں	جہانگیر بکڈپو	لاہور
محفل حضور	عالم لاہوری	لاہور
مجھے عشق ہے نبی سے	شاہد محمود	لاہور
میرا کوئی نہیں تیرے سوا	شاہد محمود	لاہور
مدینے کی گلیاں	سید محمد عامر	لاہور
محمد حت	عطاالرسول اویسی	بہاولپور
نغمہ احمد ﷺ	محمد شہاب الدین	کراچی
نعت رسول مقبول	عبدالغفور قریشی	کراچی
نعت رسول	ایم عارف	کراچی
نعت شاہ کونین	ایس ایم صدیقی	کراچی
نعت رسول مقبول ﷺ	محمد ندیم حزین	کراچی

نعت رسول ﷺ	دربار غوثیہ	کراچی
نور مدینہ	رحمان برادرس	کراچی
نور مدینہ	نیو صائمہ پبلیکیشنز	کراچی
نغمہ نورانی	مولانا شبیر احمد	کراچی
نذرانہ عقیدت	ارشد محمود ناز	کراچی
نغمہ محمد ﷺ	باب الاشاعت	کراچی
نغمہ محبوب	خان برادرس	کراچی
نعتیں ہی نعتیں	امین برادرس	کراچی
ناقابل فراموش نعتیں	معین نظامی	کراچی
نعت رسول ﷺ	گلشن بک ایجنسی	کراچی
نعت حبیب ﷺ	عبدالذاکر ہاشمی	کراچی
نعت مصطفیٰ ﷺ	محمد اشرف	لاہور
نعت مصطفیٰ ﷺ	عبدالمجید ساگر	لاہور
نعت رسول مقبول	حضرت علی شاہ	لاہور
نعت رسول مقبول	آصف بک سینٹر	لاہور
نعت حبیب	ریاض ندیم نیازی	لاہور
نعت شریف	شیخ اصغر علی	لاہور
نعت	ریاض ندیم نیازی	لاہور
نعت انوار مدینہ	صوفی عبدالسلام	لاہور
نعت رسول عربی ﷺ	صوفی عبدالسلام	لاہور
نعت مصطفیٰ ﷺ	طارق اشفاق	لاہور
نعت محبوب	غلام رسول	فیصل آباد
نعتوں کی مہک	انور جیلانی	فیصل آباد
نعتوں کی مہکار	ضمیر صدیقی	فیصل آباد
نعتوں کی محفل	وحید اللہ قریشی	فیصل آباد
نعتوں کی البم	اے ایس پوی	فیصل آباد
نعتیں ہی نعتیں	اے ایس پوی	فیصل آباد
نعتوں کے پھول	غلام رسول	فیصل آباد
نعتوں کی کہکشاں	مبارک جاوید رند	فیصل آباد

نعت محبوب (حصہ اول)	محمد رفیق قادری	ڈسکہ
نعت و سلام	مشتاق علوی	راولپنڈی
ہدیہ حمد نعت	زہرہ جبیں	کراچی
یا نبی سلام علیک	سید محمد عامر	لاہور
یاد مصطفیٰ ﷺ	محمد ندیم ساگر	لاہور
یہ سب تمہارا کرم ہے آقا	قاسم محمد قاسمی	لاہور

نعتیہ انتخاب خصوصی

1952ء	ذکر حبیب	امیر مینائی	خالد مینائی	لاہور
1955ء	انتخاب کلام	امیر مینائی	خالد مینائی	لاہور
1979ء	انتخاب اعلیٰ حضرت	مولانا احمد رضا بریلوی	محمد عبدالمبین نعمانی	کراچی
1987ء	قلزم رحمت	امیر مینائی	راجا رشید محمود	لاہور
1988ء	نعت حافظ	حافظ پیلی بھیتی	راجا رشید محمود	لاہور
1990ء	سفینۂ نعت	سرور کیفی	ڈاکٹر سید ابوالخیر کشفی	کراچی
1992ء	منتخب نعتیں	عبدالستار وارثی	شہزاد احمد	کراچی
1994ء	چراغ تجلی	محسن کاکوروی	ڈاکٹر سید ابوالخیر کشفی	کراچی

الف

اخشی یا رسول اللہ	محمد فدا تابش	1975ء
ارمغان نعت	شفیق بریلوی	1976ء
انوار حرمین	صدیق اسماعیل	1985ء
انوار حرم (حصہ اول)	مجلس احباب ملت	1986ء
ابر لطف و کرم	رفیق احمد کلام رضوی	1986ء
انوار مدینہ	عز الدین خاکی	1987ء
انوار حرم (حصہ دوم)	مجلس احباب ملت	1990ء
انوار حرم (حصہ سوم)	مجلس احباب ملت	1993ء
ایوان نعت	صبیح رحمانی	1993ء
ایمان کی جان جانا محمد کے نام	قاضی محمد اسرائیل	1993ء

الف مصطفیٰ	یامین وارثی	1994ء

ب

بادہ کوثر	محمد امین شرقپوری	1954ء
بستان نبیؐ	غلام نبی	1962ء
بزم رسالتؐ	حاجی گل بخشالوی	1985ء
بہار نعت	حفیظ تائب	1990ء
بلبل بستان مصطفیٰ	سعید ہاشمی	1993ء
بہار نعت	منصور احمد بٹ	1994ء

ت

تمنائے مدینہ	قاری عبدالحفیظ خان	1956ء
تنویر مصطفیٰ	یامین وارثی	1983ء
تاجدار حرمؐ	طالب محمود طالب	1993ء

ث

ثنائے حبیبؐ	محمد علی ظہوری	1958ء
ثنائے خواجہ کونین	درد اسعدی	1984ء
ثنائے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم	اکمل پیرزادہ	1984ء
ثنائے محمد صلی اللہ علیہ وسلم	راجا رشید محمود	1994ء
ثنائے محبوبؐ	اکمل پیرزادہ	1994ء
ثنائے محمد صلی اللہ علیہ وسلم	کوثر جہاں	1988ء

ج

جواہر النعت	عزیز صابری (عزیز احسن)	1981ء
جان رحمت	اخلاق عاطف	1989ء
جمال مصطفیٰ	صبیح رحمانی	1993ء

چ

چراغ صبح جمال	رئیس بدایونی	1958ء

ح

حمد و نعت	فیروز سنز لمیٹڈ	1957ء
حمد و نعت	محمود علی جامعی	1959ء
حریم نعت	رئیس احمد	1994ء

خ

خیر البشر کے حضور میں	ممتاز حسن	1975ء
خامہ خاصان رسل	ادارہ علم و فن	1979ء
خزینہ نعت	خان اختر ندیم	1992ء

د

دیدہ نم	صوفی گلزار احمد شکوری	1985ء
دنیائے نعت صلی اللہ علیہ وسلم	امتیاز علی	1994ء

ذ

ذکر حبیب صلی اللہ علیہ وسلم	عبدالعلیم صدیقی	1949ء
ذکر سرور صلی اللہ علیہ وسلم	فرید احمد قریشی	1989ء

ر

رحمت تمام	بزم ادب نیشنل بینک	1988ء
راہ نجات	غلام مجتبیٰ احمدی	1993ء

ز

زمزم طیبہ	سعید احمد خان	1990ء

س

سلام قدس	عقیل احمد بدر امروہوی	1954ء
سلام رضا	شہزاد احمد	1983ء
سو مشہور نعتیں	ملک محمد ارشد	1992ء
سو شاہکار نعتیں	علیم پبلشر	1994ء

ش

شان محمد صلی اللہ علیہ وسلم	محبت خان بنگش	1984ء
شان مظہر جلیل	منور قادری	1988ء
شان رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم	منور قادری	1988ء
شاہکار نعتیں	ملک محمد ارشد	1991ء
شاہکار نعتیں	سعد اللہ شاہ	1991ء
شعاع نور	الطاف احسانی	1991ء
شاندار نعتیں	امتیاز علی	1994ء
شہر نعت	آصف بشیر چشتی	1994ء
شاہ مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم	محمد ذیشان	1994ء
شان مصطفیٰ	محمد ذیشان	1994ء

ص

صحیفہ انوار	علامہ سید عشق	1960ء
صہبائے حرم	سہیل اختر	1974ء
صلی اللہ علیہ وسلم	راز کاشمیری	1980ء
صل علی محمدؐ	میر واصف علی	1981ء
صلی اللہ علیہ وسلم	فاضل حمیدی	1984ء
صحیفہ نعت	اکبر غالبی	1976ء

ظ

ظہور مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم	قمر وارثی	1992ء

ع

عقیدت کے پھول	محمد اطاعت اللہ صدیقی	1969ء
علمائے اہل سنت کی نعتیں	نذیر احمد	1978ء
عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم	محمد ذیشان	1994ء

ف

فانوس رحمت	انجمن فانوس ادب	1965ء
فیضان نوری	سید مقبول احمد شاہ	1991ء

ق

قربت مصطفیٰ	یامین وارثی	1994ء

ک

کالی کملی والے تجھ پہ لاکھوں سلام	منور قادری	1988ء
کشف العرفان	ڈاکٹر نور محمد	1988ء
کشکول عقیدت	خادی اجمیری، ضامن اجمیری	1989ء
کشکول عقیدت	صادق جمیل	1994ء

گ

گلکدۂ حرم	مہر پیلی بھیتی	1960ء
گلدستہ سلام	عبدالغفور قریشی	1961ء
گلشن محمود	محمود حسن رضوی	1961ء
گلدستہ نقشبندی	محمد بشیر نقشبندی	1972ء
گلدستہ نعت	ضیاء محمد ضیاء، طاہر شادانی	1978ء
گلدستہ	نذر صابری	1980ء
گل چیدہ	حفیظ تائب	1983ء
گلدستہ نعت	نجیب رامپوری	1985ء
گلشن نعت	ضیاء ساجد	1985ء
گلدستہ سلام	رفیق احمد کلام	1988ء
گلہائے عقیدت (حصہ اول)	محمد راحت قادری	1991ء
گلدستہ نعت	منصور احمد بٹ	1994ء

ل

لاکھوں سلام	شہزاد احمد	1985ء

م

مقبول نعتیں	محشر بدایوانی	1964ء
میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم	سید منیر علی جعفری	1965ء
مدح رسولؐ	راجا رشید محمود	1973ء
مدحت مصطفیٰؐ	قاری مصلح الدین صدیقی	1974ء
مجموعہ نعت (حصہ اول)	انیس احمد نوری	1977ء
میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم (بار دوم)	ام زبیر	1978ء
مخزن نعت	محمد اقبال جاوید	1979ء
منتخب نعتیں	ایم جسیم انصاری	1980ء
مدینہ نعت	نیر ندیم	1981ء
مجموعہ نعت	محمد عثمان پیرزادہ	1983ء
میلاد رحیم	رحیم دہلوی	1983ء
مدحت مصطفیٰؐ	محمد ہارون کاسمانی	1984ء
مجموعہ سلام	انیس احمد نوری	1986ء
منتخب نعتیہ کلام	ڈاکٹر انعام الحق کوثر	1986ء
مجموعہ سلام	انیس احمد نوری	1986ء
مدینے کی خوشبو	محمد حبیب قادری	1987ء
میرے آقا میرے حضورؐ	ریاض ندیم نیازی	1987ء
مجموعہ نعت (حصہ دوئم)	نور محمد قادری	1988ء
م۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم	مرتضیٰ اشعر	1993ء

ن

نغمات صداقت	ابوالسیف عتیق	1957ء
نغمہ حبیب	محمد شفیع اوکاڑوی	1960ء
نذر عقیدت	علی رضا صدیقی	1963ء
نقش سعادت	ڈاکٹر سید ابوالخیر کشفی	1966ء
نوائے سروش	نثار احمد	1967ء

نذرانہ عقیدت	ابو داؤد، محمد صادق	1973ء
نعت خیر البشر	سید فیضی	1977ء
نغمہ محبوب (حصہ دوم)	محمد رفیق قادری	1978ء
نغمہ محبوب (بار چہارم)	سید خالد حفیظ	1978ء
نعت رسول (بار چہارم)	فیروز سنز لیمیٹڈ	1978ء
نوائے رضا	شہزاد احمد	1982ء
نعت خاتم المرسلین	راجا رشید محمود	1982ء
نعتوں کی خوشبو	شبیر احمد قادری	1982ء
نعت مصطفیٰ	یامین وارثی	1982ء
نعت ہی نعت	سہیل غازی پوری	1984ء
نعت حبیبؐ	گل نسرین	1984ء
نعت مصطفیٰ	محمد عارف	1985ء
نعت مصطفیٰ	عدیل انوار	1985ء
نعت حق	ابن حق	1985ء
نعت مقبول	اشفاق پبلیکیشنز	1986ء
نعت مصطفیٰ	محمد رفیق غاریانی	1986ء
نعت مصطفیٰ	محمد حنیف بلو	1986ء
نور مصطفیٰ	یامین وارثی	1986ء
نعت مصطفیٰ	ابن حق	1987ء
نور سخن	نور احمد میرٹھی	1988ء
نعت مصطفیٰ	عمران احمد	1988ء
نوری کرن	محمد میاں نوری	1988ء
نعت مصطفیٰ	ناصر زیدی	1991ء
نصاب عشق	محمد محب اللہ اظہر	1991ء
نور الہدیٰ	سراج الدین خاکی	1991ء
نعت کائنات	راجا رشید محمود	1993ء
نعات ختم نبوت	محمد طاہر رزاق	1993ء
نذرانہ عقیدت	بشیر فاروقی	1993ء

نعتوں کے چراغ	امتیاز علی	1994ء
نعتیہ بیت بازی حجمی بیت بازی	سید علی شاہ	1994ء
ناقابل فراموش نعتیں	ملک محمد ارشد	1994ء
نعت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم	عمران احمد	1994ء
نعت رسول صلی اللہ علیہ وسلم	منصور احمد بٹ	1994ء

و

ور فعنا لک ذکرک	سید انجم جعفری	1983ء

ہ

ہندو شعراء کا نعتیہ کلام	فانی مراد آبادی	1962ء

خزینہ حمد ---- مرتبہ: طاہر سلطانی

قدیم و جدید شعراء کرام کی 313 حمدوں پر مشتمل دنیائے حمد و نعت کا پہلا یادگار دیدہ زیب حمدیہ انتخاب زیر ترتیب ہے۔

------ 0000 ------

غیر منقوط نعتیہ انتخاب ---- مرتبہ: طاہر سلطانی

دنیائے حمد و نعت میں پہلا غیر منقوط نعتیہ انتخاب زیر طباعت ہے۔

رابطہ کے لئے ---- طاہر سلطانی 38/26 بی ون ایریا لیاقت آباد کراچی نمبر 19 سندھ پاکستان

------ 0000 ------

نعت سرور کائنات ایک منفرد صنف سخن

ڈاکٹر محمد اسحاق قریشی

مدحت سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم وہ صنف سخن ہے جس کی خدمت میں نسل انسانی کا ہر طبقہ شریک ہے۔ اس میں رنگ و نسل تہذیب و تمدن یا زبان و ملک کی غیریت راہ نہیں کاٹتی' خواہشات و میلانات مختلف ہو سکتے ہیں مگر اس مرکز اتحاد پر سب ایک انداز اور ایک جذبہ کے ساتھ حاضر ہیں۔ یہ وہ مقام اتصال ہے جہاں اجنبیت کا احساس مٹ جاتا ہے۔ اور بین الاقوامی معاشرت کی جھلک نظر آتی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ دنیائے فن کی ہم نظری کا سب سے بڑا مظہر نعت ہے اس لئے مدحیہ ادب کا اس حوالہ سے مطالعہ آفاقی ادب کا مطالعہ ہے۔ جوں جوں دوریاں مٹ رہی ہیں اور انسان قریب آرہے ہیں مدحیہ شاعری کو فروغ حاصل ہو رہا ہے۔

مدحیہ شاعری تین عناصر سے تشکیل پاتی ہے۔ زبان' ادب اور شعری روایات اور سیرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے استفادہ کی صلاحیت کے ساتھ جذبات محبت و عقیدت کے اظہار کا سلیقہ' ان عناصر کا باہمی ربط غیر متوازن ہو تو مدح کا حق ادا نہیں ہوتا' مدح انسانی فطرت کی تاثر پذیری کا شعری اظہار ہے اس لئے اس میں جذبوں کی طہارت' رویوں کی صلابت اور لفظوں کی جودت درکار ہے۔ عناصر مدح میں سوچ کی ناپختگی اور خیال کی نادرستی راہ پانے لگے تو مدح کا معیار انحطاط آشنا ہو جاتا ہے۔ وقتی مصلحتیں اور مادی حوائج' مدح' میں ابتذال کا تعفن پیدا کر دیتے ہیں جس سے مدح نگاری کاروبار اور جنس فروخت بن جاتی ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ہر کہ و مہ جسے وزن و قافیہ کی کچھ سدھ بدھ ہو مدح نگاری کو حصول رزق کا ذریعہ بنا لیتا ہے یہ مدح کا ارزل مقام ہے۔ اسی حوالہ سے کہا جاتا ہے کہ مدح آسان ترین صنف سخن ہے حالانکہ یہ ایک برتر جذبے کا باوقار اظہار ہے۔ یہ خالص جذبوں کا معطر خیالات کا وہ حسین پیکر ہے جو سراسر محترم اور ہمہ تن مقدس ہے۔ یہ مدح نگار کے ضمیر کی آواز ہے جو سامع کے قلب پر دستک دیتی ہے یہ نہ آسان ہے اور نہ ہر کسی کے بس کی بات ہے' تاریخی عمل بتاتا ہے کہ وہ شعراء جو ہر کس و ناکس کی مدح میں مبالغے اور غلو کی تمام حدیں پار کر رہے تھے اور جنہیں رائی کا پہاڑ بنانے کا فن بھی آتا تھا۔ مدح رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں ایسے ژولیدہ بیان ثابت ہوئے کہ ایک شعر بھی نہ کہہ سکے کہ نعت کہنا دراصل تلوار کی دھار پر چلنا ہے نمبر1 اس لئے مدح نگار یا نعت گو کے لئے احتیاط لازم ہے اسے بہر حال یہ احساس رہنا چاہیے کہ:

○ اس کا ممدوح یکتا بھی ہے اور بے مثال بھی

___ ○ وہ جس گروہ میں شامل ہے اس میں ہر طبقے ہر دور اور ہر صلاحیت کے افراد موجود ہیں

___ ○ مقصود نظر ایک ہو تو مضامین کی یکسانی کا احتمال ہوتا ہے۔

___ ○ اس کی انفرادیت اس مخصوص حوالہ سے پیدا ہوگی جو اس کی ذات اور ذات ممدوح کے درمیان موجود ہے' سورج ایک ہے اس کی روشنی ایک اکائی ہے مگر دیکھنے والی آنکھ کی صلاحیت اور نظر کا زاویہ اسے مختلف رنگوں میں دیکھتا ہے۔

___ ○ ذات ممدوح کے جلوے دنیائے قلب پر عکس ریز نہ ہوں تو نعتیہ اشعار عروضی جمع تفریق بن جاتے ہیں۔ ایسے میں نعت کہنا ایک تکلف ہے' ایک روایت ہے اور بس

___ ○ ممدوح کے اوصاف لامحدود اور لامتناہی ہیں' بہت کچھ کہنے کے باوجود بہت کچھ کہنے کی گنجائش رہتی ہے اس لئے عجز و انہماء رہنا چاہیے

___ ○ نعت میں تخیلات کی بلند پروازی سے زیادہ حقائق کے ادراک کا مسئلہ درپیش ہے۔ اس بارگاہ عالی میں صفات شماری ایک قرینہ چاہتی ہے جس کے لئے تحقیق درکار ہے

___ ○ تشبیہ یا استعارہ کی جدت طرازی کی اجازت کے باوجود مبالغہ آفرینی میں سلیقہ بنیادی شرط ہے' ممدوح خیر البشرؐ ہے فوق البشر نہیں' ممدوح سرور انبیاء ہے مگر ناموافق مسابقت کی اجازت نہیں۔

___ ○ موضوع عظیم بھی ہے اور نازک بھی کہ یہاں جنبش لب یا لغزش قدم پر دنیا و عقبیٰ کی تباہی کا خطرہ ہے۔ یہ عرش سے نازک تر مقام ہے اس لئے قرآنی ارشادات پیش نظر رہنے چاہئیں کہ

___ ○ آواز پست رہے' صوتی آہنگ عاجزانہ ہو۔۔۔ "لاترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی" نمبر2

"تم اپنی آوازوں کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز سے بلند نہ کرو۔"

___ ○ ولا "تجھروا لہ بالقول کجھر بعضکم بعضا" نمبر3 یعنی تم ان کے ساتھ بات کو بلند آہنگ نہ دو جیسا کہ تم ایک دوسرے کے ساتھ بات کو بلند کرتے ہو' اس لئے طرز خطاب میں انکسار اور تواضع چاہیے۔

___ ○ "ان الذین ینادونک من وراء الحجرات" (بے شک وہ آپ کو کمروں کے باہر سے پکارتے ہیں) کے بارے میں نمبر 4 "اکثرھم لایعقلون" (ان میں سے بیشتر عقل نہیں رکھتے) کا فیصلہ دیا جاچکا ہے اس لئے پکار بے باکانہ نہ ہو اسی لئے اسم ذات سے ندا غیر محمود ہے کہ خود پروردگار عالم نے یوں نہیں پکارا۔

___ ○ ممدوح "ورفعنا لک ذکرک" نمبر5 (اور ہم نے تیرے ذکر کو بلند کردیا) اور "وکان

فضل اللہ علیک عظیما" نمبر6 (اور آپ پر اللہ تعالی کا عظیم فضل ہے) کی رفعت اور عظمت کا حامل ہے اس لئے عزت و حرمت کا احساس ہمیشہ دامن گیر رہنا چاہیے۔

___ ○ غزلیہ انداز شعر اور عشقیہ طرز خطاب میں احتیاط لازم ہے تاکہ قاری "جنسیت" کے انحطاط کی طرف نہ اترنے لگے' یہ بجا کہ تشبیب سامع کو متنبہ' جذبات کو برانگیختہ اور خیالات کو برآفروختہ کرنے کا باعث ہے' یہ مجاز سے حقیقت کا سفر ہے جسے صوفیاء نے حقیقت شناسائی کے لئے ایک لازمی زینہ خیال کیا ہے اور غبار ناقہ سے محمل لیلیٰ کا سراغ پانے کا ذریعہ سمجھا ہے مگر لازم ہے کہ جذبات عشق منہ زور ہوکر نورانی فضاء کو مکدر نہ کردیں' حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی علیہ الرحمہ (م 1176ھ) کا ارشاد ہے کہ "تشبیب بالنساء" کی روایت ختم ہونی چاہیے کہ

فتلک شرائع الشعر قدما= = وقد نسخت بختم الانبیاء نمبر 7

امام بوصیری علیہ الرحمتہ (م 696ھ) نعتیہ ادب کے امام ہیں ان کے قصیدہ بردہ میں تشبیب ہے مگر ان کی تشبیب "حدیث عشق" نہیں ہے یہ تو ذکر محبوب کے ابتدائیہ کے طور پر "خواشی حبیب" کا تذکرہ ہے تاکہ آتش شوق تیز ہو اور جس وقت مدح کا مرحلہ آئے جوش و ولولہ اور سامعین کا اشتیاق نقطہ کمال پر پہنچ چکا ہو۔

ان امور کا احساس دامن گیر رہے تو نعت گوئی کا نازک مرحلہ بحسن و خوبی طے ہوتا ہے' یہ بھی یقین رہنا چاہیے کہ نعت گوئی ادب عالی ہے جو شاعر کے شعور کی ترجمان اور پوتر جذبوں کی عکاس ہے' بعض اوقات شاعر کو اس بنیادی عنصر کا احساس نہیں رہتا کہ نعتیہ شاعری' ملکہ شعر کے ساتھ خیالات کے تزکیہ' اعمال کے تقوی اور میلانات کے توازن کی متقاضی ہے۔ مدح رسالت اس حوالہ سے مشکل ترین صنف سخن ہے اسی لئے بعض نامور شاعر اس سے محروم رہے ان کے ہاں شعر کہنے کی صلاحیت بدرجہ کمال موجود تھی مگر یہ صرف ایک خارجی جزو کی حیثیت رکھتی ہے اس کے علاوہ جو روح شعر توفیق تھی انہیں حاصل نہ تھی نعت کے محتویات کا بہتر ادراک تو صاحب دل اور حامل تقوی اصحاب ہی کرسکتے تھے اسی لئے اس صنف شریف کی پذیرائی صوفیاء کے ہاں ہوئی۔ یہاں یہ سوال بھی اپنا جواب پالیتا ہے کہ فحول اور معروف شعراء نے اس طرف توجہ کیوں نہ کی' بعض ظاہر بیں اس رویہ کی بناء پر کہنے لگے کہ مدحیہ شاعری میں دوسرے درجہ کے شعراء نے حصہ لیا ہے' اس ابہام میں کئی مغالطے ہیں۔

___ ○ ایک یہ کہ نعتیہ شاعری کے ابتدائی ذخیرے کی تدوین پر توجہ کم رہی ہے اور اسے ایک ذاتی' روحانی معاملہ سمجھا گیا ہے

___ ○ دوسرے یہ کہ نعتیہ شاعری' مدحیہ شاعری کے ساتھ مربوط کردی گئی اور عام مدیح کا

مقام قابل فخر نہ تھا اس لئے نعتیہ شاعری کو اسی ربط کی بنیاد پر کم تر صنف سخن خیال کر لیا گیا حالانکہ نعتیہ ادب 'قصیدہ خوانی' سے کوئی علاقہ نہ رکھتا تھا۔ وہ مادی احتیاج کا شاخسانہ تھی مگر یہ بالغ نظری اور روحانی سربلندی کا نتیجہ'

___ ○ تیسرے یہ کہ تنقید شعر کے ایسے معیار قائم کر لئے گئے تھے جن پر جاہلی شعر کی سطوت قائم تھی' ایسے ماحول میں نعتیہ ادب کی قدر و قیمت متعین نہ ہو سکی حتکہ ناقدین کو یہ توفیق نہ ہوئی کہ وہ اس صنف سخن کا غیر جانبدارانہ جائزہ لیں۔

___ ○ چوتھے یہ کہ جہاں ادبی حلقوں نے اسے دینی ادب قرار دے کر نظرانداز کیا وہاں دینی حلقوں میں بھی اس کا جائز حق ادا نہ ہوا کیونکہ ان حلقوں میں درسیات اور فقہی استخراجات کو فوقیت حاصل تھی۔ مدحیہ شاعری صرف ذاتی ذوق اور لمحات فراغ کے لئے لائق التفات ٹھہری' تصوف کے زاویوں میں وجودی مسائل اور ان پر مشتمل شاعری کا چلن رہا۔

___ ○ نعتیہ ادب کے فنی جائزے کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ خوش عقیدگی اور خوف فساد خلق بھی تھی کہ ایسے مقدس ادب کو کیونکر نقد و نظر کے تختہ پر چن دیا جائے۔

ان مغالطوں کے علاوہ نعتیہ شاعری کو خود مدح نگاروں کے طرز عمل سے نقصان پہنچا۔ شعری صلاحیت رکھنے والے لوگ عموماً" وہ تھے جو قابل احترام شخصیات کے مالک تھے' وہ دربار نبوی کی نزاکتوں کو بھی سمجھتے تھے اور شاعری کے رموز و غوامض کو بھی' مگر وہ نعت کو اپنے ضمیر کی آواز اور اپنی عقیدت کا اظہار سمجھتے تھے جس کی نمائش مستحسن نہ تھی۔ انہیں خوف تھا کہ یہ خالص جذبہ کہیں ریاکاری میں شمار نہ ہو جائے اس طرح بے شمار نعتیہ اشعار منظر عام پر نہ آسکے بلکہ بیشتر دست برد زمانہ کی نذر ہو گئے۔ اس کے برعکس شعری پرکاری کے قائل اصحاب اپنے جذبات کے اظہار کے لئے یہی پیمانہ استعمال کرنا ضروری سمجھتے تھے۔ خلوص و محبت تو تھا ہی مگر یہ بھی سمجھ لیا گیا کہ ارادت کا اظہار سوائے شعر کے ہو ہی نہیں سکتا۔ اس طرح ہر وہ شخص جو وزن و قافیہ کی معرفت رکھتا تھا شعر کہنے لگا' عوام نے محبت سے سنا کہ یہی دستیاب مال تھا۔ یوں یہ شعوری کوشش جو زیادہ تر تصنع کے ذیل میں آتی تھی مقبول ہوتی گئی' ایسے محنت پسند لوگ اپنی محنت کو ضائع بھی نہیں ہونے دیتے نتیجہ یہ ہوا کہ ایسا کلام محفوظ بھی ہو گیا۔ یہ تسلیم کہ مدح رسالت ایک توفیق ہے مگر سوال پھر بھی یہ ہے کہ اس توفیق کے اظہار کے لئے شعر کا ہی لبادہ کیوں ضروری ہے؟

"مدح" وصف جمیل ہے یہ وصف وھبی بھی ہو سکتا ہے اور کسبی یعنی اختیاری بھی' حسن و جمال' قد و قامت' موزونیت جسم اور قوت و جبروت ایسے اوصاف ہیں جو انسان کو ودیعت ہوتے ہیں مگر علم و حکمت' دانش و بینش' حکومت و سطوت ایسے اوصاف ہیں جو جہد و محنت سے حاصل ہوتے ہیں' مدح ہر

دو اقسام کے اوصاف کو محیط ہے مگر صفات شماری کا محرک وہ رویہ ہونا چاہیے جو محمود ہو کہ بسا اوقات غیر صالح محرکات کی کارفرمائی سے قدم قدم پر بہک جانے کا امکان اور لفظ میں غیر معیاری ہو جانے کا اندیشہ رہتا ہے۔ ہر لمحہ یہ خطرہ رہتا ہے کہ کہیں ذات ممدوح سے کوئی نامناسب جملہ' ناموافق روایت' یا نامحمود جذبہ منسوب نہ ہو جائے کیونکہ ممدوح وہ ذات گرامی ہے جس کے تقدس و احترام پر عقائد کی دیوار کھڑی ہے اس لئے الفاظ اور شستہ ہوں سوقیانہ الفاظ اور محاورے نہ آنے پائیں۔ نمبر 8 مدح نگاری ایک انفعالی عمل کا فعالی اظہار ہے اس لئے کہ مدح نگار بیک وقت تاثر پذیر بھی ہوتا ہے اور تاثیر آفرین بھی' وہ ممدوح کی ذات سے مترشح ہونے والی صفات کو قبول کرتا ہے اور پھر اس قبولیت کا اظہار اپنے جذبوں کے سہارے کرتا ہے اس دوگونہ عمل میں اگر کسی ایک کی تہذیب و تنقیح مناسب طور پر نہ ہو سکے تو نتیجہ غیر تسلی بخش نکلتا ہے اس لئے مدح نگار کی تاثر پذیری کی اصلاح بھی ضروری ہے اور اس کے جذبات کے اظہار کی تہذیب بھی لازم ہے محسنین کے احسان پر ان کا شکریہ ادا کرنے کا حکم دیا گیا ہے' ارشاد نبوی ہے: "من لا یشکر الناس لا یشکر و اللہ" نمبر 9 جو لوگوں کا شکریہ ادا نہیں کرتا اللہ تعالی کا شکر نہیں کرتا) یہی شکریہ' شعر کے قالب میں ڈھلے تو مدح بنتا ہے۔

اسلامی تعلیمات میں مدح کے حدود متعین ہیں' یہ موافق واقعہ' غلو سے مبرا حسین الفاظ کا مرقع بلاغت کا پیکر اور مدح نگاروں کے دل کی آواز ہے۔ نعت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم میں صداقت شعاری ضروری ہی نہیں فرض ہے کیونکہ یہ تذکرہ سب سے بڑے صادق کا ہے جس کی ساری زندگی نور صداقت سے مسیر ہے' جو صداقت کا اعلی اسوہ بھی ہے اور اس کا پیغام بر بھی' نعت گو کے لئے احتیاط لازم ہے کہ یہاں صرف ایک صنف سخن کے تقاضوں کے ملحوظ رکھنے کا ہی مسئلہ نہیں ایمان کی سالمیت کا سوال بھی ہے۔ ذات گرامی صلی اللہ علیہ وسلم کا ہمہ صفت موصوف ہونا سہولت بھی بہم پہنچاتا ہے اور راستے کی مشکلات کی خبر بھی دیتا ہے۔ افراط و تفریط کی دو طرفہ حد بندی نے اس راہ کو پل صراط بنا دیا ہے جہاں بڑے بڑوں کے قدم لرزتے ہیں۔ نعت اصناف سخن کی مروجہ تقسیم کے حوالے سے مدیح' کا حصہ سمجھا جاتا ہے حالانکہ یہ ایک منفرد اور مستقل صنف سخن ہے' اصناف سخن کی تقسیم دو پہلوؤں سے روبہ عمل آتی ہے۔ ہیئت ظاہرہ یا اسلوب کے نقطہ نظر سے اور معانی اور مفاہیم یعنی داخلی مکونات کے اشتراک خصائص کے حوالے سے ہر دو اعتبار سے نعت رسول صلی اللہ علیہ وسلم اپنا الگ وجود رکھتی ہے' اسے قصیدہ' قطعہ' تضمین یا معارضہ' وغیرہ یا صور ظاہریہ کا پابند نہیں کیا جا سکتا۔ یہ سب سے ممتاز مگر سب میں جاری ہے' معانی کے اعتبار سے یہ ذات بے عدیل صلی اللہ علیہ وسلم کا تذکرہ ہے اس لئے ممدوح کی یکتائی کے حوالے سے بھی ممتاز ہے۔ اس

میں جذبوں کی صداقت، خلوص کی مہک اور خیالات کا سہانا پن ہے' یہ ضمیر کی پکار ہے وہ ضمیر جو ہمہ درد مند' سراپا ملتمس اور بہر صورت مستغیث ہے اس لئے اس کے اثرات ہمہ جہتی ہیں۔ یہاں حق ادا نہیں ہوتا اس لئے تجاوز عن الحد کا مرحلہ ہی نہیں آتا بلکہ عجز بیان کا اعتراف رہتا ہے' یہ خالق کی ہمنوائی کا عمل ہے اس لئے بے بضاعتی اور ژولیدگی نعت گو شعراء کا مشترک امتیاز ہے۔ ہر صنف سخن کے حدود علماء لغت و شعر مرتب کرتے ہیں مگر نعت کے ضابطے خالق کے حوالے سے ترتیب پاتے ہیں اس لئے مدح نگار محتاط بھی ہے اور سراپا سپاس بھی۔ اس کے پیش نظر "ورفعنا لک ذکرک" نمبر 10 "کان فضل اللہ علیک عظیما" > نمبر 11 کی شوق انگیزیاں بھی ہیں اور "لا ترفعوا اصواتکم" نمبر 12 کی پابندیاں بھی اس لئے اس کا لہجہ مشتاقانہ مگر عاجزانہ ہے اس کی زبان کوثر و تسنیم سے دھلی ہوئی ہے اور اس کے کلمات پابند آداب ہیں۔

الحمدللہ اس مشکل ترین شاہراہ پر مسلمانوں نے کامیابی سے چل کر اپنی عقیدت و محبت کو جلا بخشی ہے' چودہ سو سال کی تاریخ گواہ ہے کہ قریہ قریہ' شہر شہر مدحت سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کے ترانے گائے جا رہے ہیں۔ عوام ہوں یا خواص سب ہم نیاز ہیں' غیر مسلم بھی جب معاشرتی آداب اور انسانی عظمتوں کے حوالوں سے نغمہ سرا ہوئے تو زبان مشک و عنبر سے باوضو رہی' یہ طویل روایت اسلامی تاریخ کے لئے وجہ افتخار بھی ہے اور دامن رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی بے پایاں وسعتوں کی غماز بھی' یہ سلسلہ ازل سے چلا اور ابد تک جاری رہے گا کہ یہ پیغمبر آفاق صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور سپاس عقیدت ہے' کہنے والوں کو قرار نہیں اور ممدوح کے فضائل کا شمار نہیں' صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دور سے عصر حاضر تک یہ سلسلۃ الذہب' پھیلا ہوا ہے۔ کثرت کے باوجود زبان اور طرز نگارش پر حکمت اور پاکیزگی محیط ہے۔ خوش قسمت ہیں وہ اہل قلم جن کے ہاتھ اقلیم نعت کی وسعتوں تک ممتد ہیں " وذلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء واللہ ذوالفضل العظیم نمبر 13

کالما ناظر الحسناء مکتحلا"
بترب فعل رسول اللہ مکحول نمبر 14
اللھم صل وسلم علی حبیبک محمد و علی آلہ و صحبہ"

حوالہ جات

1___ مولانا احمد رضا خان : الملفوظ حصہ دوم ص: 4
2___ سورہ الحجرات : 2

3___ ایضا
4___ سورہ الحجرات: 4
5___ سورہ الانشراح: 4
6___ سورہ النساء: 114
7___ الطیب النغم شاہ ولی اللہ محدث دہلوی ص: 24
8___ علامہ شبلی نعمانی: مقالات جلد دوم ص: 40
9___ امام الترمذی: سنن الترمذی المجلد الثانی' ابواب البر والصلۃ عن ابی هريرة رضی اللہ عنہ
10___ سورہ الانشراح: 4
11___ سورہ النساء: 114
12___ سورہ الحجرات: 2
13___ سورہ الحدید: 21
14___ غلام علی آزاد بلگرامی: الدیوان الثالث ص: 10

✿ ✿ ✿ ✿ ✿

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللّٰھم صل علیٰ سیدنا و مولینا
محمد و علیٰ آل سیدنا و مولینا
محمد کما صلیت علیٰ ابراہیم
و علیٰ آل ابراہیم انک حمید مجید
اللّٰھم بارک علیٰ سیدنا و مولینا
محمد و علیٰ آل سیدنا و مولینا
محمد کما بارکت علیٰ ابراہیم
و علیٰ آل ابراہیم انک حمید مجید
السلام علیک ایھا النبی
و رحمۃ اللہ و برکاتہ

ممنوعاتِ نعت .... عاصی کرنالی

حضرت محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی مدح گوئی اور ثناء خوانی ایک مسلمان شاعر کا جہاں دینی و ایمانی فریضہ ہے وہیں اس کے شعر و ادب کا بھی ایک عرفانی تقاضا ہے۔ وہ کائنات کی عظیم ترین ہستی جس کا مداح خود خالق حیات و کائنات ہے اور وہ محبوب و مطلوب شخصیت کبریٰ جس کی توصیف و ثناء میں تمام کائنات محو و مشغول ہے اور جو ازل سے ابد تک کی اقلیم پر رفعالک ذکرک کا تاج پہنے شہنشاہی کر رہا ہے اور جس کے صدقے میں بشر ہر عظمت و سعادت سے بہرہ ور ہوا۔ اس کی مداحی ہر شاعر کی اساس شعر اور اثاثۂ ادب ہونا چاہیے۔ یہی بنیادی سبب ہے کہ بے شمار شعراء نے صرف نعت گو اور مداحین رسالت کا تخصص پایا اور ان کے مبارک قلم سے صرف نعت کے مضامین ہی ادا ہوئے لیکن دوسرے تقریباً" تمام مسلمان شعراء نے ہر صنف شعری میں جزواً" اشعار نعت کہے اور اپنے دامان ادب کو گلہائے نعت و ثناء سے بھی آراستہ کیا۔ ہر زبان کا گلشن نعت کے پھولوں سے مہک رہا ہے اور ہر عہد کی فضاؤں میں ثنائے رسولؐ کے نغمے گونج رہے ہیں۔ یہ سلسلہ ازل سے ابدالاباد تک جاری و ساری ہے۔ اس کثرت نعت و مدحت کے باوجود اس محسنؐ کائنات اور ہادیؐ دوسرا کے احسانات کے حق کا ایک شمہ ادا نہیں ہو سکتا۔

دفتر تمام گشت و بہ پایاں رسید عمر
ماہم چناں در اول وصف تو ماندہ ایم

میرے اس مقالے کا مقصد و منشاء صرف اس احساس کو تازہ رکھنا ہے کہ حضور علیہ الصلوۃ و السلام کی مدح گوئی میں ان تمام آدب و احترامات کو مد نظر رکھنا چاہیے جو اس عظیم ترین ہستی کی حرمت داری کے مقتضیات میں شامل ہیں۔ حضور پاک صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم جامع ادبیات و کمالات ہیں۔ آپؐ کا ہر ارشاد مبارک اور آپ کی زبان طیب سے ادا ہونے والا حرف حرف ادب آفریں ہے۔ آپ کی ہر ادائے سیرت بجائے خود ایک نیر تاباں ہے جس سے شعور و ادب کے اجالے طلوع ہوتے ہیں۔ آپؐ کے کلمات مبارکہ اور احادیث منزہ میں فصاحت و بلاغت کے نکتے پوشیدہ ہیں اور جملہ علوم و معارف کے اسرار و رموز مخفی ہیں۔ ادب آپؐ کے آفتاب ذات سے طلوع ہوا اور شب ہائے اسالیب و اظہارات کو صبحوں کی صباحتیں آپؐ کے خطاب و تکلم کے صدقے میں نصیب ہوئیں۔ اس لئے حضورؐ کی شخصیت عظمیٰ کی بلند ترین منزلوں اور ارفع منزلتوں کا اقتضا ہے کہ ہم جب آپؐ کی نعت کہنے کی جسارت کریں تو ہمیں ادب و احتیاط کی تمام امکانی حدود کے دائرے میں رہنا

چاہیے اور بربنائے بے احتیاطی کوئی ایسی بات ہماری زبان یا قلم سے نہیں نکلنی چاہیے جس کی ادائی میں دامان حرمت پر ہماری گرفت کمزور دکھائی دے۔ ایسا نہ ہو کہ ہم سے کوئی لرزش یا لغزش ہوجائے اور ہم "حبط اعمال" میں مبتلا ہوجائیں اسی لئے میں نے چاہا ہے کہ ان باتوں کا ذکر کروں اور ان امور کا جائزہ لوں جو میرے خیال میں مواخات نعت اور ممنوعات ثنائے رسولؐ میں داخل ہیں۔ میں نے اس مضمون میں عموماً" مثالوں سے اور حوالوں سے عملاً" گریز کیا ہے اس لئے کہ مرحوم شعراء تو اب دنیائے آب و گل میں نہیں ہیں لیکن معاصر شعراء یا ان کے ہوا خواہوں سے یہ اندیشہ ضرور ہے کہ وہ میری رائے سے متفق نہ ہوں یا مجھ سے خفگی کا اظہار فرمائیں۔ کہیں کہیں میری رائے سے اختلاف کیا جاسکتا ہے لیکن میں خدا کو حاضر و ناظر جان کر کہتا ہوں کہ میں نے نہایت خلوص نیت کے ساتھ یہ مضمون لکھا ہے اور حب رسولؐ کے تقاضوں کی لطافتیں اور نزاکتیں حرف حرف اور سطر سطر میں میرے ملحوظ خاطر رہی ہیں۔ میرے نزدیک مواخات نعت درج ذیل ہیں :

1- ہم میں سے اکثر شعراء غزل گوئی کے کوچے سے حریم نعت و ثناء میں داخل ہوئے ہیں۔ انہوں نے شعر گوئی کا آغاز غزل سے کیا اور مدتوں غزل ہی کہتے رہے اور حسینان مجازی کے لب و رخسار اور زلف و کاکل کی مبالغہ آمیز توصیف و تعریف میں مستغرق رہے۔ ان کے ذہن و ذوق میں وہ تمام مضامین رچ بس گئے جن کا تعلق جذبات نفس و ہوس سے ہے۔ محبوب کی "جسمانیت" ان کی نظروں کا مرکز و محور رہی اور انہوں نے غزل میں زنان بازاری کے سراپا پر نہایت ہوس انگیز اور شہوت خیز مضامین باندھے۔ اس طرح غزل میں سراپا نگاری ایجاد ہوئی اور موئے سر سے ناخن پا تک ایک ایک عضو کی جزئیات نگاری کا حق ادا کیا گیا۔ اس مشق مسلسل اور وظیفہ متواتر سے غزل کو شعراء کے ذہن میں ایک خاص سانچہ تشکیل پاگیا جس کے سبب غزل کی ایک خاص فضاء خاص لب ولہجہ، خاص اسلوب، خاص زبان و بیان اور خاص خیالات و مضامین بلکہ مختصراً" یوں کہئے کہ سوچ اور اظہار کا ایک منفرد و ممیز انداز قائم ہوگیا۔ جب ان متغزلین نے نعت گوئی شروع کی تو اپنے ذہن و قلم کو اس غزلیہ فضاء سے آزاد نہ کرسکے اور محبوبان مجازی کے وہی تلازمات و لوازمات نعت میں صرف کرنے لگے اور (خصوصاً) سراپا نگاری کو غزل کی اسی سطح احساس پر رکھا۔ بعض شعراء یقیناً" اس سے مستثنیٰ ہیں لیکن مقام افسوس ہے کہ شعراء کی ایک بڑی تعداد موضوع اور اسلوب اور مضامین میں وہ ترفع پیدا نہ کرسکی جو اس ارفع و اعلیٰ ہستی کے مقام و حرمت کا تقاضا ہے۔ آپ کسی ذہنی تحفظ کے بغیر نعتیہ مجموعوں کا مطالعہ فرمائیے۔ آپ کو ایسے اشعار بکثرت ملیں گے جن سے حضور پاکؐ کے اسم گرامی کو جدا کیجئے تو وہ خالصتاً" غزل کے اشعار ہوں گے اور انہیں کسی بھی مجازی محبوب سے چسپاں کیا جاسکتا ہے۔ اسی طرح طیبہ و بطحا یا عرب کے خاص ماحول کو ان شعروں سے منہا کیجئے تو وہ محبوب مجازی کے کوچہ و بازار کی ترجمانی کریں گے۔ میں مانتا ہوں کہ نعت میں "شعریت" بہرحال ہونی چاہیے اور غزلیہ تغزل میں نعت کہنا لائق مواخذہ نہیں لیکن موضوع کی رفعت کے ساتھ ساتھ زبان و بیان کی

نجابت جذبہ و خیال کی طہارت اور سلیقہ اظہار و ادا کو فضائے تغزل سے یکسر مختلف و ممتاز ہونا چاہیے۔

2- مقام رسالت جسارت و بے تکلفی کا متقاضی نہیں ہے۔ لہجے میں بے باکی ہمیں دنیا و آخرت میں برباد کرسکتی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم خیر الانام اور فوق البشر ہیں۔ نعوذ باللہ ہماری سطح کے بشر نہیں ہیں۔ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اپنی فوقیت و برتری کے مقام پر فائز ہونے کے باوجود بارگاہ عظمت رسولؐ میں "لاترفوا اصوا تکم فوق صوت النبیؐ" کی آیت کے محکوم و مامور تھے۔ کیا ہمیں نعت گوئی میں کوئی بے تکلفی زیب دیتی ہے؟ کیا قم یا حبیبی کم تنامی کا لہجہ ہمارے لئے زیبا ہے۔ ہم بعض نعتوں میں ایسے مضامین دیکھتے ہیں کہ امت کا استغاثہ پیش کرنے کے بعد کہتے ہیں کہ آپ قبر مبارک سے کب ظہور کریں گے؟ یہ نیند کب تک؟ باہر تشریف لائیے اور ملاحظہ کیجئے آپ کی امت کا کیا حال بد ہے۔ اول تو یہ سوچتے ہوئے ہی دل کانپتا ہے کہ حضورؐ کی احوال امت پر توجہ دلائیں۔ ہم توجہ دلانے والے کون ہیں؟ حضورؐ پر تو تمام احوال و آثار منکشف ہیں پھر ہم میں یہ جسارت کیسی؟ کہ باہر تشریف لائیے۔ اس مضمون میں یہ اضافہ بھی محل غور ہے کہ آپ ظہور تو فرمائیے۔ آپ ایک بار فلسطین میں آیئے۔ مسجد اقصیٰ آپ کی منتظر ہے۔ یہ حضورؐ کا ظہور ثانی اور اس کا تقاضا کیا شے ہے؟ یہ کس قسم کی بعثت ہوگی؟ حضورؐ تو مبعوث ہونے کے بعد ابد تک کے لئے نبیؐ ہیں۔ آپ کی شریعت ہمیشہ کے لئے ہے۔ آپؐ خاتم الانبیاء ہیں۔ قرآن آخری کتاب ہے۔ حضورؐ کی نبوت زندہ و پائندہ ہے پھر ان کا ظہور مکرر چاہنا کس جواز کے تحت ہے؟

3- بعض اوقات ہمارے مطالعے سے یہ "آشوب" بھی گزرتا ہے کہ ہم حضور علیہ السلام کی توصیف میں افراط و تفریط کا شکار ہوجاتے ہیں۔ کبھی تو کسر شان کا یہ انداز کہ انہیں اپنا سا بشر سمجھتے ہیں یا غزل کے مضامین کا ان کو مورد قرار دیتے ہیں اور کبھی ازراہ مبالغہ و مغالطہ انہیں اللہ کی مخصوص صفات و اختیارات کا حامل قرار دیتے ہیں۔ اللہ کے پلے میں وحدت کے سوا کچھ نہیں اس لئے سب کچھ حضور ہی سے مانگنا ہے۔ ایاک نعبدو ایاک نستعین کی آیت کو سامنے رکھتے ہوئے توحید کے تمام خصوصات کو حضورؐ کی ذات میں مرکوز و محدود کردینا نہ حضورؐ کو پسند خاطر ہوسکتا ہے نہ اللہ کی شان کبریائی اسے قبول کرے گی۔ حضورؐ تو شان نبوت کے باوصف خود کو مقام عبدیت پر رکھتے ہیں اور ہم حضورؐ کو خدائی اختیارات سے متصف کرکے آپؐ کی اور خدا کی (یعنی دونوں کی) نفی ذات کرتے ہیں۔ ہم احد اور احمدؐ میں کوئی امتیاز روا نہیں رکھتے بس ایک پردہ میم پڑا ہوا ہے۔ یہ پردہ اٹھائیے تو احمدؐ بھی احد ہے۔ کیا نعت کے ایسے مضامین قرآن و سنت کے مزاج کے مطابق اور دانش و معرفت کے اصول و اخلاق سے مناسبت رکھنے والے ہیں؟

4- حضورؐ کے علوم و معارف کی کوئی حد و انتہا نہیں ہے۔ ازل سے ابد تک اس عالم ممکنات میں جو اصحاب عقل و دانش پیدا ہوتے رہیں گے اور ارباب کمال، عروج و رفعت کی جن بیکرانیوں تک رسائی

کریں گے وہ حضورؐ ہی کے علوم و معارف کے انوار کے خوشہ چیں ہوں گے۔

اس کے باوجود حضورؐ کی ذات مبارک کو اللہ تعالیٰ نے اپنے علوم کے بے پایاں سمندر میں سے اتنے ہی علوم عطا کیے ہیں جتنے اس علیم و خبیر نے چاہے ہیں (اور ان کی بھی کوئی حد و انتہا نہیں ہے)، تاہم حضورؐ کے علوم "عطا کردہ الٰہی" ہی ہیں اور حضورؐ اللہ کے تمام تر علوم کے حامل نہیں ہیں چنانچہ نعت میں اس نازک نکتے کو ملحوظ رکھنا چاہیے اور حضور پاک کو بلحاظ علوم و معارف "اللہ" قرار نہیں دینا چاہیے۔ نعتوں کے مطالعے سے ایسے مقامات بھی نظر سے گزرتے ہیں جب آپؐ کو اللہ ہی کی مانند عالم غیب و شہود قرار دیا گیا ہے۔

5- یہیں ایک اور نازک بات نہایت برمحل ہوگی کہ تمام صحابہ عظامؓ آپؐ کی بارگاہ علم کے تربیت یافتہ، آپؐ کی نگاہ التفات کے فیض یافتہ اور آپؐ کی درسگاہ اخلاق و سیرت کے پروردہ تھے اور یقیناً" تبلیغ دین میں آپؐ کی مصاحبت اور رفاقت کی سعادت سے مشرف تھے۔ اسلام کے فروغ اور دین کی اشاعت میں وہ آپؐ کے انصار و معاونین میں تھے اور اطاعت، نیازمندی اور فرماں برداری کی صفات عالیہ سے مزین تھے۔ اس کے باوجود حضورؐ اور ان میں وہی فرق تھا جو ایک معلم اور تلامذہ میں، ایک مطاع اور مطیعوں میں، ایک مقتدا اور مقتدیوں میں ہوتا ہے۔ حضورؐ کار رسالت اور امور تبلیغ میں ان کے ہادی و مخدوم و پیشوا تھے اور وہ سب آپ کے حلقہ خدمت و ارادت سے منسلک تھے۔ حضور امور اسلام و شریعت میں ان کے "محتاج" نہیں تھے۔ اگر نعت میں کوئی ایسا خیال نظر سے گزرے کہ حضور کی نبوت صاحب احتیاج تھی اور کار رسالت ناقص اور ادھورا رہ جاتا، اگر فلاں یا فلاں صاحب اعانت سے ہاتھ کھینچ لیتے یعنی کسی بھی صحابی کو "شریک نبوت" قرار دینے کا خیال اگر کسی نعت و ثناء میں آپ کی نگاہ کا دامن کش ہو تو کیا آپ اسے منافی شان رسالت اور مخالف منشاء و مقاصد نبوت قرار نہیں دیں گے؟

6- نعت میں بعض ایسے وجدانی مقامات آتے ہیں جن میں جذبات کا والہانہ پن ہم پر غالب ہوتا ہے اور ہم نشاط و سرشاری کی ایک کیفیت میں ملفوف ہوتے ہیں۔ اس مقام پر اگر احتیاط دامن گیر نہ ہو تو بہت سی لغزشیں وارد ہو سکتی ہیں۔ ذہن میں رکھنا چاہیے کہ غلبہ عشق رسولؐ کے باوجود یہ مستی و بے خودی کا مقام نہیں ہے۔ کتنی ہی مغلوبیت ہو در رسولؐ پر سجدہ گزاری کا مضمون خلاف توحید پرستی ہے۔ حضورؐ کے در پر جبین عقیدت تو خم کی جا سکتی ہے لیکن اسے سجدے کا قائم مقام قرار نہیں دیا جا سکتا

اسی طرح یہ مقام دیوانگی، مدہوشی، گریباں دریدگی کا نہیں ہے۔ 'باخدا دیوانہ باش و بامحمدؐ ہوشیار' کی شرائط پر چلنا پڑتا ہے۔ دامان حرم احتیاط پر گرفت رکھنا لازمی ہے۔ مدینہ محل ادب ہے۔ بارگاہ رسولؐ 'ادب گہیست زیر آسماں از عرش نازک تر' یہ نفس گم کردہ می آید کی محل ہے لیکن گمشدگی

انفاس کو تقاضائے ادب کی ذیل میں آنا چاہیے نہ کہ تلازمات بے خودی میں۔ آپ ی رقصم کی ردیف لاکر دربار رسالت میں رقص فرمانے لگیں یا

۔ترے دربار میں آکر قلندر رقص کرتا ہے" کہنے لگیں تو حضور رسالت مآبؐ کی طبع لطیف پر یہ بات کتنی گراں گزر سکتی ہے؟ اسی طرح عالم بے خودی میں اپنے مقام عشق کو اتنا جذاب قرار دینا کہ "وہ آئیں گے اور ان کو آنا پڑے گا"

یعنی میرا جذبہ طلب اتنا صادق ہے کہ میرے خواب میں یا میرے تصور میں حضورؐ خود تشریف آوری کی زحمت فرمائیں گے۔ یہ کتنی جسارت بے جا ہے اور خدا کے نزدیک کس حد تک قابل مواخذہ ہو سکتی ہے۔ پس نعت میں حضورؐ کا ذکر جمیل ہو، یا دیار حبیب کی حاضری و حضوری کا بیان ہو، ادب، احتیاط، ہوشمندی اور سلامتی ہوش و حواس کے ساتھ اس جادہ نازک سے گزرنا چاہیے۔

اس شہر میں ہاتھوں سے نکل جاتی ہیں صدیاں
اک لمحہ گزر جائے اگر بے خبری کا
(عاصی کرنالی)

7- ضمائر کے استعمال میں واحد غائب کے لئے وہ اور واحد حاضر کے لئے تو کا استعمال مناسب ہے یا نامناسب، یہ ایک بحث دیر سے جاری ہے جو ان ضمائر کے حق میں نہیں ہیں۔ ان کی دلیل یہ ہے کہ یہ ضمائر حضورؐ کی عظمت کے منافی ہیں۔ آپؐ، جنابؐ، حضورؐ کہنا چاہیے۔ یقیناً" اس بات میں بڑا وزن ہے اور یہ تعظیمی ضمائر ہی حضورؐ کی شان و عظمت سے مناسبت رکھتی ہیں۔ اب ہمیں دیکھنا یہ ہے کہ وہ اور تو کا استعمال اردو میں کیوں شروع ہوا اور اب تک جاری کیوں ہے؟ اردو شاعری زیادہ تر فارسی اور عربی کی تتبع ہے۔ عربی میں واحد شخص کے لئے ہو اور انت استعمال ہوتے ہیں اور مختلف شکلوں میں یہی وحدت قائم رہتی ہے۔ ورفعنا لک ذکرک میں اسی وحدت کا تلازمہ ہے۔ اگر تثنیہ اور جمع کے ضمائر استعمال کریں تو واحد شخص پر ان کا اطلاق نہیں ہوتا۔ فارسی میں او اور تو سے ایک شخص مراد ہوتا ہے جبکہ شما اور ایشاں میں وحدت نہیں اجتماع ہے۔ بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

نسخہ کونین را دیباچہ اوست
جملہ عالم بندگان و خواجہ اوست

اسی تلازمہ ضمائر کے ساتھ فعل بھی واحد استعمال ہوتا ہے :

یتیمی کہ ناکردہ قرآں درست
کتب خانہ چند ملت بہ شست

اردو زبان میں اسی روش کی تقلید کی گئی اور اکابرین نعت اسی نہج پر قائم رہے۔

اے خاصہ خاصان رسل وقت دعا ہے
امت پہ تری آکے عجب وقت پڑا ہے
(حالی)

اس کی امت میں ہوں میں، میرے رہیں کیوں کام بند
واسطے جس شہ کے غالب گنبد بے در کھلا
(غالب)

لوح بھی تو، قلم بھی تو، تیرا وجود الکتاب
گنبد آبگینہ رنگ تیرے محیط میں حباب
(اقبال)

واحد ضمائر کے استعمال کا دوسرا سبب فنی ضرورت ہے۔ شعر اوزان و بحور کی قید میں ہوتا ہے اور بیت کے ظرف میں لفظ کو گنجائش کے مطابق لانا پڑتا ہے۔ جہاں تو آسکتا ہے، آپ نہیں آسکتا، جہاں تیرا کی گنجائش ہے تمہارا اور آپ استعمال نہیں ہو سکتے۔

امت پہ تری آکے عجب وقت پڑا ہے (کی بجائے) امت پہ آپ کی آکے عجب وقت پڑا ہے (کیسے لائیں گے) یا لوح بھی آپ، قلم بھی آپ، آپ کا وجود الکتاب (کیسے ممکن ہوگا)

بعض اوقات شعر یا بند نظم کا مزاج ہی ایسا ہوتا ہے کہ وہاں اگر واحد کی جگہ جمع کے تلازمات لائیں تو یوں گمان گزرتا ہے جیسے ایک سے زیادہ اشخاص کا ذکر ہے مثلاً "اگر میں مسدس حالی کے اس بند کو بہ شکل ذیل پڑھوں تو کیا حضورؐ کی وحدت شخصی اس تبدیلی پیرایہ کے ساتھ ذہن میں آسکتی ہے۔

وہ نبیوں میں رحمت لقب پانے والے ۔۔۔ مرادیں غریبوں کی بر لانے والے

. . . .

اتر کے حرا سے سوئے قوم آئے
اور اک نسخہ کیمیا ساتھ لائے

اس کے باوجود اگر اوزان و بحور گنجائش دیں تو تعظیمی ضمائر ضرور استعمال کرنی چاہئیں مثلاً"

دل جس سے زندہ ہے وہ تمنا تمہی تو ہو ۔۔۔ ہم جس میں بس رہے ہیں وہ دنیا تمہیؐ تو ہو (ظفر علی خان)
ہر نبوت کے لئے وقت پہ جانا ٹھہرا ۔۔۔ آپ آئے تو نہ جانے کے لئے آپ آئے (عاصی کرنالی)
دانش میں خوف مرگ سے مطلق ہوں بے نیاز ۔۔۔ میں جانتا ہوں، موت ہے سنت حضورؐ کی (احسان دانش)

میرے خیال میں شعراء کو یہ کوشش ضرور کرنی چاہیے کہ حضورؐ کا ذکر جمیل ہر ممکن تعظیم و تکریم

کے ساتھ ہی ہونا چاہیے، تاہم اگر شعر کا فنی دروبست اور عربی و فارسی قواعد کا اتباع ضمائر واحد کی طرف لاتا ہے تو اسے سوء ادب پر محمول نہیں کرنا چاہیے۔ سینکڑوں شعراء نے عربی، فارسی اور اردو میں اس نہج کو برتا ہے اور برت رہے ہیں کیا نعوذ باللہ وہ نبوت کی ارفع و اعلیٰ منزلت اور حضورؐ کی ذات محترم و مکرم کے بارے میں کسی تخفیف کے مرتکب ہو رہے ہیں؟

8- بالکل یہی صورت لفظ یثرب کے استعمال کے بارے میں ہے۔ یثرب مدینہ منورہ کے ناموں میں سے ایک ہے۔ اس لفظ کے معانی فساد یا ہلاکت کے ہیں۔ اظہر محمود مدینۃ الرسول کے اسمائے مقدسہ کے ضمن میں لکھتے ہیں :

"ابن زبالہ جو مورخین مدینہ کے پیشوا مانے جاتے ہیں اور منجملہ اصحاب امام مالکؒ سے ہیں اور دوسرے حضرات نے بھی علماء سے روایت کیا ہے کہ مدینہ منورہ کو یثرب نہ کہا جائے۔ صحیح بخاری میں ایک حدیث آئی ہے کہ جو شخص ایک دفعہ یثرب کہے تو اس کو لازم ہے کہ اس کے تدارک میں دس مرتبہ طیبہ کہے...... بعض احادیث میں مدینہ منورہ کا نام یثرب آیا ہے۔ اس کے لئے علماء کرام کہتے ہیں کہ یہ ممانعت سے پہلے کا ہے۔"

تاہم بعض شعراء نے یثرب کا استعمال کیا ہے :-

——— دشت یثرب میں ترے ناقے کے پیچھے پیچھے ۔۔۔ دھجیاں جیب و گریباں کی اڑاتے جاتے (کافی)
گرتے ہوؤں کو تھام لیا جس کے ہاتھ نے ۔۔۔ اے تاجدار یثرب و بطحا تمہی تو ہو (ظفر علی خان)
——— خاک یثرب ازدو عالم خوشتراست ۔۔۔ ای خنک شہری کہ آنجا دلبراست (اقبال)

اس کے باوجود ہماری رائے میں اس سے اجتناب ہی بہتر ہے لیکن جو شعراء استعمال کر چکے ہیں یا کر رہے ہیں، ان کے عشق و اطاعت کے بارے میں یا علم و فضل کی بابت سوء ظن مناسب نہیں ہے۔

9- نعت کہتے ہوئے جذبے کی طہارت، خیال کے علو، مضمون کی رفعت اور ذہن و فکر کی تمام تر نظافت و لطافت کی پاسداری لازم ہے۔ ایسے مضامین سے اجتناب درکار ہے جس میں سطحیت و ابتذال ہو۔ قرآن و سنت کے مزاج سے انحراف ہو۔ نبوت کے استخفاف کا کوئی ہلکا سا پہلو نکلتا ہو، یا ایسی ذومعنویت ہو جو منفی اور انحرافی سمت کی جانب لے جائے۔ ہم چند مثالیں دیتے ہیں اور بعض نعتیہ شعروں کو یا ان کے صرف مفہوم کو یا انہیں نثری شکل دے کر لکھتے ہیں اور ہمیں جو اشتباہ یا انکراہ پیدا ہوا ہے اس کا ذکر کرتے ہیں۔

○ اپنے آپ کو سگ کوئے نبیؐ کہنا یا اس سگ سے نسبت دے کر خود کو اس سے بھی کمتر قرار دینا ——— عجز و انکسار ہمارے لئے شرط اطاعت ہے۔ اپنی کمتری کا اعلان و اقرار بھی ضروری ہے لیکن سگ کوئے نبیؐ کا تلازمہ کراہیت رکھتا ہے۔ کتا نجس شے ہے، بے عقل ہے، بول و براز کے لئے جا، بے جا

نہیں دیکھتا۔ ان کے کوئے مقدس سے اسے منسوب کرنا نہایت کراہیت کا موجب ہے۔ غزل میں سگ لیلیٰ کا بہت چرچا ہے۔ وہیں سے نعت گو شعراء یہ خیال لے اڑے حالانکہ

ہر سخن موقع و ہر نکتہ مقامی وارد

○ دل مرا غار حرا ہو جیسے —

—— ہمارا دل کتنا ہی مقدس و منزہ کیوں نہ ہو ہم غار حرا کے تقدس کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ انسانی قلب یقیناً" پاکیزہ خیالات کا حامل ہو سکتا ہے لیکن اسی دل میں وساوس و اوہام اور نفسانی خیالات کی آمد و شد بھی تو رہتی ہے جبکہ غار حرا میں اس مقدس ہستی کا قیام رہا جس کے قلب اقدس میں انوار و تجلیات الٰہی کا نزول رہتا تھا۔

○ بیمار محمدؐ ہوں میں بیمار محمدؐ۔

حضورؐ کی مسیحا نفسی کے یقین کی صورت میں خود کو بیمار محمدؐ کہنا ایک مریضانہ احساس ہے۔ اسی طرح : الٰہی مجھ کو ہمیشہ غم رسولؐ ملے' یہ غم رسولؐ کیا ہے؟ ممکن ہے کسی صاحب نے غم حسین کی دعا مانگی ہو جو حسین شہید کے تناظر میں بالکل جائز طلب ہے اور بعد میں انہیں سلام کے بجائے نعت کہنی پڑی ہو اور انہوں نے غم رسولؐ لکھ کر اس ترمیم سے کام چلا لیا ہو۔

حضورؐ کے تصور و خیال کے ساتھ ایسے مضامین آنے چاہئیں جن میں توانائی' رعنائی اور صحت و سلامتی کی فضاء ہو۔

○ میں تو پھرتا ہوں سدا اوڑھ کے سایہ تیرا

یا

میں نے حضور کا سایہ پہن رکھا ہے۔

—— کیا یہ اسلوب واضح ہے' کیا اس مصرع کے کوئی معانی نکلتے ہیں؟ اور اگر شاعر حضورؐ کا سایہ پہن لیتا ہے تو کیا اس میں عجز کے بجائے وہ افتخار تو نہیں جس کے ڈانڈے پندار و تکبر سے ملتے ہوں۔

○ ہم ایسے اہل نظر کو ثبوت حق کے لئے   اگر رسولؐ نہ ہوتے تو صبح کافی تھی

—— بے حد پر کشش اور سحر آفریں شعر ہے لیکن خدانخواستہ اس شعر کے مضمون کا کوئی حتمی رخ تو نہیں نکلتا۔ صبح کو رسولؐ کا قائم مقام قرار دیا ہے۔

اگر رسولؐ نہ ہوتے —— رسالت کی ضرورت و اہمیت سے بے نیازی —— ہم ایسے اہل نظر کہہ کر خود کو علم و آگہی کے اس مقام منتہیٰ تک پہنچانے کا عمل جہاں رسولؐ کی بعثت و ظہور کے بجائے صرف مظاہر فطرت سے گزارا ہو سکتا ہے۔ خدانخواستہ اس میں انکار رسالت کا تو شائبہ نہیں۔ اگر میں شعر کا صحیح مفہوم و منشاء متعین نہ کر سکا ہوں تو خدا مجھے تشریح و تعبیر کی اس سوء فہمی سے معاف فرمائے۔

○ کاش آپؐ کی اونٹنی میرے دروازے پر آکر ٹھہرتی اور میرا گھر ہی ابو ایوبؓ کا گھر ہو جاتا —— بے حد مبارک جذبہ ہے اور رشک و منافست کی ایک عمدہ مثال ہے لیکن کیا یہ شعر ہمارے ذہن کو غلط سمت میں تو بہا کر نہیں لے جاتا؟

حضورؐ کی اونٹنی ابو ایوبؓ کے گھر کی بجائے میرے گھر پر ٹھہرتی۔

اونٹنی تو مامور من اللہ تھی اور انہی خوش نصیب صحابی کے گھر کے سامنے اس کا رکنا مقدر تھا۔ اس شعر میں مشیت الٰہی پر تنقید ہے اور تقدیر خداوندی کو یہ مشورہ دیا گیا ہے کہ اگر ابو ایوبؓ کی جگہ میں ہوتا تو زیادہ مناسب ہوتا۔ بے شک اس شعر میں یہ آرزو مچلتی ہے کہ میں عہد رسالت میں ہوتا اور مقام صحابیت پر فائز ہوتا اور اس عہد مبارک کی ایک عظیم برکت کو اپنے دامن میں سمیٹ لیتا لیکن اس میں خدا سے لے کر ناقہ رسولؐ تک سب کو خطا کی ایک لڑی میں پرو دیا گیا ہے۔

رشک کی ایک خوبصورت مثال نہایت سلیقہ مندی اور تاثر آفرینی کے ساتھ اقبال کی نظم بلال میں ملتی ہے۔

ادائے دید سراپا نیاز تھی تیری' کسی کو دیکھتے رہنا نماز تھی تیری
خوشا وہ وقت کہ یثرب مقام تھا اس کا' خوشا وہ دور کہ دیدار عام تھا اسکا

○ مجھے ہو کثرت عصیاں سے کیا ڈر' مرے آقا شفیع عاصیاں ہیں۔

—— کثرت عصیاں پر فخر اس لئے کہ حضورؐ شفاعت فرمائیں گے۔ گناہوں پر نہ ندامت' نہ توبہ و انابت' اس سے بڑی شوخ چشمی اور دیدہ دلیری کیا ہوگی۔ کوئی شخصیت کتنی ہی عادل اور صاحب فضل و کرم کیوں نہ ہو' اگر مجرم جرم پر فخر کرے اور کہے کہ عدالت کے اعتماد کرم پر میں نے گناہ کیے۔ کثرت جرائم میں محو رہا اور مجھے کوئی خوف تعزیر نہیں تو اس اقرار جرم اور افتخار جرم پر کوئی عدالت اسے کس طرح باعزت بری کر سکتی ہے؟

○ اے میرے کھویا مجھے طوفاں کا نہیں غم' بس تم ہی لگا دو مری کشتی کو کنارے

(یا)

اٹھ کے وہ چل دیئے' کہتے ہی رہ گئے ہم فسانہ' ہائے ہائے یہ ظالم زمانہ

فلموں کے گیت جن دھنوں میں تیار ہوتے ہیں' ان کو پس منظر میں رکھ کر اس خیال کے تحت نعتیں کہنا کہ یہ ہر زبان پر چڑھ جائیں گی' احترام نعت کے منافی عمل ہے۔ جب ایسی نعت پڑھی جاتی ہے تو سامع کے ذہن میں فلمی طرز گونجتی ہے اور اس فلمی گیت کی پچویشن دماغ میں گردش کرتی ہے۔ پھر ایسی نعت میں شاعر "فلمیت" ہی کی شعری فضاء پیدا کرتا ہے اور ایسے الفاظ لاتا ہے جو فلمی گیت کے مزاج کے لئے سازگار ہیں' اس لئے ایسی نعت میں نہ کوئی احساس تقدس ہوتا ہے نہ تصور

معیار، نعت خواں ٹولیاں بھی ایسی نعتوں کو انہی فلمی طرزوں پر "گاتی" ہیں۔

مثلاً اے میرے کھویا:.......... کو پڑھتے یا سنتے وقت یہ گانا ذہن میں گردش کرتا ہے

آجا میری برباد محبت کے سہارے، ہے کون جو بگڑی ہوئی تقدیر سنوارے

اس طرح اٹھ کے وہ چل دیئے.......... والے گیت کی طرز پر کہی ہوئی یہ نعت ذیل ہمیں اسی فلمی فضاء میں لے جاتی ہے۔

تعظیم سے لیتا ہے خدا نام محمدؐ کیا نام ہے اے صل علیٰ نام محمدؐ

نعت نگاروں کو ایسی کوشش سے احتراز واجب ہے۔ ہماری رائے میں یہ عمل سوء ادب کے مترادف ہے۔

10- نعت کے مخصوص مضامین و خیالات و تلازمات کو کسی اور شخصیت سے منسوب کرنا یعنی کسی میر و سلطان یا مشاہیر اسلام اور بزرگان دین کے بارے میں ایسی توصیف جو صرف حضور علیہ السلام ہی سے مختص ہو سکتی ہے، نہایت ناپسندیدہ بلکہ میرے عقیدے کے مطابق قابل مواخذہ ہے۔ قصائد کا مطالعہ کیجئے، بعض شعراء نے اپنے ممدوح، سلاطین و امراء سے وہ صفات و توصیفات منسوب کردی ہیں جن کا اطلاق و انطباق صرف اور صرف ممدوح کبریا، محبوب دوسرا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی پر ہو سکتا ہے مثلاً" کسی بادشاہ کے بارے میں یہ کہنا کہ یہ کائنات اس لئے خلق کی گئی تھی کہ خدا کو آپ جیسے سلطان عادل کی پیدائش مقصود تھی (نعوذ باللہ من ذالک)' یا رحملی' عدل' احسان اور مکارم اخلاق کے اعتبار سے (محض حصول انعام کے لالچ میں) کسی دنیا دار بادشاہ کو ان صفات سے متصف قرار دینا اور وہ بھی اتنے غلو کے ساتھ کہ حضورؐ کی شخصیت کی تنقیص اور استخفاف کا پہلو نکلتا ہے (استغفر اللہ)' یہ سارے امور احتیاط کے متقاضی ہیں' ذرا سی بے احتیاطی بربادی و ہلاکت کا سبب بن سکتی ہے ——

11- اپنے مقالے کو مراحل اختتام تک لاتے ہوئے ایک نہایت اہم بات کہنا چاہتا ہوں کہ نعت کا تعلق جذبے کی سچائی' نیت کے خلوص اور ایمان کی انتہائی صداقت اور تمام تر جذبات عشق و اطاعت پر موقوف ہے۔ اگر نعت گوئی سے شاعر کی مراد و منشاء کوئی دنیوی جلب و منفعت' کوئی خواہش انعام' کسی ایوارڈ کا حصول' کوئی نمود پسندی ہے تو ایسی نعت اخلاص سے خالی ہے اور یہ کوشش بے اجر و بے ثمر ہو سکتی ہے۔ بعض شعراء محض ٹی وی اور ریڈیو پر پڑھنے کے لئے فرمائشی نعت لکھتے ہیں بلکہ (خدا مجھے سوء ظن سے بچائے)' بعض شعراء تو آئے ہی اس طرف اس لئے ہیں کہ ٹیلی ویژن سے ان کی نعت ٹیلی کاسٹ ہوتی ہے یا حکومت یا متعلقہ وزارت اس سلسلے میں سالانہ انعامی مقابلے کا اہتمام کرتی ہے۔ اگر کوئی شاعر صاحب دل ہے اور اس کا ضمیر زندہ ہے اور اسے اپنے پیارے رسول سے محبت ہے تو کیا وہ اپنی نعت کی تعمیر ایسی کمزور اساس پر اٹھا سکتا ہے؟ ——

12- نعت کے بارے میں ایک عمومی احساس یا رویہ یہ ہے کہ نعت تمام تر عقیدت کی پیداوار ہے اور عقیدت کا اظہار ہے اس لئے عقیدت کے اس مال میں کسی "معیار" کی کوئی شرط نہیں ہے، جیسی بری بھلی، کمزور، پھسپھسی تخلیق ہوگی سرکارؐ اسے پسند فرمالیں گے۔ ہم کیا ہماری بساط فن و فکر کیا؟ یہ تو عجز اظہار و بیاں کا مقام ہے، ہماری فکر پر شکستہ ہے، ہمارا ذہن عاجز ہے، ہمارا قلم بے دم ہے وغیرہ وغیرہ —— ہم مانتے ہیں کہ نعت بہت حد تک اظہار عقیدت ہے لیکن ایک بات پر غور کیجئے آپ اپنے کسی عزیز یا دوست کو گلدستہ پیش کرنا چاہتے ہیں، آپ تازہ، خوش رنگ اور خوشبودار پھول چنیں گے، ان کی پتیوں کو گرد و غبار سے صاف کریں گے، غیر ضروری پتیوں کی پیرائش کریں گے، انہیں ریشمی یا زریں ڈوری میں باندھیں گے اور ایک خوبصورت گلدان میں رکھ کر اور سجا کر حضور دوست پیش کریں گے۔ یہ اہتمام ایک اپنے جیسے شخص کے لئے ہے، جب آپ اسؐ بہار چمنستان ایجاد کی بارگاہ لطافت میں گلہائے نعت و ثناء پیش کرنا چاہیں گے تو اسے عقیدت کا اظہار نامہ کہہ کر اس کی زیبائش میں کوئی شعوری اہتمام نہیں کریں گے؟ یہ کس قدر حیرت و افسوس کا مقام ہے، مشاعرہ ہوتا ہے، اہل فضل و کمال کی مجلس ہے آپ بار بار بیاض دیکھیں گے اور اپنے خیال و ہمت کے مطابق بہترین کلام اس مجلس میں پیش کرنے کے لئے چنیں گے لیکن نعت کو مال عقیدت کہہ کر سہل انگاری اختیار فرمائیں گے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ و السلام، ادیب کامل، نقاد اعظم، تمام علوم و ادبیات کے مصدر و منبع اور تمام تر دانش و آگہی کے سرچشمہ عظیم ہیں۔ آپ کے کمال نقد و نظر کی مثالیں تاریخ دیر کے ذخیروں میں محفوظ ہیں۔ آپ کی برمحل اصلاحیں آپ کے ارتقائے فکر و انتقاد پر دلالت کرتی ہیں اس لئے نعت گو اصحاب پر لازم ہے کہ وہ موضوعات، افکار، خیالات، مضامین، تفکر، اظہار، زبان، بیان، ہیئت، اسلوب الغرض نعت کے تمام تر معنوی اور فنی جمالیات پر نظر رکھیں۔ جذبہ و خیال کے علو پر نعت کی اساس اٹھائیں۔ صحیح اور مستند معلومات سے کام لیں۔ قرآن و حدیث سے باخبری، شریعت و سنت سے آگاہی، شعر و ادب کے فنی نکات اور قرینہ و سلیقہ مندی کے آداب کو ملحوظ رکھیں۔ عظمت منصب رسالت اور مقصد و منشائے نبوت کی فضاء میں شعر کہیں۔ لوازمات نعت میں یہ احساس بھی ضروری ہے کہ جہاں آپ کی نعت جمال و جلال و کمال محمدیؐ کے جلوؤں کی آئینہ دار ہو وہیں آپؐ کی سیرت مقدسہ کے اجالوں کے ابلاغ اور حضورؐ کی تعلیمات و احکام کی تبلیغ کا ذریعہ بھی ہو اور سب سے بڑی بات یہ کہ جو نعت آپ کے ذہن و قلم سے وارد ہوئی ہے اس کے مضامین کا اطلاق آپ کی اپنی ذات پر بھی ہو۔ آپ خود حسن فکر اور حسن عمل کے سانچے میں ڈھل کر اطاعت و اتباع رسولؐ کا ایک چلتا پھرتا نمونہ بن جائیں۔ آپ اپنے معاشرے کو نعت و ثناء کے مضامین کا عامل اسی وقت بنا سکیں گے جب آپ اپنی شعری صلاحیت کے علاوہ اپنی ذات سے بھی اس کا ثبوت پیش کریں گے، نعت کہہ کر آپ خود سراپا نعت بن جائیں —— مدح رسالتؐ کا یہ بدیہی اجر تو ہمہ وقت میرا اور آپ کا منتظر ہے۔

مدح سیرت جو کی، تو خود کو بھی
پیرو اسوہ ہائے کامل کر
یعنی جب نعت کرچکے تخلیق
نعت کو اپنے دل پہ نازل کر
(عاصی کرنالی)

نعتیہ ادب میں تنقیدی شعور کا جمود

ادیب رائے پوری

زندگی کے ہر شعبہ اور اس کے ہر عمل میں اچھے اور برے کی تمیز پیدا کرنے کا کوئی ذریعہ ضرور ہوتا ہے ادب، زندگی کا عکاس ہے اس کے جام جہاں نما میں حیات کے تمام رخ، رنگینی، خوشبو، خواہشات، لذتیں، دکھ سکھ، نشیب و فراز سارے ہی عکس دکھائی دیتے ہیں۔ زندگی کے گیسو سنوارنے کے لئے جتنی ضرورت ادب کی ہے، اتنی اور اس سے زیادہ ضرورت ادب کے گیسو سنوارنے کے لئے تنقید کی ہے۔

عربی، قدیم زبانوں میں ایک ہے، دور جاہلیت میں عرب خانہ بدوش تھے بدو کہلاتے تھے، قبائل میں تقسیم تھے تمدن سے ناواقف اور صحرا نشین تھے، اس وقت بھی ان کی شاعری میں عمل تنقید جاری تھی عکاس کے بازار میں، نابغہ وقت کے حضور کلام کو آرائش جمال کے تمام مرحلوں سے گزار کر پیش کیا جاتا تھا جہاں محاسن سخن پر خراج تحسین کی مہر ثبت کی جاتی تھی اور معائب کو فاسد خون کی طرح شریان ادب پر نشتر تنقید لگا کر خارج کردیا جاتا تھا۔ (شاید آسمانوں سے نازل ہونے والے فصیح و بلیغ الہامی مجموعہ کلام کے استقبال کی تیاری تھی یا افصح العرب سے شرف ہمکلامی کے حصول کے لئے قدرت ان کے لب و لہجہ کو سنوار رہی تھی)

تنقید کا عمل ادب کے ساتھ ساتھ چلتا ہے۔ تنقید وہ کسوٹی ہے جس پر ادب کی جانچ ہوتی ہے جس ادب میں تنقید کا فقدان ہوتا ہے وہاں ترقی معدوم ہوتی ہے تخم ریزی سے برگ و بار آنے تک ادب کی نشوونما، بالیدگی، رعنائیاں، دلکشی، سحرکاری و سحرخیزی تمام تنقید کی مرہون منت ہے۔

بظاہر تنقید ادب کی خوب سے خوب تر کی جانب راہ نمائی کرتی ہے اور روایت پرستی کے حصار سے باہر لاتی ہے، لیکن اسی عمل کے نتیجہ میں خود تنقید بھی اپنے ارتقاء کا سفر کرتی ہے۔ اسے یوں سمجھئے کہ جب شاعر نقاد کا کردار ادا کرتا ہے تو اس کی بحث صوری حسن، صنائع بدائع، فن عروض، ندرت بیان، پیرایہ اظہار، دل بری و دل بردگی کے حصار میں رہ کر ہوتی ہے، لیکن جب کوئی مفکر اس وادی میں قدم رکھتا ہے تو فکر کی گہرائی بھی اس میں شامل ہو جاتی ہے پھر وہ چشم آرزو کو دیدہ بینا میں تبدیل کردیتا ہے، روایت کے جبری تسلط سے ذہن کو آزادی دلاتا ہے، الفاظ کو موزونیت کے ترازو میں تولنے کے کام جاری رکھتے ہوئے، قامت یار، غنچہ ناشگفتہ، رنگ فروغ، دامان خیال اور سیاست درباں کی گفتگو سے نکال کر، پنجہ جبر، شکنجہ استبداد، ظلمت شب، انبوہ جاں بازاں، شور سلاسل، پرچم حریت اور طوق غلامی، کے چہرے دکھاتا ہے یوں ادب اور تنقید ارتقاء کے سفر میں شریک رہتے ہیں۔ بسا اوقات تنقید کا عمل قطعی غیر محسوس ہوتا ہے مثلاً "کسی پیکر جمال کا آرائش حسن کے تمام مقتضیات ظاہری سے خود کو آراستہ کرنے کے بعد آئینہ کے مقابل ہونا بظاہر جذبہ خود پرستی یا خود پسندی معلوم ہوتا ہے

لیکن حقیقتاً" یہ معیار حسن اور نگہ انتخاب میں قبولیت کی تمنا اور درپردہ خوف کے احساس کا ملاجلا عمل ہوتا ہے اور یہی غیر محسوس تنقیدی عمل ہے۔

اردو ادب میں تنقیدی شعور کا آغاز جن علمائے شعر و سخن کے ہاتھوں ہوا' ان میں میر تقی میر اور ان کی نکات الشعراء' مولانا محمد حسین آزاد کی "آب حیات" نواب مصطفیٰ خان شیفتہ کا "گلشن بے خار" مولانا الطاف حسین حالی کا "مقدمہ شعر و شاعری" علامہ شبلی نعمانی کی "شعر العجم" قابل ذکر ہیں۔ ان کے علاوہ اور بھی تصانیف ہیں جن میں بیشتر تذکرہ نگاری ہیں لیکن ان تذکروں میں تنقیدی شعور پایا جاتا ہے' گو کہ یہ اتنی موثر تنقید نہ تھی' اپنے دور کی شاعری کے مزاج اور روایت پرستی کے سایہ میں وقت کے مروجہ اصولوں سے اتفاق و انحراف ان کی بحث کا موضوع ہوا کرتا تھا لیکن اسے تنقید کے عمل سے خارج قرار نہیں دیا جاسکتا۔ علامہ شبلی اور الطاف حسین حالی نے ایک قدم آگے بڑھ کر زندگی کے حقائق جاننے پر زور دیا یہ انہی بزرگوں کی کاوشوں کا صلہ تھا کہ ادب نے روایت پرستی کے خیمہ سے باہر نکل کر تجربہ کی دھوپ میں انگڑائی لینی شروع کی۔ بعض حضرات ان بزرگوں کی ادبی خدمات کو ان کے عہد کی روایت کے آئینہ میں دیکھنے کی بجائے عصر حاضر کے تقاضوں اور ضرورتوں کے ترازو میں تولتے ہیں یہ سراسر زیادتی ہے' ہر ادب اپنے ماحول کا عکاس ہوتا ہے اور کچھ روایتوں کا پابند بھی' کیا آج کا ادب اپنے ماضی کے تمام روایتی رشتے توڑ چکا ہے؟ ماضی میں بزرگوں نے جو چراغ جلائے ان کی روشنی اگرچہ مدہم سہی لیکن انہی چراغوں نے طلب روشنی کے جذبہ میں شدت پیدا کی۔ ان بزرگوں نے مستقبل کے اہل قلم کے لئے جو ورثہ چھوڑا اگر یہ نہ ہوتا تو آج کا تنقیدی شعور اس جگہ ہوتا جہاں یہ حضرات تھے' آل احمد سرور' ڈاکٹر عبدالرحمٰن بجنوری' رشید احمد صدیقی' مجنوں گورکھ پوری' نیاز فتحپوری' اختر حسین رائے پوری' محمد حسن قادری' ڈاکٹر عبادت بریلوی' ابو اللیث صدیقی' ڈاکٹر عبداللہ' خلیفہ عبدالحکیم' وحید الدین سلیم' سید احتشام حسین' وقار عظیم' سجاد ظہیر اور کلیم الدین احمد جیسے نقاد مرہون منت ہیں' میر حسن' میر تقی میر' حالی' آزاد' شبلی' نواب شیفتہ' سلیمان ندوی اور رام بابو سکسینہ کے جنہوں نے تنقید میں تیر اندازی کا سبق بھی پڑھایا اور مشق ستم کے لئے آج اپنا ہی سینہ پیش کر دیا ہے۔

ادب میں تنقید کی ضرورت ایک اور سبب سے بھی ہے جو بہت اہم ضرورتوں میں سے ایک ہے یعنی اگر تنقید کا عمل نہ ہو تو ادب قدامت پرستی کی قید بخوشی قبول کرلے گا یا پھر جدیدیت کے جنون میں ماضی سے اپنے تمام رشتے توڑ کر اس حصار سے گزر جائے گا جو خود اس کی حفاظت کے لئے ہے پھر اسے اس بات کا ہوش کہاں ہوگا کہ زندگی کن چیزوں سے اکمل اور بہتر ہوتی ہے۔

ادب میں تنقید کی ضرورت' اہمیت اور افادیت کے بیان کردہ ان نکات پر غور کرنے کے بعد جو

بات توجہ طلب ہے وہ یہ کہ نعتیہ ادب میں تنقید کا فقدان کیوں ہے اس کے نہ ہونے سے کیا منفی اثرات نعتیہ ادب پر مرتب ہو رہے ہیں وہ کیا وجوہ ہیں جن کے سبب تنقید کا یہ گوشہ خالی ہے اس کا جائزہ نہ لینا' اس بات پر غور و فکر نہ کرنا نعتیہ ادب میں جمود کو پروان چڑھانا ہے نعت گوئی سے ہٹ کر شعر گوئی کی تمام اصناف میں تنقیدی فقدان کے سبب حسن تشکیل و جمال تربیت اور ایجاد الفاظ کے اجتہاد کامل سے محرومی کا اندیشہ ہوتا ہے ایسا ادب روایات پرستی کی چادر میں لپٹا ہوا جمود کی آغوش میں سو جاتا ہے مثلاً" حالی تشبیہہ و استعارہ کے قدیم رویہ کی بابت لکھتے ہیں کہ معشوق کی صورت کو چاند سورج یا جنت سے' آنکھ کو نرگس' بادام یا بیمار سے' ابرو کو کمان یا محراب سے' مژہ کو تیر سے' لب کو نبات یا آب حیات سے منہ کو غنچہ اور کمر کو بال سے مشابہ قرار دینا لازم ہو گیا ہے۔ حالی کے اس طویل تجزیاتی جملہ میں آخری لفظ "لازم" روایت پرستی کے ہاتھوں مجبوری اور بے بسی کی کیسی تصویر ہے اگرچہ یہ تشبیہات بھی اسی غیر محسوس تنقیدی عمل کا حصہ ہے جس کا ذکر پہلے کیا جا چکا ہے جس کے سبب لب کو سیدھے سیدھے لب کہنے کی بجائے یا تو نبات یا آب حیات کہا گیا ابرو کو کمان یا محراب کہا گیا' ان میں بیشتر تو فارسی ادب سے مستعار ہے اور جو کچھ اپنا ہے وہ پھر گہرے جمود کا شکار ہو گیا ہے اور تنقید کا عمل ایک عرصہ دراز کے لئے روایت پرستی کی گرد میں دب گیا غالب اس عہد کا ایک ایسا شاعر نظر آتا ہے جس نے اس رویہ سے بغاوت کی اپنی قوت متخیلہ اور ایجاد کامل کی صلاحیت کے سبب روایت پرستی کے دائرہ خیال سے نکل آیا بظاہر غالب اس عہد کا شاعر شمار ہوتا ہے لیکن وہ بقول خود جہان نا آفریدہ کا شاعر تھا جس نے دانہ ہائے تسبیح کو صد دل عشاق' زنجیر کو موئے آتش دیدہ' خانہ مجنوں کو گرد بے دروازہ' بہار کو حنائے پائے خزاں' دریا کو زمین کے عرق انفعال سے تشبیہہ دی یہ غالب ہی تھا ورنہ سرمہ کو دود شعلہ آواز' موج شراب کو مژہ خوابناک اور ساغر کو متاع دست گراں کون کہتا غالب روایت پرستی کا دشمن تھا لیکن روایت سے باغی نہیں تھا وہ روایت پسند تھا۔

ان تمام حوالوں کا مقصد صرف اتنا تھا کہ غیر نعتیہ شاعری میں تنقیدی شعور کے فقدان سے ادب کے نشوونما کا جمود مقدر بن جاتا ہے لیکن نعتیہ ادب میں تنقید کے بغیر جمود کے تسلط اور ایجاد الفاظ کے اجتہاد سے محرومی کے علاوہ اس گرفت سے بھی آزاد ہو جاتا ہے جس کے بغیر انسان کے بھٹک جانے' ثواب فکر کے صلہ عذاب میں بدل جانے کا خطرہ قدم قدم پر ہے یہاں دونوں ہاتھ سے دامان خیال تھاما نہیں جاتا ایک ہاتھ میں دامن ادب اور دوسرے میں دامان خیال ہوتا ہے۔ نعتیہ شاعری میں جذبات کا اظہار اور جذبات پر قابو لازم و ملزوم ہوتے ہیں اور اگر ایسا نہ ہو تو متاع ایمان کے برباد ہو جانے کی پشیمانی رہ جاتی ہے۔

جب مسجد نبوی میں راقم الحروف کی پہلی بار حاضری ہوئی تو جذبات کا عالم کیا ہوگا' پہلی نگاہ گنبد خضراء سے جالی' پہلا قدم صحن مسجد نبوی میں رکھا گیا۔ کوئی اندازہ کیا جا سکتا ہے لیکن ان کی نگاہ کرم نواز نے سینہ شوق میں اٹھنے والی جذبات کی ہر تلاطم خیز موج کو دریائے تمنا سے باہر آنے نہ دیا چنانچہ شدت جذبات کے اثر اور آداب زیارت پر نظر کو یوں بیان کیا

پاس ادب سے پاس جنوں بھی نہ کر سکے
پھرتے وگرنہ چاک گریباں قدم قدم
(ادیب)

نعت گوئی میں تنقید کا عمل اظہار تمنا' پرواز فکر' انداز بیان ہر اعتبار سے مقدم تھا لیکن ایک جائزہ کے مطابق جس طرح اردو زبان و شاعری کے گیسو سنوارنے کے لئے شدومد سے تنقیدی شعور بیدار ہوا اس کا عشر عشیر بھی نعتیہ ادب میں نظر نہیں آتا ایسا بھی نہیں ہے کہ غزل کا دور اول ہو اور نعت کا دور بعد کا ہو پہلے غزل کا آغاز ہوا ہو پھر ایک خاص مقام تک پہنچ کر نعت نے اپنا سفر شروع کیا ہو امیر خسرو کا زمانہ ہو یا قلی قطب شاہ کا' ولی دکھنی کا زمانہ ہو یا میر اور سودا کا' ہر دور میں نعت غزل کے شانہ بشانہ اپنا سفر طے کر رہی ہے' اگر مشاہیر نے معدودے چند شعر یا چند ایک نعت رقم کیں تو کثرت سے میلاد نامے ان کے اپنے عہد میں لکھے گئے میلاد ناموں کے ساتھ معراج نامے بھی لکھے گئے۔
لیکن تکلیف دہ بات یہ رہی کہ غزل کو سنوارنے کے لئے ہر کس و ناکس نے اپنے ادبی شعور کا مظاہرہ کیا اور نعت کو ایک طویل عرصہ تک صنف ہی شمار نہیں کیا گیا اگر اسے بھی ایک صنف شمار کر لیا جاتا تو شاید تنقید کا عمل اس پر بھی جاری ہوتا یہ صنف ایک کشتی کی طرح جس کے تپوار نہ ہوں اور جو صرف ہوا کے رخ پر چل رہی ہو ایک طویل عرصہ تک چھوڑ دی گئی بھارت کے ڈاکٹر سید رفیع الدین اشفاق نے جو برصغیر کے نعتیہ ادب میں پہلے پی ایچ ڈی ہیں اور ڈاکٹر ریاض مجید نے جو پاکستان میں نعتیہ شاعری کے پی ایچ ڈی ہیں اپنی تحقیقی تصانیف میں میلاد ناموں کے حوالہ دیتے ہیں جن کے اشعار پر تنقید کی گئی ہے ان ہر دو حضرات کے تنقیدی اور تحقیقی مضامین سے جہاں یہ بات سامنے آتی ہے کہ نعت میں کس درجہ غیر ذمہ دارانہ انداز اختیار کیا گیا جو بات کمال ادب ہونی چاہیے تھی وہ سوئے ادب ہو کر رہ گئی وہاں اس بات کا اظہار بھی ہوتا ہے کہ تنقید کا یہی عمل اگر اس عہد میں ہوتا تو آج غزل کی طرح نعت بھی اپنے اس مقام پر ہوتی جس کی تمنا کی جاتی ہے۔ ابتدائی زمانہ سے عہد حاضر تک اگرچہ چند جملے چند سطور یا چند معیاری یا غیر معیاری مضامین پائے جاتے ہیں تو یہ غزل کی شاعری پر تنقیدی عمل کے سر کے آگے صفر کے برابر ہیں۔
نعت سے اس درجہ محبت اور عقیدت کے باوجود اس کی اصلاح کی تدبیروں سے غفلت کئی شبہات

کو جنم دیتی ہے جن میں سے ایک یہ یہ تمام عقیدت اور محبت جذبایت کا نتیجہ تو نہیں کیوں کہ جہاں صرف جذبائیت ہوتی ہے وہاں حقیقت سے تعلق روایتی اور کمزور ہوتا ہے لہٰذا غور و فکر اور اصلاح و تدبیر کی ایسے مقام پر آرزو لایعنی ہوتی ہے دوسرا شبہ یہ ہوتا ہے کیا اس عہد کے اہل علم حضرات نے نعتیہ شاعری کو مذہب کا ایک حصہ قرار دے کر اس کی اصلاح کی ذمہ داری علمائے دین پر ڈال دی اور خود کو اس اہم خدمت کے انجام دینے سے آزاد تصور کر لیا جیسا کہ پہلے عرض کر چکا ہوں' نعتیہ شاعری کو ایک طویل عرصہ تک کوئی علیحدہ صنف تسلیم نہیں کرتا تھا یہ بہت بعد کی بات ہے کہ اس کی حیثیت کا تعین ہوا جہاں عقیدت و محبت کا کوئی پہلو نہ ہو وہاں پر کوتاہی کو کسی نہ کسی عذر کے سبب بخش دیا جاتا ہے لیکن جہاں بنیاد ہی روحانی تعلق' گہری عقیدت اور جذبات محبت ہوں وہاں اس کوتاہی کے لئے درگذر کا کوئی پہلو نہیں حیرت ہے کہ مولانا الطاف حسین حالی اور علامہ شبلی نعمانی جیسی بلند پایہ علمی ادبی شخصیتوں نے بھی اس پہلو کو نظرانداز کیا جب کہ فن شاعری کے لوازمات اور اس کے اسباب و علل پر ان کی محققانہ تصانیف آج بھی اردو شاعری کی رہنمائی کر رہی ہیں اگر ان حضرات نے نعت گوئی پر اپنے مخصوص عالمانہ اور متفکرانہ انداز میں تنقیدی شعور کا سنگ بنیاد رکھ دیا ہوتا تو آج ایک عظیم عمارت تعمیر ہو چکی ہوتی۔ برصغیر کی نعتیہ شاعری کی تاریخ میں یہ ایک تلخ حقیقت ہے کہ علمائے کرام میں نعتیہ ادب سے اتنی گہری ادبی دلچسپی نہیں تھی اس کے بھی اسباب ہیں۔
برصغیر کے علماء کرام ایک صدی سے مسلک کی بنیاد پر دو حصوں میں تقسیم ہو گئے ہیں مسلک کے اختلاف میں نعتیہ ادب بھی تقسیم ہو گیا' اگرچہ نعت کی فضاء دونوں جگہ کم و بیش قائم ہے لیکن رویے جدا جدا ہیں صرف انہیں علماء نے اس فن شریف میں اپنے جوہر دکھائے جنہیں شعر و شاعری کا ملکہ تھا اور جذبات کو شعری سانچوں میں ڈھالنے کا سلیقہ تھا دونوں کا اتباع کرنے والوں نے کلام کی پذیرائی کی اور آج تک کر رہے ہیں لیکن ماسوا چند اقوال' چند و نصائح کی صورت میں چند باتیں نعتیہ شاعری کے اصلاحی انداز فکر میں نظر آتی ہیں اور تنقیدی عمل کے مسلسل ہونے کا ثبوت نہیں ملتا۔
اس رویہ کا ایک اہم اور بنیادی سبب یہ ہے کہ علماء کی تعلیم و تربیت کا محور تبلیغ دین ہے۔ اسلامی آداب زندگی' اسلامی قوانین کا تعارف' شرعی مسائل سے عوام الناس کی روشناسی' مزید برآں نئی نسل میں اسلامی فکر' اشاعت دین اور مخالفین اسلام کی مجرمانہ سرگرمیوں اور سازشوں کا توڑ اس کے علاوہ اختلاف مسلک میں اپنے اپنے افکار و نظریات میں برتری کی جنگ اور ان کا دفاع نے بھی ان کی توجہ ان مسائل کی طرف مبذول کرا لی۔ تیسری وجہ یہ تھی کہ عام علمائے کرام کا تعلق فن شعر و شاعری سے نہیں تھا۔ تنقیدی عمل کے لئے شعری مزاج کی ضرورت ہوتی ہے۔ عقائد کی روشنی میں شرعی باز پرس اور گرفت کے وہ پوری طرح اہل تھے' لیکن انہیں شعر کی فنی خوبیوں' صوری محاسن'

لطافت شعر و نزاکت فن کا شعور اس درجہ نہیں تھا جو تنقید کے عمل کو تسلسل بخشے۔ پھر جس بنیادی مقصد کے لئے دینی درسگاہوں میں علماء کرام برسوں معروف رہے فارغ التحصیل ہو کر اس فریضہ کی ادائیگی اور تکمیل میں ہمہ وقت رہنا بھی اس تنقیدی عمل میں حارج تھا یہ ایک تاریخی حقیقت ہے جس پر تفصیل واقعات اور مستند حوالوں کے ساتھ "نعتیہ ادب اور تنقید" میں پیش کیا جائے گا جو زیر تصنیف ہے۔

نعتیہ ادب میں تنقیدی

شعور کا غیر محسوس شعری حصہ

جیسا کہ اس سے قبل اردو ادب کے حوالہ میں غیر محسوس تنقیدی شعور کا تفصیلی ذکر گزرا نعتیہ شاعری میں بھی یہ شعور ملتا ہے فرق یہی ہے کہ یہاں (نعتیہ شاعری میں) کسی نقاد نے یہ فریضہ انجام نہیں دیا بلکہ نعت گو شاعر نے خود کہیں عجز بیان شعر میں اس کا اظہار کیا ہے چونکہ ہماری شاعری پر فارسی کا گہرا اثر ہے اردو کے نعت گو شعراء نے فارسی میں بھی نعت کہی ہے اس لئے اردو اور فارسی دونوں کے حوالے سے کام لیں گے۔ شاعر جب اپنے عجز کا اظہار کرتے ہوئے کہتا ہے کہ مجھ میں طاقت بیان نہیں' میں حبیب رب کی ثناء کا اہل نہیں' یہ مقام بے حد مشکل ہے وغیرہ اس طرح کے اظہار میں جو خوف پوشیدہ ہے وہ یہی کہ جذبہ کا اظہار' جوش محبت' شوق آرزو' تمنائے وصال' طلب دیدار کے بیان میں شایان رسالت' علوئے مراتب' لفظوں کے انتخاب میں لغزش عرفی کے اشعار کے مصداق نہ ہو جائے یہ بظاہر عجز و انکسار کا پہلو ہے لیکن نعت کہنے میں جو ادب و احتیاط شرط ہے اسی شعور کا مظہر ہے یہ شعور فارسی کے شعراء میں بھی ہے اور اردو میں بھی مثلاً "شیخ سعدیؒ" کہتے ہیں:۔

چو دولت بایدم تحمید ذات مصطفیؐ گویم
کہ در دریوزہ صوفی گرد اصحاب کرم دارد

کس قدر عجز ہے بیان میں حالانکہ جہاں جوش بیان کا مظاہرہ کرتے ہیں تو فرماتے ہیں:۔

آں نہ من باشم کہ روز جنگ بنی پشت من
آں منم کندر میان خاک و خوں بنی سر

یا کہتے ہیں اور غوغائے محبت پر طنز کرتے ہوئے:۔

اے مرغ سحر' عشق زپروانہ بیاموز

کاں سوختہ جاں داد و آواز نیامد

لیکن مدحت رسولؐ میں عالم یہ ہو جاتا ہے:۔

زباں را درکش اے سعدی زشرح علم او گفتن
تو در علمش چہ دانی باش تا فردا علم گردد

اسی ادب رسالت مآب کے پیش نظر ایک اور جگہ فرماتے ہیں:۔

ندانم کدا مین سخن گویمت
کہ والا تری زانچہ من گویمت
تو راعز "لولاک" تمکیں بس است
ثنائے تو "طٰہٰ" و "یٰسین" بس است
چہ وصفت کند سعدی ناتمام
علیک الصلوٰۃ اے نبیؐ السلام

خواجہ ہمام تبریزی جن کا سن وفات 713ھ ہے فرماتے ہیں

ہزار بار بشستم دہن بمشک و گلاب
ہنوز نام تو بردن مرانمی شاید

یہاں یہ بتانا ضروری ہے کہ اس شعر میں کسی اہل محبت نے تبدیلی فرمائی اور شہرت اسی شعر کو ہو گئی اور عام زد زبان ہو گیا یعنی

ہزار بار بشویم دہن زمشک و گلاب
ہنوز نام تو گفتن کمال بے ادبیست

لیکن یہ اصل اسی طرح ہے جیسا پہلے ذکر کیا گیا جس کا مطلع بہت خوبصورت ہے کہتے ہیں

دلم زعمدہ عشقت بروں نمی آید
بجائے ہر سر موئے مرا دلے باید

اور مقطع بھی ایسا ہی خوبصورت ہے' فرمایا

زہے خجستہ صباح کہ وقت بیداری

ہمام روئے تو ببیند چو دیدہ بکشاید

ابن عماد شیرازی بھی ادب کے لحاظ سے اس عاجزی سے کہتے ہیں

دربیان مدحت آورد ایں معانی رابنظم
گرکنی گستا خیش عغواز کرم بنگر بدیع

جامی کہتے ہیں

جامی کجاست نعت تو اما بکلک شوق
ہر لوح صدق زد رقمے کیف ماتفق

گیارھویں صدی ہجری کے ایک شاعر سعد اللہ پانی پتی بھی کہتے ہیں مسیح تخلص فرماتے تھے

مسیح از خام طبعی لب نہ بستی
ادب باید درینجا گرچہ مستی
خدا نعت محمد داند و بس
نیاید کار یزداں از دگرکس

ایک صدی بعد غالب نے اسی خیال کو اس طرح باندھا

غالب ثنائے خواجہ بایزداں گزا شتیم
آں ذات پاک مرتبہ دان محمدؐ است

عرفی نے تنبیہہ کے لہجہ میں جو شعر کہے ہیں انہیں بہت شہرت ملی

عرفی مشتاب ایں رہ نعت است نہ صحرا ست
آہستہ کہ رہ بدم تیغ است قدم را
ہشدار کہ نتواں بیک آہنگ سرودن
نعت شہ کونینؐ و مدیح کے و جم را

سے قائم چاند پوری نے اردو کے قالب میں اس طرح ڈھالا

مقدور کے نعت پیمبرؐ کے رقم کا
ہر دم ہے دم تیغ پہ یاں راہ قلم کا

عرفی نے ایک اور جگہ یوں اپنے عجز کا اظہار کیا

دعویٰ کن نعت لائق تو
رسوائے جہان آفر ینش
دارد بہ عنایت تو عرفی
حرفے ززبان آفرینش

حضرت فرید الدین عطارؒ نے فرمایا

اگر در نطق آیم تاقیامت
نیارم گفت یک و صفت تمامت

فارسی اشعار کے حوالوں کو حکیم قاآنی کے ان اشعار پر ختم کرتا ہوں جو اظہار عجز کا کمال بھی ہیں اور غیر محسوس تنقیدی شعور کا ثبوت بھی

لیکن ترا مجال بیاں نیست در درود
لیکن ترا قبول سخن نیست در ثناء
دست دعا وسیع و سمند تو ناتواں
بام ثناء رفیع و کمند تو نارسا

پھر اپنی دانائی شعر پر فخر کو عجز کے پہلو بہ پہلو شامل کر کے کس حسین انداز میں بیان کرتے ہیں

گیرم کہ در کلام تو تاثیر کیمیا است
دانا بکان زرنہ کند عرض کیمیا
گیرم کہ عنبریں سخنت نافہ خطاست
کس نافہ ارمغاں نبرد جانب خطا

بیان عجز نعت میں اس سے بہتر مضمون کم از کم میری نظر سے نہیں گزرا جس میں وہ ذات رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام اعلیٰ کے آگے ہر چیز کو ہر خیال کو کس درجہ حقیر و کمتر بنا کر پیش کر رہے ہیں اور سوالیہ انداز نے اور بھی جان ڈال دی ہے کیا کوئی کان زر کے آگے کیمیا کو پیش کرتا ہے کیا کوئی مشک کو ختن یا خطا (شہر کا نام ہے) کو بھیجتا ہے اسی طرح زیرہ کو کرمان، کھجور کو بصرہ، لعل کو بدخشاں، موتی کو عمان، گل کو حدیقہ، اور سبزہ کو جنت کی طرف لے جائے گا کہتے ہیں

کرمان وزیرہ؟ بصرہ و خرما؟ بدخش و لعل؟

عمان و در؟ حدیقہ و گل؟ جنت و گیا؟

اور پھر کہتے ہیں

زین بیش درطبق چہ نہی جنس ناپسند
زین بیش برمحک چہ زنی نقد ناروا
گر رایت از مدیح شناسائی است و بس
خود راشناس تانہ کنی مدح ناسزا

قصیدہ گوئی میں سودا کے مقام سے کون واقف نہیں کہتا ہے

بس آگے مت چل اے سودا' میں دیکھا فہم کو تیرے
کر استغفار اس منہ سے' اب ایسے کی ثناء خوانی

اشعار کی اس تلاش و جستجو میں بہادر شاہ ظفر کا ایک نایاب شعر ہاتھ آگیا شائقین ادب کی نذر کر رہا ہوں بہادر شاہ ظفر کے زمانہ میں جو قلم لکھنے کے لئے استعمال ہوتا تھا ایک خاص قسم کے درخت کی لکڑی ہوتی تھی جو پتلی پتلی ہوتی اور اندر سے خول ہوتا تھا جس کو عرف عام میں آج بھی برو کہتے ہیں اسے چھیل کر نب بناتے اور درمیان سے چیرتے جسے قط لگانا کہتے ہیں اس قلم اور قط کے بعد کی صورت کو بہادر شاہ اس طرح پیش کرتے ہیں

محروم تیرے دست مبارک سے رہ گیا
کیوں کر نہ چاک اپنا گریباں کرے قلم

مولانا حالی نے کہا:

ہاں حالی گستاخ نہ بڑھ حد ادب سے
باتوں سے ٹپکتی ہے تری اب صاف گلا ہے
ہے یہ بھی خبر تجھ کو کہ ہے کون مخاطب
یاں جنبش لب خارج از آہنگ خطاء ہے

غیر محسوس تنقیدی شعور کی یوں تو بہت سی مثالیں ہیں جسے راقم الحروف اپنی کتاب "نعتیہ ادب اور تنقید" میں دیگر تنقیدی مباحث کے ساتھ پیش کرے گا ان حوالوں کو ہی تضمین کے دو بند پر ختم کرتا ہوں' جو غالب کے اشعار پر ناصر کاظمی نے کہے ہیں:

کہاں وہ پیکر نوری کہاں قبائے غزل
کہاں وہ عرش مکیں اور کہاں نوائے غزل
کہاں وہ جلوہ معنی کہاں ردائے غزل
"بقدر شوق نہیں ظرف تنگنائے غزل"
"کچھ اور چاہیے وسعت مرے بیاں کے لئے
تھکی ہے فکر رسا اور مدح باقی ہے
قلم ہے آبلہ پا اور مدح باقی ہے
تمام عمر لکھا اور مدح باقی ہے
"ورق تمام ہوا اور مدح باقی ہے
"سفینہ چاہئے اس بحر بیکراں کے لئے

میں نے ابتداء میں عرض کیا ہے کہ نعتیہ ادب میں نقاد کا کردار ماسوا چند علماء کرام کے جنہیں ذوق شاعری بھی میسر تھا یا وہ خود بھی شاعر تھے یا تو شعرا کرام نے عجزو انکسار کے انداز میں غیر محسوس تنقیدی خدمت انجام دی ہے یا پھر کسی نے کچھ نہیں کیا۔ الحمد للہ اب پاکستان میں اس طرف خصوصی توجہ دی جا رہی ہے' نعتیہ ادب میں پی ایچ ڈی کے جو مقالے لکھے جا رہے ہیں تنقیدی ارتقاء کی جانب گامزن ہیں۔ تنقید کی ضرورت کہاں کہاں ہے اس کی تفصیل کی گنجائش اس مضمون میں نہیں ہے اس کی مثالیں قدما کے اور عہد حاضر کے نعت گو شعراء کے کلام سے زیر تحقیق "نعت ادب اور تنقید" میں پیش کروں گا جس سے اندازہ ہو گا کہ تنقید کا عمل نہ ہونے سے کیا اثرات مرتب ہو رہے ہیں اور نئے لکھنے والوں نے کس حد تک اس رویہ کو اپنایا ہے لیکن مضمون کے اختتام سے قبل دو ایک مثالیں پیش کرتا ہوں جو نتیجہ ہیں نعتیہ ادب میں تنقیدی عمل کے نہ ہونے کا۔

اردو کے ایک ممتاز شاعر دلو رام کوثری ہیں جنہوں نے اپنی نعتیہ شاعری پر فخر کرتے ہوئے خود کو حضرت حسانؓ بن ثابت کے برابر کہا ہے' پہلے شعر ملاحظہ ہوں پھر ان پر اظہار خیال ہو گا

نبی کے ہوئے نعت گو دو برابر
کہ دونوں کو اک مدح خوانی میں رکھا
ہے حسانؓ پہلا تو میں دوسرا ہوں
نہیں فرق اول میں ثانی میں رکھا
خدا نے اسے سونپی محفل عرب کی

مجھے بزم ہندوستانی میں رکھا
(دلو رام کوثری)

یوں تو کئی دلیلیں ہیں جس میں دلو رام کوثری کی اس خود فہمی اور خوش فہمی کا رد ہے لیکن صحابہؓ کرام کے متعلق ان کے مراتب و درجات کا قرآن کریم اور احادیث نبوی میں جس طرح بار بار ذکر آیا ہے ان تمام میں سے ایک یہاں پیش کرتا ہوں حضور اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا ارشاد ہے "اگر کوئی شخص احد پہاڑ کے برابر سونا اللہ کی راہ میں خیرات کرے پھر بھی وہ صحابی (رسول) کے برابر نہیں ہو سکتا"۔ اگر تنقیدی عمل جاری ہوتا تو دلو رام کو تحریری معذرت پیش کرنی پڑتی۔ ہمارا اعتراض ان کی ذات سے نہیں بلکہ اس انداز و تکلم سے ہے جو ادبی تقاضوں کو پورا نہیں کرتا ان کی ہی طرح اردو کے ایک ممتاز شاعر نظم طباطبائی نے بھی (متوفی 1933) مبالغہ سے کام لیا ہے جو بات وہ کہنا چاہتے تھے وہ ایک علمی اعتراض تھا جو اپنی جگہ درست تھا اور جسے نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے خود ہی دور فرما دیا تھا حضرت کعب بن زہیرؓ کا مشہور زمانہ عربی قصیدہ "بانت سعاد" جس کے ایک شعر میں حضورؐ کی ذات اقدس کو مہند (شمشیر مہند) ہندی تلوار سے تشبیہ دی ہے اس زمانہ میں جو تجارت ہوتی تھی دنیا کے مختلف ممالک سے مال تجارت مکہ کے بازاروں کے لئے آتا تھا۔ عرب تاجر ہر ملک کی مشہور اشیاء خرید کر لے جاتے' ہندی ○ تلوار کی مقبولیت غالباً" اپنی ساخت کے سبب عربوں میں بے حد تھی جس کا ذکر جگہ جگہ ملتا ہے۔ اور یہ اسی کا اثر تھا کہ تلوار سے جب تشبیہ کا خیال آیا تو بہتر سے بہتر تلوار کے خیال نے حضرت کعبؓ بن زہیر کو "مہند" کہنے پر آمادہ کیا جس کی اصلاح حبیب خدا نے خود فرما دی نظم طباطبائی نے بھی وہی غلطی کی جو دلو رام کوثری سے ہوئی کہ اپنے کمال فن کے زعم میں یہ کہہ گئے

کہاں ہے کعبؓ سیکھے ہم سے آداب ثناء خوانی
کہ نعت مصطفیٰ اور ذکر شمشیر مہند کا

نظم طباطبائی کا جو بھی خیال ہو اور اس کے پیچھے عقیدت کا جذبہ جس طرح بھی کار فرما ہو لیکن صحابی رسولؐ سے تخاطب کا جو لہجہ ہے اس میں گستاخی' بے ادبی اور مراتب کو نظر انداز کرنے کے ساتھ ساتھ اپنے اندر غرور علم کا نشہ بھی شامل ہے۔ طباطبائی کے برعکس حضرت علامہ ابن حجر (عسقلانیؒ) اس طرح فرماتے ہیں

ومن بمدحک ابن زہیر کعبؓ
لمثلی منک جائزہ الشناء

فان اخون فمدحک لی سروری
وان اقنط فحمدک لی رجائی

ترجمہ: "کعبؓ بن زہیر نے آپؐ کی مدح کر کے ہمارے لئے ایک راستہ کھولا ہے یہ اس کا احسان ہے میرے عیبوں کو آپؐ کا احسان پانے کی امید بندھ گئی ہے"۔
"اگر میں غمگین ہوتا ہوں تو آپؐ کی مدح سامان حسرت بہم پہنچاتی ہے اور اگر کبھی مایوسی چھاتی ہے تو آپؐ کی مدح سے آسرا ملتا ہے"۔
اس سے قبل حکیم قاآنی کے اشعار بھی پیش کر چکا ہوں' دیکھئے اپنے کمال فن پر کتنا ناز ہے لیکن اس ناز کو کس سلیقہ سے قاآنی نے بیان کیا ہے ایک آخری مثال ایسی ہی بیباک شاعری کی پیش خدمت ہے۔ مانی جائسی (متوفی 1963ء) ہمارے عہد کے شاعر تھے جو آج ہم میں نہیں' کہتے ہیں:

نبی کی مدح میں پہلے ہوئی رطب اللساں قدرت
ہماری مدح اے مانی مگر قند مکرر ہے

قدرت کی رطب اللسانی قرآنی آیات ہیں قند مکرر کا مفہوم ہر اہل علم جانتا ہے کیا ہوتا ہے یعنی نبی کی توصیف میں جو کچھ قرآن میں آیا اس کے بعد میرا (مانی جائسی) کلام قند مکرر ہے کیا قرآن کے مترادف مانی کا کلام یا کسی کا کلام کسی بھی اعتبار سے ہو سکتا ہے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ ان نامور حضرات کا نعتیہ ادب کے ذخیرہ سے بغرض مطالعہ کوئی رابطہ ہی نہیں تھا۔ دیکھئے مشہور مورخ اسلام عبدالرحمن ابن خلدون اسی قرآنی حوالہ کو کس طرح پیش کرتے ہیں:

قصرت فی مدحی فان بک طیبہ
فیما لذکرک من اریج الطیب
ماذا عسی یبغی المطیل و قدحوی
فی مدحک القرآن کل مطیب

"میں نے آپؐ کی مدح کا حق ادا نہیں کیا' اگر کچھ اچھا کہہ گیا ہوں تو وہ صدقہ ہے آپ کی عطر بیزیاد کا" (دیکھئے کس درجہ ادب اور شکر گزاری ہے نعت ثناء خوانی پر)
"زیادہ سے زیادہ کہنے والا بھی کیا کہہ سکتا ہے جب کہ قرآن نے ہر بہتر بات آپؐ کے متعلق کہہ دی ہے" اب تک میں نے تنقید کے موضوع پر جو کچھ کہا اور جو مثالیں پیش کیں اس موضوع پر آخری مثال دے کر اس مضمون کو فی الحال یہیں ختم کرتا ہوں حضرت قطب الدین احمد شاہ ولی اللہؒ

دہلوی نے اسی احتیاط و ادب کے لئے فرمایا:۔

و ان لا بدتمدح ذامعال
فحسبک مدح خیر الانبیاءؑ
و ان تمدح رسول اللہ یوماً"
فاذ ر ان تقصر فی الثناء

ترجمہ :۔"اگر تجھے کسی عالی مرتبت کی مدح و صفت کرنی ہے تو حضرت خیر الانبیا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی مدح کر۔ اور جب کسی دن تو" آپؐ کی مدح کرنے لگے تو خبردار' احتیاط سے' ایسا نہ ہو کہ تو تعریف و توصیف میں کمی کرے"۔

یہ اور ایسی بے شمار مثالیں اس بات کا بین ثبوت ہیں کہ نعتیہ ادب میں تنقیدی شعور جمود کا شکار ہے جس میں سنجیدگی کے ساتھ تیز عمل کی ضرورت ہے' بعض حضرات یہ کہتے نظر آتے ہیں کہ نعتیہ شاعری پر تنقید کے سبب مختلف عقائد کی فکر سے تصادم ہو گا ہمارے سامنے اردو شاعری اور ادب کی مثال ہے جس پر آہستہ آہستہ تنقیدی عمل ہوتا رہا مختلف نظریات سامنے آئے' تصادم فکر بھی ہوا اور رہے گا لیکن ادب جمود کے دائرے اور روایت پرستی کے خول سے باہر آگیا' نعتیہ شاعری کے لئے بھی ضروری ہے کہ تنقید کا عمل جاری و ساری رہے اور اس کے نتائج سامنے آئیں تاکہ تنقید اپنے ارتقاء کی منزلیں طے کرے۔

گفتنی اب تک جو مضامین آپ کی نظر سے گزرے ان میں نعتیہ ادب میں تنقید کی اہمیت پر روشنی ڈالی گئی تھی۔ اب جو دو مضامین پیش کئے جارہے ہیں ان میں عملی تنقید (PRACTICAL CRITICISM) ہے۔ یہ مضامین محض تحسین نعت پر مبنی نہیں ہیں کیونکہ اردو نعتیہ ادب میں نعت کی تحسین (APPRECIATION) کا پہلو کسی بھی اعتبار سے تشنہ نہیں رہا ہے۔ البتہ محتاط رویوں کے اظہار کی روایت کے نشانات بڑے دھندلے ہیں۔ سو مذکورہ مضامین اس روایت کے احیاء کی پرخلوص کوشش کا حصہ ہیں۔ امید ہے کہ اہل فکر و نظر اس صحت مند تنقیدی سلسلے کو سراہیں گے۔ مسئلہ ابلاغ (COMMUNICATION) کا ہے۔ تاہم خلوص کی زبان کا کوئی خاص لہجہ نہیں ہوتا ہے۔ اس کا ابلاغ بہرحال ہوجاتا ہے۔ نعتیہ ادب میں توانا رجحانات کے فروغ' صحت مند روایات کی ترویج اور موضوع کی تقدیس کے خدوخال اجاگر کرنے کے لئے تنقید ناگزیر ہے۔

بایں ہمہ' تحسین' تعبیر اور تفہیم شعر خالصتاً" ذوقی معاملہ ہے۔ اس لئے شعری پسندیدگی کے زاویئے مختلف ہوسکتے ہیں۔ لیکن شریعت کے معیارات کی پاسداری ہر حال میں ضروری ہے۔ زبان بھی کچھ قواعد کی پابند ہوتی ہے اس لئے یہ پہلو بھی توجہ طلب ہے۔ موضوع کی رفعت اور عربوں کی لسانی دانش کے تناظر میں ان باتوں کی اہمیت اور بھی بڑھ جاتی ہے۔ اس ضمن میں اتفاق یا اختلاف دونوں قسم کی آراء ہمارے لئے قابل احترام ہوں گی۔ ہمیں آپ کی رائے کا بے چینی سے انتظار رہے گا۔

"ادارہ"

نعت نگاری میں ذم کے پہلو .... رشید وارثی

حضور اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے اسم مبارک "محمد" کے لغوی معنی ہیں وہ ذات جو سراپا تعریف و ستائش ہو، جس کی بے حد تعریف و توصیف کی گئی ہو اور ہمیشہ کی جائے اور جو ہر عیب سے مبرا ہو۔ اس لفظ مبارک کا مصدر "تحمید" اور مادہ "حمد" ہے۔ چنانچہ یہ نام اقدس اپنے معنی اور اعتبارات کے لحاظ سے بھی ایک مکمل نعت ہے۔

مدح اس کی بیاں سے ماورا ہے
جسے خالق محمدؐ کہہ رہا ہے
مدح میں اس کی اک نقطے کی صورت
زمین و آسماں کا دائرہ ہے

قرآن کریم میں یہ نام اقدس سورہ آل عمران کی آیت ۱۴۴، سورہ احزاب کی آیت ۴۰، سورۃ محمد کی آیت ۲ اور سورۃ فتح کی آیت ۲۹ میں آیا ہے اور کہیں بھی اللہ تبارک و تعالیٰ نے آپؐ کو اس نام مبارک سے مخاطب نہیں فرمایا۔ بلکہ محبت بھرے لہجے میں آپؐ کے اسمائے صفات ہی سے آپ کو ہر جگہ مخاطب فرمایا ہے جبکہ دیگر انبیاء علیہم السلام کو ان کے اصل ناموں سے مخاطب کیا گیا ہے جیسے حضرت آدمؑ یا حضرت موسیٰؑ یا حضرت داؤدؑ وغیرہ۔ حضرت مولانا جامی علیہ الرحمۃ نے اس حوالے سے کیا خوب فرمایا ہے۔ ؎

یا آدم است با پدر انبیاءؑ خطاب
یا ایہا النبی خطاب محمدؐ است

مدحت ممدوح خدا کا وجوب :

اللہ تبارک و تعالیٰ نے قرآن کریم میں اپنی حمد و ثنا بیان کرنے کا کثرت سے حکم دیا ہے اور ساتھ ہی اپنے حبیب پاکؐ کے ورود مسعود کو مومنین پر احسانؐ سے تعبیر کرتے ہوئے توصیف مصطفائی کے بیان کا حکم فرمایا ہے۔ مالک الملک جل جلالہ نے اپنی شان کبریائی کے بیان کا حکم فرمایا ہے۔

"وکبرہ تکبیرا" (سورہ بنی اسرائیل آخری آیت)

ترجمہ :۔ "اور اس (اللہ) کی بڑائی بیان کرو"

کمال درجہ کی بڑائی اور اپنے محبوب کی شان مصطفائی بیان کرنے کے لئے ارشاد فرمایا :۔

ان اللہ وملئکتہ یصلون علی النبیؐ یایھا الذین امنو صلوا علیہ وسلموا تسلیما"

ترجمہ :۔ "بے شک اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے ان نبی (مکرمؐ) پر درود بھیجتے ہیں۔ اے ایمان والو ! تم بھی ان پر درود بھیجا کرو اور سلام عرض کیا کرو" (سورہ احزاب آیت ۵۶)

ذات کبریائی نے اس آیت مبارکہ میں یہ بتایا ہے کہ میں اپنے حبیب، عبد کامل اور رسول آخر کی توصیف اپنی زبان قدرت سے کرتا ہوں اور میرے تمام فرشتے اپنی نورانی اور پاکیزہ زبانوں سے اس کی جناب میں ہدیہ عقیدت پیش کرتے ہیں۔ تو اے میرے ایمان والے بندو! تم بھی بڑے ادب و محبت کے ساتھ ان کی بارگاہ میں درود و سلام کا نذرانہ پیش کیا کرو۔ یعنی اللہ تعالیٰ ہمیشہ اور ہمہ وقت اپنے حبیب پاک پر رحمتیں نازل فرماتا ہے اور آپ کی شان بیان فرماتا ہے اور اس کے فرشتے بھی ان کی تعریف و توصیف بیان کرتے ہیں۔ عراقی نے کیا خوب کہا ہے۔ ؎

ثنائے زلف و رخسار تو اے ماہ
ملائک ورد صبح و شام کردند (ضیاء القرآن)

صاحب لسان العرب فرماتے ہیں اگرچہ صلوٰۃ بھیجنے کا حکم ہمیں دیا جارہا ہے لیکن چونکہ ہم نہ شان رسالت سے کماحقہ واقف ہیں اور نہ اس کا حق ادا کرسکتے ہیں اس لئے اعتراف عجز کے ساتھ ہم عرض کرتے ہیں۔ "اللھم صل" یعنی اے اللہ تو ہی اپنے محبوب کی شان کو جانتا ہے۔ اس لئے اپنے محبوب پر ہماری جانب سے ایسا درود بھیج جو ان کی شان کے شایاں ہو۔ قرآن کریم کی اس آیت کی روشنی میں حضور اکرمؐ کا اسم مبارک سننے پر ایک دفعہ درود شریف پڑھنا واجب ہے۔ پھر اگر اسی مجلس میں بار بار آپ کا نام اقدس سنے تو ایک سے زائد مرتبہ درود شریف کا پڑھنا مستحب ہے۔ (خلاصہ مشکوٰۃ)۔

شان مصطفائی کے بیان کے حوالے سے صرف ایک اور آیت بیان کی جاتی ہے۔ ارشاد ربانی ہے :۔

ورفعنا لک ذکرک" "اور (اے محبوب) ہم نے آپ کی خاطر آپ کے ذکر کو بلند کردیا۔

(سورہ الشراح۔ آیت ۴)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریمؐ نے فرمایا کہ جبرائیل علیہ السلام میرے پاس آئے اور کہا کہ آپ کا رب پوچھتا ہے کہ کیا آپ جانتے ہیں کہ میں نے کس طرح آپ کا ذکر بلند کیا؟ میں نے کہا اس حقیقت کو اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ آپ کے رفع ذکر کی کیفیت یہ ہے کہ جہاں میرا ذکر کیا جائے گا وہاں میرے ساتھ آپ کا ذکر بھی کیا جائے گا۔ (تفسیر ضیاء القرآن)۔ صاحب روح المعانی علامہ آلوسی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں کہ اس سے بڑھ کر رفع ذکر کیا ہو سکتا ہے کہ کلمہ شہادت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے نام کے ساتھ اپنے محبوب کا نام ملادیا۔

حضورؐ کی اطاعت کو اپنی اطاعت قرار دیا۔ ملائکہ کے ساتھ آپ پر درود بھیجتا ہے اور مومنوں کو درود پڑھنے کا حکم دیا۔ چنانچہ آپ کے عشاق نے نثر و نظم میں انسانیت کو جو پاکیزہ ادب عطا فرمایا وہ اپنی مثال آپ ہے۔ شرعی اعتبار سے نعت سماعت کرنا رسول اکرمؐ کی سنت مبارکہ ہے اور نعت کہنا اور نعتیہ محافل میں شرکت کرنا آپؐ کے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کی سنت ہے۔

نکتہ :۔ ہمارا عام مشاہدہ ہے کہ اگر کوئی شخص کسی بڑے مصور کی اس طرح تعریف کرتا ہو کہ آپ مجھے بہت اچھے لگتے ہیں' آپ کا قد بہت متناسب ہے' آپ کی شخصیت بہت پرکشش ہے وغیرہ۔ تو مصور اس شخص کے جذبات کی قدر تو کرے گا لیکن اس کے مقربین اور پسندیدہ وہ لوگ ہوں گے جو اس کی بنائی ہوئی تصویر کی جزئیات اور قدرت فن کے عمیق مشاہدہ کے بعد اس کے شہکار کی تعریف کریں گے ان ہی لوگوں سے خوش ہو کر اور ان میں فن کی باریکیاں سمجھنے کی اہلیت پا کر مصور اس تصویر کے بارے میں انہیں مزید تفصیلات فراہم کرے گا اور ان کو اپنا قدر دان پا کر عزیز رکھے گا۔ اسی طرح اللہ تبارک و تعالیٰ کی تخلیق کا شہکار ذات رسالت مآبؐ ہے۔ چنانچہ جو خوش نصیب آپ کے شمائل مبارک اور اخلاق عالیہ پر غور و غوض کرنے کے بعد حضور باری المصور سے ان کو بہتر سے بہتر انداز میں بیان کرنے کی سعادت حاصل کرتے ہیں۔ انہیں اتنی ہی قرب الٰہی کی لذت نصیب ہوتی ہے۔

اردو نعت نگاری کے فروغ کے حوالے سے موجودہ صدی کو بجا طور پر اردو نعت نگاری کی صدی سے تعبیر کیا جاتا ہے جس کا تقاضا ہے کہ سینکڑوں کی تعداد میں شائع ہونے والے نعتیہ مجموعوں میں خوشنما اور دیدہ زیب طباعت کے ساتھ صحت مضامین کے حوالے سے بھی پیش رفت نظر آنی چاہیے۔ اس تناظر میں راقم نے خادم مداحین رسولؐ کی حیثیت سے بیشتر نعتیہ دواوین کا جائزہ لے کر ذات ممدوح خدا کی رفعت شان کے منافی مضامین پر مشتمل تین سو سے زائد اشعار کی نشاندہی کا فریضہ انجام دیا ہے جن میں سے اس مختصر سے مقالہ میں چند اشعار کتاب و سنت کی روشنی میں تبصرہ کے ساتھ ہدیہ قارئین ہیں تاکہ غیر محتاط رویہ اختیار کرنے والے مدح کاروں کو نعت نگاری کے لئے عظمت سرکار دو عالمؐ آپ کی سیرت طیبہ' فضائل اخلاق اور دیگر متعلقہ مضامین کے حوالے سے قرآن کریم اور احادیث مبارکہ کے مطالعہ کی ضرورت و اہمیت کا احساس ہو۔

دربار رسالت میں کلام کی مقبولیت و عدم مقبولیت :

حضور اکرمؐ کے اعلان نبوت کے بعد جب مشرکین مکہ آپ کی دشمنی پر کمربستہ ہوئے تو آپ کے مشفق چچا محسن اسلام حضرت ابو طالب قریش کی معاندانہ کارروائیوں سے آپ کو محفوظ رکھنے کے لیے سینہ سپر ہو گئے۔ انہوں نے رسول اکرمؐ کی محبت سے لبریز اپنے فصیح و بلیغ قصائد کے ذریعہ خاندان بنی ہاشم کو آپ کی نصرت و حمایت کے لئے ابھارا اور ان پر حضور اکرمؐ کی عظمت و فضیلت

واضح کی تاکہ بنی ہاشم کے دلوں میں آپ کی محبت مزید راسخ ہو اور وہ متحد ہو کر قریش کی ایذا رسانیوں کا منہ توڑ جواب دیں۔ حضرت ابو طالب کے یہی قصائد دور اسلام میں نعتیہ شاعری کا اولین سرمایہ ہیں۔ حضور اکرمؐ کا ارشاد ہے کہ جب تک ابو طالب زندہ رہے' قریش مجھ سے کوئی ناروا برتاؤ نہ کر سکے۔ (سیرت ابن ہشام)۔

سرکار دو عالمؐ کی مدینہ منورہ میں ہجرت کے بعد قریش مکہ کی آتش عناد اور بھڑک اٹھی ان کے بڑے بڑے قادر الکلام شعراء محبوب کردگارؐ کی ہجو پر مبنی اشعار مجمع عام میں سناتے اور اس قادر الکلامی پر فخر و مباہات کرتے تھے۔ جس کے جواب میں حضور اکرمؐ نے مسلمانوں کو قریش کی ہجو کرنے کا حکم دیا۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا قریش کی ہجو کرو کیونکہ انہیں تیروں کی بوچھاڑ سے زیادہ ہجو ناگوار ہے۔ پھر آپؐ نے ایک شخص کو حضرت عبداللہ بن رواحہؓ کے پاس بھیجا اور فرمایا ہجو کر قریش کی۔ انہوں نے ہجو کی لیکن آپؐ کو پسند نہ آئی پھر آپ نے حضرت کعبؓ بن مالک کو بلوایا (اس کے بعد) حضرت حسانؓ بن ثابت کو طلب کیا۔ جب حسانؓ آگئے تو کہنے لگے اب وقت آگیا ہے کہ آپ نے اس شیر کو بلا بھیجا جو اپنی دم مارتا ہے۔ (یعنی زبان سے لوگوں کو قتل کرتا ہے۔ گویا میدان فصاحت اور شعر گوئی کے شیر ہیں) پھر اپنی زبان نکال کر ادھر ادھر گھمائی اور عرض کیا قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو (رسول) برحق بنا کر بھیجا۔ میں کافروں کو اپنی زبان سے پھاڑ ڈالوں گا جیسے چمڑے کو پھاڑ ڈالتے ہیں۔ آقائے دو عالمؐ نے فرمایا اے حسانؓ! جلدی مت کرو۔ ابوبکرؓ قریش کے نسب کو بخوبی جانتے ہیں۔ میرا نسب بھی قریش میں شامل ہے۔ تم ان کے پاس جاؤ وہ میرا نسب دیگر قریش کے نسب سے الگ کر دیں گے۔ چنانچہ حسانؓ حضرت ابوبکرؓ کے پاس گئے اور واپس آکر عرض کیا۔ "یا رسول اللہ : انہوں نے آپؐ کا نسب بیان کر دیا ہے قسم ہے اس خدا کی جس نے آپ کو رسول برحق بنا کر بھیجا میں آپ کو ان میں سے اس طرح نکال دوں گا جس طرح گوندھے ہوئے آٹے میں سے بال کھینچ لیا جاتا ہے۔ رسول اکرمؐ نے فرمایا جب تک خدا اور رسول کی طرف سے مدافعت کرتے رہو گے۔ جبرائیل تمہاری مدد کرتے رہیں گے۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں (حسانؓ کے شعر سن کر) آپؐ فرما رہے تھے حسانؓ نے کافروں کی ہجو کر کے مسلمانوں کے دلوں کو تسکین دی اور خود بھی تسکین پائی۔ (مسلم شریف)۔

نعت نگاری کیلئے صرف قادر الکلامی ناکافی ہے :

مذکورہ بالا حدیث کی روشنی میں ایک بات تو یہ سامنے آتی ہے کہ نعت گوئی کے لئے صرف انشاء و لوازم سے واقفیت یا قادر الکلامی پر انحصار نہیں کیا جا سکتا۔ بلکہ اس کے لئے حضور اکرمؐ کے فضائل' شیون و صفات' اسوہ حسنہ اور ذات اقدس سے متعلقہ دیگر علوم سے واقفیت حاصل کرنا

ضروری ہے۔ جیسا کہ حضرت حسانؓ کو حکم ہوا کہ حضرت ابوبکرؓ کے پاس جا کر آپ کے نسب مبارک کے بارے میں علم حاصل کریں۔ دوسری بات یہ ہے کہ جب حضور اکرمؐ کے حکم پر حضرت عبداللہ بن رواحہؓ جیسے شاعر دربار رسالت نے اشعار کہے اور وہ اشعار بارگاہ افصح العرب میں شرف پسندیدگی حاصل نہ کر سکے تو ہم جیسے غلاموں کا ذکر ہی کیا۔ لہٰذا جو حضرات یہ گمان رکھتے ہیں کہ "نعت" کیسی ہی ہو حضور کی رضا حاصل کئے بغیر قرطاس و قلم کی زینت بن ہی نہیں سکتی (صحیفہ نور)۔ ان کو چاہیے کہ ایسے بے تحقیق اقوال سے اجتناب کریں کیونکہ ایسے بے اصل خیالات نعت نگاری جیسے رفیع الشان اور لطیف فن کے لئے ضروری علم کے حصول کی راہ میں تساہل کا سبب ہوتے ہیں جس کے نتیجے میں نعت نگاری میں ذم کے متعدد پہلو سامنے آتے ہیں جن میں سے بعض پہلوؤں کا مختصر جائزہ ہم اس مقالہ میں پیش کریں گے، تاہم اس سے پیشتر اصلاح نعت کی تشریحی اہمیت کا بیان زیادہ مناسب معلوم ہوتا ہے۔

اصلاح نعت کی تشریحی اہمیت :

عہد رسالت مابؐ کے نابغہ روزگار شاعر حضرت کعبؓ بن زہیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ زمانہ جاہلیت میں اسلام کے خلاف اپنی معاندانہ کارروائیوں اور ہجوگوئی سے تائب ہو کر اظہار ایمان کے لئے بارگاہ رسول اکرمؐ میں حاضر ہوئے تو اس واقعہ پر انہوں نے اپنا مشہور زمانہ "قصیدہ بانت سعا" بارگاہ رسالتؐ میں پیش کیا۔ جب وہ اس شعر پر پہنچے۔

ان الرسول لسیف لیستضاء بہ
مھند من سیوف الھند مسلول

ترجمہ۔ "بے شک ہمارے رسولؐ ایک ایسی برہان قاطع تلوار کے مثل ہیں جس کی چمک سے روشنی حاصل کی جاتی ہے آپؐ ہند کی تلواروں میں سے ایک بے نیام تلوار ہیں۔" تو رسول اللہؐ نے حضرت کعبؓ کے اس شعر میں معنوی نقص کی نشاندہی فرماتے ہوئے اصلاح فرمائی اور پہلے مصرعہ میں "لسیف" کی جگہ "لنور" اور دوسرے مصرعے میں "سیوف الہند" کی جگہ "سیوف اللہ" پڑھنے کا ارشاد فرمایا۔ اس طرح آپ نے نعت گوئی میں محتاط روش اختیار کرنے اور ارفع و اعلیٰ مضامین کے بیان کی تعلیم دی اور امت کو یہ راہ دکھائی کہ جب آپ کی شان اقدس میں کوئی عامیانہ بات سنی جائے تو سنت الیہ کے مطابق اس کی تصحیح کر دی جائے اور اس کے ساتھ ہی قصیدہ ہذا سماعت فرمانے کے دوران ازراہ خوشنودی اپنی ردائے مبارک حضرت کعب رضی اللہ عنہ کو عطا فرمائی۔ چنانچہ حضرت کعبؓ کے اس قصیدے کو وہ قبولیت عامہ نصیب ہوئی کہ آج بھی یہ زبان زد عام ہے اور دنیا کی بیشتر زبانوں میں اس کے سینکڑوں تراجم اور شرحین لکھی جا چکی ہیں۔

اس متفقہ علیہ روایت کی روشنی میں نفس مضمون کے حوالے سے دو باتیں واضح طور پر سامنے آتی ہیں۔ ایک تو یہ کہ مضامین قرآن و حدیث سے کماحقہ واقفیت نہ ہونے کی بناء پر بڑے سے بڑے کہنہ مشق اور باکمال شاعر یا انشا پرداز سے نعت نگاری جیسے دقیق و لطیف مقدس اور قابل گرفت فن میں لغزش کا امکان رہتا ہے جس کا اظہار حضرت کعبؓ کے مندرجہ بالا شعر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو "ھند کی تلواروں میں سے ایک تلوار" کہنے سے ہوتا ہے۔ دوسری بات یہ کہ کسی شاعر کے نعتیہ کلام میں کسی لغزش کی نشاندہی سے اس کی تنقیص کے بجائے صرف اصلاح کلام مقصود ہونا چاہیے اور اسی نعت کے باقی اشعار اگر ارفع و اعلیٰ مضامین پر مبنی ہوں تو ان کی خاطر خواہ پذیرائی کی جانی چاہیے جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جانب سے حضرت کعبؓ کو (اسی قصیدہ کی سماعت کے دوران) چادر مبارک عطا فرما کر ان کی پذیرائی کی گئی اور ایک معنوی غلطی کی اصلاح کے بعد فیض رسالت سے حضرت کعبؓ کے اس قصیدے کو آج تک قبولیت عامہ حاصل ہے۔

صراحت

نعت نگاری پر معنوی تنقید کے موضوع پر قلم اٹھاتے ہوئے اس بے ہنر کو اپنی علمی کم مائیگی اور بے بضاعتی کا پورا احساس ہے اور اس حقیقت کا بھی پورا اعتراف ہے کہ جن بلند حوصلہ اور صاحب بصیرت شعرائے کرام نے اپنی زندگیاں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدح و ثنا کے لئے وقف کر دی ہوں وہ بہر صورت ہماری آنکھوں کی ٹھنڈک اور ہمارے سر کا تاج ہیں۔ بلاشبہ ان میں بعض ایسے بھی باکمال ہوں گے جن کی حاشیہ نشینی بھی ہمارے لئے باعث شرف و اعزاز ہے، تاہم اس حقیقت سے بھی انکار ممکن نہیں کہ انسان خطا و نسیان کا پتلا ہے لہٰذا سہواً یا قرآن و حدیث کے مضامین سے بے خبری کی بناء پر ان کے اشعار میں جو معنوی لغزشیں سامنے آئیں انکی نہایت ادب و احترام کے ساتھ نشاندہی کر دی جائے تاکہ موجودہ اور آئندہ نسل کے نعت نگار ان اغلاط کو دہراتے نہ رہیں۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نظر التفات سے کیا بعید کہ مجھ جیسا بے علم اور بے مایہ شخص اس فرض کفایہ کی ادائیگی میں کسی حد تک کامیاب ہو جائے اور روز محشر اپنی کوتاہی عمل کا ازالہ کر سکے جیسا کہ ابن عسا کر نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جو آدمی علم کی تلاش اس غرض سے کرتا ہے کہ اس سے اپنی یا اپنے بعد آنے والوں کی حالت درست کرے گا تو اللہ تبارک و تعالیٰ اس کو ریت کے ذروں کے برابر نیکیاں عطا فرمائے گا۔ (صدق اللہ العظیم وصدقہ رسولہ الکریم) میں نے اپنی دانست میں کسی شاعر محترم کے نام کا اظہار کرتے ہوئے ناقدانہ تبصرہ سے پوری احتیاط برتی ہے اور میں ان سب حضرات کا بہ صمیم قلب احترام کرتا ہوں اور انشاء اللہ تعالیٰ ان کی تکریم کرتا رہوں گا۔ اللہ تعالیٰ میری اس کوشش کو شرف قبولیت عطا فرمائے اور میری لغزشوں کو معاف

فرمائے۔ (آمین)

ان گزارشات کے ساتھ ہم نفس مضمون کی جانب آتے ہیں اور بعض نعتوں میں شامل فضائل اخلاق کے منافی چند اشعار کا جائزہ لیتے ہیں۔

اسوہ حسنہ کے منافی مضامین :

دین اسلام فلسفیانہ نظریات کا مجموعہ نہیں بلکہ یہ تو ایک مکمل نظام حیات ہے جو انسانی زندگی کے ہر موڑ پر رہنمائی کرتا ہے۔ اس کی تعلیمات پر عمل کرنا اس وقت تک آسان نہیں جب تک ایک عملی نمونہ ہمارے پاس نہ ہو اس لئے اللہ تعالیٰ نے مخلوق کی رہنمائی کے لئے صرف قرآن کریم نازل کرنے پر اکتفا نہیں کیا بلکہ اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو منتخب فرمایا تاکہ وہ قرآنی تعلیمات کا عملی نمونہ پیش کریں چنانچہ ارشاد خداوندی ہے۔ "لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ" یعنی "بے شک تمہاری رہنمائی کے لئے اللہ کے رسولؐ کی زندگی میں بہترین نمونہ ہے۔"

یہ بات کسی کو نہیں معلوم کہ مومن
قاری نظر آتا ہے حقیقت میں ہے قرآن (اقبالؒ)

باعث تخلیق کائنات فخر موجودات مظہر شان کبریا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان اقدس میں اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے۔ انک لعلی خلق عظیم یعنی "اے حبیبؐ! بے شک آپؐ اخلاق کے اعلیٰ ترین درجہ پر فائز ہیں" اور خود سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی بعثت کا مقصد بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے۔ "انما بعثت لاتمم مکارم الاخلاق" یعنی "میں اسی لئے بھیجا گیا ہوں کہ مکارم اخلاق کو درجہ کمال تک پہنچاؤں۔" چنانچہ صدق و صفا، جود و سخا، عدل و انصاف، شجاعت و استقامت حلم و کرم اور ایثار و احسان جیسے مکارم اخلاق کے ارفع و اعلیٰ مضامین اگر آپؐ کی مدح میں بیان کئے جائیں تو یہ بلاشبہ سنت الٰہیہ کے مطابق آپؐ کے اسوہ حسنہ کا بیان ہے۔ لیکن اس کے برعکس اگر کوئی صاحب مدحت ممدوح خدا میں اس طرح اظہار عقیدت فرمائیں :-

اس محسن اعظم کے یوں تو ----- ہزاروں احساں ہیں
قربان مگر اس احساں کے، احساں بھی کیا تو جتایا نہیں

تو یہ نعت کے بجائے مدحت مذموم ہوگی کیونکہ احسان جتانا رذائل اخلاق میں آتا ہے اور رذائل وہ اخلاق ذمیمہ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ ناپسند فرماتا ہے اور ان سے بچنے کا اس نے اپنے بندوں کو حکم دیا ہے بصورت دیگر وہ گناہ کے مرتکب ہوتے ہیں۔ ارشاد ربانی ہے۔ ترجمہ: "جو لوگ اپنا مال اللہ کی راہ

میں خرچ کرتے ہیں پھر اس کے بعد اس خرچ کا نہ کسی پر احسان رکھتے ہیں اور نہ احساس جتا کر کسی کو تکلیف دیتے ہیں۔ ان کا صلہ ان کے پروردگار کے پاس ہے۔ مومنو! اپنے صدقات احسان رکھنے اور ایذا دینے سے اس شخص کی طرح برباد نہ کردینا جو لوگوں کے دکھاوے کے لئے مال خرچ کرتا ہے اور خدا و روز قیامت پر ایمان نہیں رکھتا۔" (البقرہ ۲۶۳-۲۶۴) اسی طرح صاحب در مسور نے حدیث نقل کی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ "چند آدمی جنت میں داخل نہ ہوں گے۔ ان میں سے ایک وہ ہے جو اپنے دیئے ہوئے پر احسان جتائے۔"

قرآن وحدیث کی اس وعید سے قطع نظر اگر ایک معتدل مزاج عام انسان کے معیار پر بھی دیکھیں تو وہ احسان جتانا پسند نہیں کرتا روزمرہ کا مشاہدہ ہے کہ مذہبی مزاج نہ رکھنے والے مہذب افراد بھی حسن سلوک کے بعد شکریہ سننا پسند نہیں کرتے اور اگر کوئی ان کا شکریہ ادا کرتا ہے تو وہ یہی کہتے ہیں کہ "شکریہ کس بات کا یہ تو میرا فرض تھا"۔

یہ معیار سخاوت ہے حدود فہم سے بالا
وہ سب کچھ دے کے بھی احسان جتلایا نہیں کرتے

حالانکہ احسانؐ جتانے جیسے مذموم فعل کی ہم اپنے کسی شریف النفس دوست سے بھی توقع نہیں کرتے کجا یہ کہ (نعوذ باللہ) ذات رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں ایسی مذموم بات کہی جائے جبکہ حضورؐ کے جود و کرم کے بارے میں بیان کی صداقت ان اشعار میں پائی جاتی ہے۔

آتا ہے فقیروں پہ انہیں پیار کچھ ایسا
خود بھیک دیں اور خود کہیں منگتا کا بھلا ہو (مولانا حسن رضا خاںؒ)

اسی سخی کو زمانہ دعائیں دیتا ہے
جو بھیک دے کے گدا کو دعائیں دیتا ہے (حشمت یوسفی)

اب رہا "اس معیار سخاوت کا حدود فہم سے بالا ہونا" کہ آپ احسان جتلایا نہیں کرتے تو یہ مضمون نعت کے حوالے سے بے محل اور قابل گرفت ہے کیونکہ بقول امام بوصیری علیہ رحمۃ:

فان من جودک الدنیا وضرتها ومن علومک علم اللوح والقلم

"(یا رسول اللہؐ!) دنیا اور آخرت دونوں آپؐ کے جود و کرم کا مظہر ہیں اور لوح و قلم کا علم آپ کے علوم کا ایک حصہ ہے۔ یہ شعر قصیدہ بردہ شریف سے ماخوذ ہے جسے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پسندیدگی کا شرف حاصل ہے۔ چنانچہ آپ خود سوچئے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کے جو دوستا جیسے رفیع الشان مضمون کو "احسان جتلانے" جیسے گناہ سے اجتناب تک محدود کردینا کہاں کی مدحت سرائی ہے اور کیا واقعی یہ امت مسلمہ کے کسی مہذب وشائستہ فرد کے بھی شایان شان ہے۔؟ ہرگز نہیں کیونکہ اس گئے گزرے دور میں بھی احسان جتانے کو کم ظرفی سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

مکارم اخلاق میں عیب پوشی کی بھی بڑی فضیلت ہے اور اس کے برعکس کسی کی عیب جوئی یا رسوائی کرنا اخلاق ذمیمہ میں شامل ہے۔ ارشاد ربانی ہے کہ "(اے اہل ایمان!) ایک دوسرے کو پیٹھ پیچھے برا مت کہو۔ کیا تم میں سے کوئی شخص اس بات کو پسند کرتا ہے کہ مرے ہوئے بھائی کا گوشت کھائے۔" (الحجرات۔ ۱۲)

اسی طرح امام نسائی علیہ رحمتہ حضرت عتبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

نے ارشاد فرمایا کہ "جس شخص نے کسی کے عیب کو دیکھا اور اس کی پردہ پوشی کی اس نے گویا ایک زندہ درگور انسان کو زندہ کردیا" اور امام بخاری رحمتہ اللہ علیہ نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ سے روایت کی ہے کہ ــــــــ "رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اگر کوئی کراہت والی بات دیکھتے تو حیا اور کریم النفسی کے باعث اس شخص سے اس سلسلے میں گفتگو نہ فرماتے جب کوئی ناخوشگوار گفتگو آپؐ تک پہنچتی تو آپؐ نہ فرماتے کہ فلاں شخص کا کیا حال ہے جو یہ کہتا ہے' بلکہ یوں فرماتے کہ لوگوں کا کیا حال ہے جبکہ وہ ایسا کرتے ہیں یا کہتے ہیں۔ گویا اس ناپسندیدہ فعل سے منع فرمادیتے اور جس سے یہ فعل سرزد ہوا ہوتا اس کا نام تک ظاہر نہ فرماتے"

قرآن وحدیث کے مندرجہ بالا متن کے حوالے سے اگر اس شعر کو دیکھا جائے:۔

میں تو نادان تھا دانستہ بھی کیا کیا نہ کیا
لاج رکھ لی مرے لجپال نے' رسوانہ کیا

تو وہی بات نظر آتی ہے کہ (نعوذ باللہ) رسوا کرنے کے گناہ سے اجتناب کو بھی مدح کا پہلو سمجھ کر نعت میں شامل کیا گیا ہے۔ حالانکہ ہم اپنے کسی قریبی دوست سے بھی توقع نہیں رکھتے کہ وہ ہمیں رسوا کرے گا۔ شاعر محترم (اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرماکر ان کے درجات بلند فرمائے۔ آمین)' غالباً" یہ بیان کرنا چاہتے تھے کہ میرے لجپال نے میری لاج رکھ لی اور مجھے رسوا نہ ہونے دیا۔ اس طرح عیب پوشی کا وصف بیان ہوتا جس کی شاید ردیف اور قافیہ کی پابندی نے اجازت نہ دی اور عیب پوشی کا اعلیٰ وصف رسوا نہ کیا کہنے سے عیب جوئی جیسے گناہ سے اجتناب تک محدود ہو کر رہ گیا۔ ظاہر ہے کسی فعل قبیح سے اجتناب کو ہم جیسے سیاہ کاروں کے لئے تو قابل تعریف کہا جاسکتا ہے لیکن جس ذات والا صفات کی تشریف آوری کا مقصد ہی مکارم اخلاق کی تکمیل ہو اور جو ذات اقدس' "حسن الخلق خلق اللہ الاعظم" (طبرانی) (یعنی خوش خلقی اللہ تعالیٰ کا خلق عظیم ہے)' کا مظہر ہو اس کے

حوالے سے اس قسم کی گفتگو سوء ادب ہے۔ مشہور عربی قول ہے:۔

"حسنات الابرار سیئات المقربین۔ (فصوص الحکم)

یعنی "جو باتیں نیک لوگوں کی اچھائیوں میں شمار ہوتی ہیں' وہی مقربین (کے اعلیٰ مقام کی وجہ سے ان) کی کوتاہیوں میں شمار کی جاتی ہیں۔" لہٰذا گناہ سے اجتناب جیسے ہلکے مضامین کو نعت سرور کائنات کے موضوعات میں شامل کرنے سے احتیاط کرنا چاہیے کہ اس بارگاہ اقدس میں مدح کے بجائے یہ ذم کا پہلو شمار کیا جاتا ہے۔ شاعر موصوف کے مذکورہ شعر کے مقابلے میں اسی مضمون کو کسی اور صاحب نے دیکھئے کس کامیابی کے ساتھ مثبت انداز میں بیان کیا ہے۔

کبھی اس شخص کے عیبوں کا چرچا ہو نہیں سکتا
بھرم جس کا نبیؐ رکھیں وہ رسوا ہو نہیں سکتا

یہاں یہ وضاحت بھی بے محل نہ ہوگی کہ شریعت اسلامیہ میں بد عقیدہ عالم اور ظالم حکمران کے عیب بیان کرنا عیب جوئی میں شامل نہیں ہے جیسا کہ ہندہ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں عرض کیا "ابوسفیان بخیل آدمی ہے' مجھے اتنا نہیں دیتا جس سے کہ میرا اور میرے بچوں کا گزر ہوسکے۔ کیا میں اس کے مال سے اس کی بغیر اجازت لے سکتی ہوں۔؟" آپؐ نے فرمایا "لے سکتی ہو" (مسلم) اور امام احمد نے حدیث نقل کی ہے کہ "فاجر کی خرابیاں بیان کرو تاکہ لوگ اس سے بچتے رہیں" چنانچہ اگر کسی کا عیب جماعتی زندگی پر نقصان دہ صورت میں اثر انداز ہوتا ہو تو اس کا اظہار جائز بلکہ بعض حالات میں ضروری ہے۔

نکوئی باہداں کردن چنانست
کہ بد کردن بجائے نیک مرداں (شیخ سعدیؒ)

آپکی جلالت شان کے منافی :

اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو رعب اور غلبہ کے ساتھ منصب نبوت پر فائز کیا۔ آپؐ کا اسم مبارک "نبی الملحمہ" اسی لئے ہے کہ آپؐ قتال اور تلوار دیکر بھیجے گئے ہیں تاکہ کفر کی قوتوں کو مغلوب فرماکر رحمت خدا کو عام کریں چنانچہ آپؐ "قثم" ہیں یعنی "مجموعہ خیر وبرکت۔" اللہ تعالیٰ نے آپؐ کی پیغمبرانہ ذمہ داری کا تعین فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا "رسول کے ذمہ صرف (اللہ کے پیغام کو) پہنچا دینا ہے" (المائدہ۔ ۹۹) اس پیغام خداوندی کو اگر کوئی قبول نہ کرے تو پیغمبر خدا پر اس کی ذمہ داری نہیں جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے' "پھر خدا جسے چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے (ہدایت چھین لیتا ہے) اور جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے اور وہ غالب اور حکمت والا ہے۔"

(ابراہیم - ۴) رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی تبلیغی ذمہ داریوں کو جس عزم و حکمت اور ثابت قدمی کے ساتھ بدرجہ اتم پورا کیا۔ اس کی مثال تاریخ ادیان میں نہیں ملتی۔ اللہ تعالیٰ نے اس پر اپنی رضا و خوشنودی کا اظہار فرمایا اور حجتہ الوداع کے موقع پر صحابہ کرامؓ کے انبوہ کثیر نے اس کی گواہی دی۔ اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو مقام محمود پر فائز کرنے کا وعدہ فرمایا اور آپؐ کی خاطر آپ کے ذکر کو بلند فرمایا۔

سورہ توبہ میں ارشاد خداوندی ہے "(لوگو) تمہارے پاس تم ہی میں سے ایک رسول آئے ہیں تمہاری تکلیف ان کو گراں معلوم ہوتی ہے اور وہ تمہاری بھلائی کے بہت خواہش مند ہیں اور مومنوں پر نہایت شفقت کرنے والے اور مہربان ہیں" اب اس شفقت و مہربانی کا اگر یہ مطلب لیا جائے کہ آپؐ (نعوذ باللہ) امت کے گناہوں سے شرمندہ ہیں۔ جیساکہ ان اشعار میں لغزش نظر آتی ہے۔۔۔

اپنی غفلت کا یہ عالم اور یہ شفقت آپکی
جرم ہم سے ہو رہے ہیں اور شرمندہ ہیں آپؐ
الٰہی کتنا خوش کن ہے یہ انداز کرم ان کا
گنہ ہوتا ہے مجھ سے اور وہ شرمائے جاتے ہیں

تو یہ انداز بیان قرآن و سنت کے خلاف اور آپؐ کی جلالت شان کے منافی ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ازروئے قرآن اپنی امت کے حق میں شفیق و مہربان ہیں تو اس کا مطلب یہ نہیں کہ امت کا کوئی فرد گناہ کرتا ہے تو اس سے آپؐ کو (نعوذ باللہ) شرمندگی ہوتی ہے بلکہ حقیقت یہ ہے کہ آپؐ کو اس سے تکلیف ہوتی ہے۔ اس کے باوجود آپؐ اپنے کرم و التفاف سے ان کو گمراہی اور ضلالت سے نکالنے کی سعی فرماتے ہیں جیساکہ سورہ احزاب میں ارشاد ہوتا ہے "بے شک اس میں نبی کو ایذا ہوئی تھی پھر بھی وہ تمہارا لحاظ فرماتے تھے"۔ اس کے علاوہ بہت سی ایسی باتیں جو دربار رسالتؐ میں ناپسند ہوں اور کوئی شخص اس کا پاس نہ رکھے تو ایسے شخص سے آپؐ نے برات کا اظہار فرمایا ہے۔ مثلاً "طبری نے ابن نجیح رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ قول رسولؐ ہے "جو شخص اس قدر تونگر ہو کہ وہ شادی کر سکے اور پھر وہ شادی نہ کرے تو وہ ہماری امت میں نہیں۔" اسی مضمون کی ایک حدیث ۔۔ نکاح میں عام طور پر پڑھی جاتی ہے کہ "النکاح من سنتی فمن رغب عن سنتی فلیس منی یعنی "نکاح میری سنت ہے پس جو شخص اس سنت سے روگرانی کرے اس کا مجھ سے کوئی تعلق نہیں۔" اسی طرح ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ "جو آدمی گمراہی کا نشان بلند کرتا ہے یا مفید علم کو چھپاتا ہے یا کسی ظالم کی مدد کرتا ہے وہ اسلام سے بری ہے" (ابن ماجہ)۔ امام بخاری نے ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ "حضور اکرم صلی اللہ وآلہ وسلم نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ کو بنی جذیمہ کی طرف بھیجا۔ انہوں نے انہیں

اسلام کی دعوت دی لیکن وہ لوگ صحیح طور پر نہ کہہ سکے کہ "ہم اسلام لائے" بلکہ وہ کہنے لگے کہ ہم صابی ہو گئے (گذشتہ دین سے نکل گئے) اس پر حضرت خالد نے انہیں قتل کرنا اور قیدی بنانا شروع کر دیا اور ہم میں ہر ایک کا اسیر اس کے حوالے کر دیا۔ میں نے کہا کہ "بخدا میں تو اپنے اسیر کو قتل نہیں کروں گا اور نہ میرا کوئی ساتھی ایسا کرے گا۔" آخر ہم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سارا حال کہہ سنایا۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دو بار اپنے دست مبارک کو اٹھا اٹھا کر فرمایا "اے اللہ! خالد نے جو کچھ کیا میں اس سے بری ہوں۔" (نعوذ باللہ یہ نہیں فرمایا کہ میں اس پر شرمندہ ہوں)

مندرجہ بالا قرآنی آیت اور احادیث سے یہ واضح ہوتا ہے کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ تعالیٰ کے حکم سے مختار کائنات ہیں۔ جو شخص گناہوں پر اظہار ندامت کرتا ہے آپؐ اسے معاف فرمانے کا اختیار رکھتے ہیں۔ جو شخص وعید کے باوجود غفلت اور لاپرواہی سے کام لیتا ہے آپؐ اسے دائرہ اسلام سے نکال دینے کا اختیار رکھتے ہیں اور جس شخص کو آپؐ سے محبت بھی ہے اور اس سے گناہ بھی سرزد ہو جاتا ہے تو آپ اسے محبوب رکھنے کے باوجود دنیا میں سزا بھی دیتے ہیں جیسا کے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ عہد رسالتؐ میں ایک شخص کا نام عبداللہ اور لقب حمار تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو (اپنی باتوں سے) ہنسایا کرتا تھا۔ آپؐ نے شراب نوشی کی وجہ سے اسے کوڑے لگوائے تھے۔ ایک دن وہ پھر نشے میں لایا گیا۔ آپؐ نے اسے کوڑے لگانے کا حکم دیا۔ چنانچہ اسے پھر کوڑے لگائے گئے۔ اصحاب میں سے ایک شخص نے کہا اس پر اللہ کی لعنت ہو۔ کتنے نشے میں آیا ہے۔ آپؐ نے فرمایا "اس پر لعنت نہ کرو۔ خدا کی قسم! میں جانتا ہوں کہ یہ اللہ اور رسولؐ سے محبت رکھتا ہے۔" (بخاری شریف)۔

ان نصوص شریعہ سے قطع نظر اگر کسی شخص سے خدانخواستہ جرم سرزد ہو رہے ہوں یا ارتکاب گناہ سے اس کے بزرگ اور افراد خانہ شرمندہ ہو رہے ہوں تو اس تکلیف دہ صورتحال کو کس زاویہ سے "خوش کن" کہا جا سکتا ہے؟ کجا یہ کہ کسی شخص کے ارتکاب گناہ سے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایذا پہنچتی ہو یا (اللہ کی پناہ) اس کے ارتکاب گناہ سے بالفرض محال محبوب کردگار (فداہ امی وابی) شرمائے جاتے ہوں تو اس روح فرسا و جاں سوز حالت کو کیا کوئی عقل سلیم اور عشق صادق رکھنے والا امتی "خوش کن" کہہ سکتا ہے؟

اسی سلسلے کا ایک اور شعر ملاحظہ فرمایئے

ہمارے جرم پر ان کو ندامت !
وگرنہ ان کے ماتھے پر پسینہ

(معاذ اللہ) "جس کے ماتھے شفاعت کا سہرا رہا" اس جبین سعادت پر شدت ندامت سے پسینہ

آجاتا اس تصور (IMAGINATION) سے تو سخت سے سخت دل عصیاں شعار مسلمان بھی کانپ اٹھے گا اور سورہ الناس پڑھ کر بارگاہ غفور الرحیم میں معافی کا خواستگار ہو گا۔ اللہ کی پناہ وہ ذات اقدس جس کی شفاعت صرف امت مسلمہ تک محدود نہیں' جو شفیع الامم ہو اور رب صادق الوعد نے جسے مقام محمود پر فائز کرنے کا وعدہ فرمایا ہو۔ اس کے متعلق نعوذ باللہ ایسا گمان رکھنا کہ صرف ایک امتی کے فرد جرم سے گھبرا کر اس کی جبین مبارک عرق آلود ہو جائے۔ یہ بات تو دیگر اولوالعزم انبیاء کرام علیہم السلام کی شان کے بھی منافی ہے۔ کجا یہ کہ ایسے فروتر مضمون کو امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدحت سے تعبیر کیا جائے۔ (العیاذ باللہ)

الغرض ان اشعار کی خواہ کتنی ہی تاویلیں تراش لی جائیں' بہرحال نصوص صریحہ سے یہ بات ثابت ہے کہ ایسے عامیانہ مضامین کو نعت سرکار دو عالم صلی علیہ وسلم اللہ کی رفعت شان سے کوئی

نسبت نہیں اور یہ قابل مواخذہ بھی ہیں۔

احساس عصیاں کے زیر اثر کہے جانے والے اشعار کی یہ بہتر مثال ہے۔ مندرجہ ذیل اشعار احساس عصیاں کے تحت کہے جانے والے کلام کی بہتر مثال ہیں۔

چشم رحمت برکشا موئے سفید من نگر
گرچہ از شرمندگی روئے سیاہ آوردہ ام
(مولانا جامی علیہ الرحمہ)

آپؐ کا سایہ رحمت ہے گناہ گاروں پر
میں بھی ہوں اپنے گناہوں پہ پشیماں آقاؐ
(حنیف اسعدی)

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی غلامی کا شرف حاصل ہونے کے باوجود جرم و خطا سرزد ہو جانے پر ندامت اور شرمندگی کا لطیف احساس علامہ اقبالؒ کے ان اشعار میں بھی ملاحظہ کیا جا سکتا ہے۔

تو غنی از ہر دو عالم من فقیر
روز محشر عذر ہائے من پذیر
ور حسابم را تو بینی ناگزیر
از نگاہ مصطفیٰ پنہاں بگیر

(علامہ اقبالؒ)

یعنی اے اللہ! تیری ذات اقدس تو دنیا و آخرت سے بے نیاز ہے اور میں ایک بندہ محتاج ہوں۔ روز محشر میرے عذر کو شرف قبولیت عطا فرما۔ اے اللہ اگر میرے نامہ اعمال کو دیکھنا ضروری ہے (تو

خود دیکھ لے) لیکن اے میرے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہوں سے پوشیدہ رہنے دیجئے۔ اسی طرح حاجی امداد اللہ تھانوی مہاجر مکی علیہ الرحمۃ کا یہ شعر بھی قابل تحسین ہے۔

کیا ڈر ہے اس کو لشکر عصیان و جرم سے
تم سا شفیع ہو جس کا مددگار یا رسولؐ

آپؐ پر خواب غفلت کا گمان :

اب ذرا ان اشعار کا جائزہ لیجئے جن میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات اقدس (نعوذ باللہ) نیند کی غفلت کے غلبہ کی وجہ سے امت کے حال سے بے خبر اور بے پرواہ ہونے کا گمان ظاہر کیا گیا ہے۔

جاگ او یثرب کی میٹھی نیند کے ماتے کہ آج
لٹ رہا ہے آنکھوں آنکھوں میں تری امت کا راج

بزم ہستی میں ہے ہنگامہ محشر بپا
اب تو ہو خواب سے بیدار مسیحائے مجاز

سرکار نیند کب تک للہ جلد اٹھئے
امت کا دم رکا ہے گویا لبوں پہ آکر

کھڑے ہیں دیر سے در پہ سلامی
قم قم یا حبیبی کم تنامی

(پس اے حبیب اٹھئے کتنا سوئیں گے)

یہاں پہلے اس بات پہ توجہ دلانا مقصود ہے کہ ان اشعار میں طرز خطاب بارگاہ رسالتؐ میں گستاخی کے مترادف ہے جیسا کہ ارشاد ربانی ہے "اے ایمان والو! اپنی آوازیں نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی آواز سے بلند نہ کرو اور نہ ان سے اونچی آواز میں بات کرو جیسے کہ آپس میں ایک دوسرے کو پکارتے ہو۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ تمہارے اعمال اکارت جائیں اور تمہیں خبر بھی نہ ہو۔ (دوسری جگہ ارشاد ہے) "بے شک جو لوگ پکارتے ہیں آپؐ کو حجروں کے باہر سے ان میں سے اکثر نا سمجھ ہیں اور اگر وہ صبر کرتے یہاں تک کہ آپؐ تشریف لاتے ان کے پاس تو یہ ان کے لئے بہت بہتر ہوتا"۔

(سورہ حجرات)

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی حیات ظاہری میں (جبکہ بشریت کے تقاضے بھی پورے فرماتے تھے) اس طرح سوتے تھے کہ آپؐ کا قلب اطہر بیدار رہتا تھا جیسا کہ حدیث شریف ہے۔

"تنام عینی ولا ینام قلبی" یعنی "میری آنکھیں سوتی ہیں اور میرا قلب نہیں سوتا" (مدارج نبوت)۔ اس مضمون کو امام بوصیری رحمتہ اللہ علیہ نے "قصیدہ بردہ شریف" میں یوں بیان کیا ہے۔

لا تنکر الوحی من رؤیاہ ان لہ   قلباً" اذا نامت العینان لم ینم"

یعنی "آپؐ پر رویائے صادقہ کے ذریعہ جو وحی آئی تھی اس کا انکار نہ کرو کیونکہ آپؐ کا قلب اطہر ایسا تھا کہ جب آنکھیں سوتی تھیں تو وہ نہ سوتا تھا۔ تو جب آپؐ قبر انور میں ہمہ وقت اپنی امت پر ملتفت ہیں تو ایسی حالت میں آپؐ پر نیند کا گمان کیونکر درست ہوگا اور بالفرض محال اگر آپؐ محو خواب ہوتے تو یہ کہنا کہ "سرکار نیند کب تک یا اے حبیبؐ اٹھئے کب تک سوتے رہیں گے" کیا بارگاہ اقدس میں از روئے قرآن گستاخی نہیں ہے؟ کیا اس انداز بیان کو مدحت سے تعبیر کیا جاسکتا ہے؟

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمتہ اللہ علیہ اپنی شہرہ آفاق کتاب "فیوض الحرمین" میں راز افشا فرماتے ہیں۔ "جس وقت میں مدینہ منورہ حاضر ہوا اور روضہ اقدس کی زیارت سے مشرف ہوا تو میں نے روح مبارک و مقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ظاہر اور سامنے دیکھا نہ صرف عالم ارواح میں بلکہ عالم مثال میں ان آنکھوں سے قریب تو میں سمجھ گیا کہ یہ جو عوام میں مشہور ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نمازوں میں تشریف لاتے ہیں اور لوگوں کی امامت فرماتے ہیں وغیر ذالک۔'
لہٰذا تو ان مشہورات عوام کی تحقیر نہ کر۔۔۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مخلوق خدا کی جانب ہمہ وقت متوجہ ہیں اور ان کی طرف رخ انور کئے ہوئے ہیں"۔ (فیوض الحرمین باب مشاہد اجمالی)
تفسیر "ضیاء القرآن" میں لکھا ہے کہ مصر کے مشہور ولی کامل حضرت سید احمد رفاعی رحمتہ اللہ علیہ جب روضہ اقدس پر حاضر ہوئے تو بعد ادب و نیاز عرض کی الصلوٰۃ والسلام علیک یا جدی۔ یعنی اے میرے نانا جان آپ پر صلوٰۃ و سلام ہو۔ روضہ اقدس سے جواب آیا "وعلیکم السلام یا ولدی (اے میرے بیٹے تجھ پر بھی سلام) یہ سن کر آپ پر وجد کی کیفیت طاری ہو گئی اور فی البدیہہ یہ رباعی عرض کی

ترجمہ:- "جب میرا جسد خاکی یہاں سے دور تھا تو میں آستانہ بوسی کے لئے اپنی روح بھیجا کرتا تھا اور اب تو میں خود بارگاہ اقدس میں حاضر ہوں۔ دست مبارک نکالئے تاکہ میں بوسہ دیکر دل کی حسرت پوری کرسکوں۔

(قبر انور سے) دست مبارک باہر آیا جس کو آپ نے بوسہ دیا۔ ہزارہا لوگوں نے اس منظر کو دیکھا۔ اس موقعہ کو دیگر علماء کے علاوہ سیوطی نے "شرح الصدور" میں اور مولانا اشرف علی تھانوی صاحب نے اپنے رسائل میں بیان کیا ہے۔

اولیاء کرام کے ان مشاہدات کی روشنی میں ہمیں یہ بھی سمجھنا چاہیے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو غیب کے علم سے آراستہ کیا ہے جیسا کہ قرآن کریم میں ارشاد ہے "اللہ تعالیٰ اپنے رسولوں میں سے جن کو چن لیتا ہے ان کو غیب کی باتوں سے آگاہ کر دیتا ہے" (سورہ العمرن۔ آیت) اسی طرح (سورہ جن) ارشاد ربانی ہے "اللہ تعالیٰ اپنے غیب پر کسی کو مطلع نہیں کرتا مگر رسولوں میں سے جن کو چاہتا ہے انہیں مطلع کر دیتا ہے" اب دیکھئے اللہ تعالیٰ رسولوں میں جن کو چن لیتا ہے انہیں علم غیب سے مطلع فرما دیتا ہے چنانچہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم "مجتبیٰ" (یعنی انتخاب کئے ہوئے) ہیں لہٰذا علم غیب پر مطلع ہیں اور امت کے تمام احوال سے باخبر ہیں اور اس پر احادیث کے شواہد بھی موجود ہیں منجملہ ان احادیث کے ایک حدیث حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔ انہوں نے کہا کہ "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز فجر پڑھائی اور منبر پر جلوہ افروز ہو کر خطبہ دیا یہاں تک کہ ظہر کا وقت ہو گیا۔ پھر منبر سے اتر آئے آپ نے ظہر کی نماز پڑھائی اور منبر پر جا کر خطبہ دیا۔ یہاں تک کہ عصر کا وقت ہو گیا۔ پھر عصر کی نماز پڑھائی اور منبر پر جلوہ افروز ہو کر خطبہ دیا یہاں تک کہ آفتاب غروب ہو گیا۔ آپؐ نے ان خطبوں میں ان تمام باتوں کو بیان فرما دیا جو پہلے ہو چکی تھیں یا آئندہ ہونے والی تھیں۔ ہم میں سے زیادہ حافظہ والا ان باتوں کو جاننے والا ہے۔ (مسلم شریف)
مذکورہ بالا قرآن و حدیث اور مشاہدات اولیاء پر مبنی شواہد سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ واقف اسرار کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو امت کے حال سے بے خبر سمجھنا سخت لاعلمی اور بدعقیدگی ہے اور آپؐ کو عام انسانوں کی طرح مخاطب کرنا منشائے ربانی کے خلاف ہے جس سے تمام اعمال کے برباد ہو جانے کا اندیشہ ہے۔ لہٰذا اس قسم کے مضامین سے نعت میں اجتناب کرنا چاہیے۔

کون کس حال میں ہے کیا انہیں معلوم نہیں ؟
یہ تو ہم جیسے گنہ گار سمجھ لیتے ہیں   (مظہر کامل)

علم رسولؐ کے خلاف :

سورہ الفرقان کی آیت میں اللہ تعالیٰ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو صفت خبیر سے متصف فرمایا ہے۔ اس آیت کی تفسیر میں علامہ شبیر احمد عثمانی لکھتے ہیں "اپنی شیئون و کمالات کا پوری طرح جاننے والا تو خدا ہی ہے لیکن مخلوق میں سب سے بڑے جاننے والے (واقف حال) حضرت محمد

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ جن کی ذات گرامی میں اللہ تعالیٰ نے اولین و آخرین کے تمام علوم جمع کر دیئے ہیں (تفسیر عثمانی)۔ قاضی عیاض علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں کہ اس آیت میں فخر عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خبیر قرار دیا گیا ہے (کتاب الشفاء)۔

اب ایک انعام یافتہ نعتیہ مجموعہ میں شامل اس شعر کو دیکھئے:۔

جانے کب ہوں گے آپ پر روشن
میرے حالات سید السادات

یعنی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اولین و آخرین کے علوم کے تو جاننے والے ہیں لیکن شاعر محترم کے حالات ابھی (نعوذ باللہ) آپ پر روشن نہیں ہوئے ہیں۔ یہ بیان کا مذکورہ انداز ہے۔ ادب کا تقاضہ ہے کہ گردش حالات کے مارے بارگاہ رحمت للعالمینؐ میں نہایت عجز و انکسار اور یقین کرم کے ساتھ استغاثہ پیش کریں۔ مثلاً"

نبی کے در پر سوال کرنا خلاف حد ادب ہے آقاؐ
تجھے خبر ہے، تجھے پتہ ہے جو حال تیرے سعید کا ہے (سعید وارثی)

حضورؐ کی شان اکملیت اور اس کے منافی بیان :

قرآن کریم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ "لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم" یعنی "ہم نے انسان کو بہتر انداز ے پر تخلیق کیا" (سورہ التین) اور اس کی تشریح اس حدیث شریف سے ہوتی ہے۔ (صحیح مسلم) یعنی "اللہ تعالیٰ نے آدمؑ کو اپنی (پسندیدہ) صورت پر تخلیق کیا۔" چنانچہ شیخ احمد سرہندی حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ "حقیقت محمدیہ" کے عنوان سے تشریح فرماتے ہیں کہ " ذات کی تجلی سے مراد ذات کا ظہور ہے اور کسی چیز کا ظہور بغیر تعین و تمیز ہونے کے ناممکن ہے اور یہ تعین اول ہی ہے جو تمام تعینات میں سب سے وسیع تر اور عظیم تر ہوتا ہے۔ اس کو "وحدت" کہتے ہیں اور وہ اسم جو آں سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مبداء تعین ہے

وہ یہی وحدت ہے۔ لہٰذا تجلی ذات حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خصوصی امتیاز ہوگی اور یہ بات کہ تجلی ذات اسی اسم کے پردے میں ہوا کرتی ہے جو صاحب تجلی کا مبداء تعین ہوا کرتا ہے۔

رخ پاک ہے پر تو نور یزداں
جمال خدا ہے جمال محمدؐ (حضرت ستار وارثیؒ)

لہٰذا حقیقت محمدی کل ہوگی اور باقی موجودات کے حقائق اس کے اجزاء ہوں گے۔ (مواہب لدنیہ)

سیدنا غوث پاک شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

وکل ولی لہ قدم وانی
علی قدم النبی بدر الکمال

ترجمہ: "ہر ولی کے لئے ایک قدم یعنی مرتبہ ہے اور میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قدم مبارک پر ہوں جو (آسمان کمال کے) بدر کامل ہیں۔"

ان تمام نصوص و براہین کی روشنی میں یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ محبوب کردگار، شافع روز شمار، صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ تبارک و تعالیٰ کی صفت خلاقیت کا شاہکار ہیں اور جلوہ ذات وصفات کے مظہر کامل ہیں۔ علامہ محمود آلوسی بغدادی علیہ رحمۃ تفسیر "روح المعانی" میں رقم طراز ہیں کہ "کسی نبی کو جو معجزہ عطا ہوا وہ معجزہ اللہ تعالیٰ نے بمعہ اضافہ اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھی مرحمت فرمایا اور سارے جہانوں میں نور کی کوئی کرن جو کہیں چمک رہی ہے وہ آفتاب محمدیؐ کا صدقہ ہے۔" جیسا کہ امام بوصیری علیہ رحمۃ فرماتے ہیں:۔

وکل ای اتی الرسل الکرام بہا
فانما اتصلت من نورہ بہم

یعنی "اللہ تعالیٰ کے معزز و مکرم رسولوں کو جو معجزہ بھی ملا ہے وہ درحقیقت آپ کے نور کا فیضان ہے۔"

حسن یوسفؑ دم عیسیٰؑ یدبیضاداری
آنچہ خوباں ہمہ دارند، تو تنہا داری

آپکیؐ شان اکملیت پر اس مختصر سے بیان کے بعد اب اس شعر کا جائزہ لیتے ہیں۔

دیکھنا رنگ شفاعت حشر میں اب دیکھنا
آگئے ہیں مصطفیٰ خود ہی سنور کر سامنے

تو یہ مضمون آپکی شان اقدس کے منافی ہے کیونکہ جس چیز میں بگاڑ ہو یا کوئی خامی رہ گئی ہو اسی چیز میں سنورنے کی گنجائش ہوتی ہے جبکہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی تمام صفات میں درجہ کمال پر فائز ہیں۔

وہ کمال حسن حضورؐ ہے کہ گمان نقص جہاں نہیں
یہی پھول خار سے دور ہے یہی شمع ہے کہ دھواں نہیں (احمد رضا خاں بریلویؒ)
جو کمال ہے تری ذات میں وہی انتہائے کمال ہے
تو وہاں ہے تیرے لئے جہاں نہ عروج ہے نہ زوال ہے (صغیر عبرت)

شان اقدس کے منافی ایک اور شعر دیکھئے:۔

رخ حبیب خدا ہو مرے تصور میں
اور اس پہ گیسوئے خم دار ہو تو کیا کہنا

گویا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا چہرہ اقدس شاعر صاحب کے تصور میں ہو تو نعوذ باللہ یہ کوئی بڑی بات نہیں جب تک چہرہ اقدس پہ گیسوئے خم دار نہ ہوں۔ اول تو یہ بات چہرہ اقدس کے جمال اتم کی شان کے منافی ہے کیونکہ اس طرح چہرہ اقدس کے جمال میں "گیسوئے خم دار" کی کمی کا تصور ابھرتا ہے۔ دوسرے یہ کہ یہ حقیقت کے بھی خلاف ہے۔ آپ کے شمائل مبارک کے حوالے سے کہیں بھی یہ بات مذکور نہیں کہ آپ کے روئے تاباں پہ گیسوئے مبارک پڑے ہوئے تھے۔ آپ کا تو یہ واضح حکم ہے کہ اپنے بالوں کو سنوارو کہ یہ کسی مجازی محبوب کی طرح (نعوذ باللہ) آپ کے گیسوئے مبارک چہرہ اقدس سے ہم کنار ہوں۔ اس کے برخلاف یہ صرف ایک لطیف احساس کی بات ہے کہ کسی شاعر نے اپنے محبوب مجازی کی تعریف میں بھی یہ شرط روا نہیں رکھی اور اپنے محبوب کا سراپا اس طرح بیان کیا ہے۔

سراپا پہ جس جا نظر کیجئے
وہیں زندگانی بسر کیجئے

لہٰذا اول الذکر شعر میں معنوی سقم پایا جاتا ہے جو حسن مکمل صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان کے منافی ہے ایک اور صاحب اسم سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھی اس طرح (نعوذ باللہ) تشنہ کمال سمجھتے ہوئے مزید نکھار کا گمان رکھتے ہیں۔

اسم سرکار دو عالم کی جلا اور سہی
ورق نعت پہ اک نام خدا اور سہی

ان کے علم میں شاید یہ بات نہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اسم ذات "محمد" اور دیگر صفاتی نام اسمائے الٰہی سے مشتق ہیں اور اللہ تعالیٰ نے اپنے بیشتر اسمائے صفات سے اپنے حبیب پاک کو موصوف فرمایا ہے۔ مثلاً" روف، رحیم، رشید، ھادی، ناصر، قائم، حافظ، شہید، حکیم، نور، مومن، عزیز، غنی، جواد، خبیر، عالم، اول، آخر، ظاہر، باطن، شکور، قریب، مجیب، کریم، حبیب، جمیل، وغیرہ۔ لہٰذا "ورق نعت پہ اک نام خدا اور سہی" کہنے سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اسمائے مبارک سے شاعر کی لاعلمی ظاہر ہوتی ہے اور اسم سرکار دو عالم کی جلا اور سہی کہنا کمال بے ادبی ہے۔ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اسمائے صفات کے حوالے سے مولوی عزیز الحق عزیز کا یہ شعر بہت خوبصورت ہے:۔

روف رحیم غنی کریم
سبھی کچھ ہیں بس وہ خدا ہی نہیں ہیں

آپ کے عزم و ثبات کے منافی :

ابتدائے وحی کے زمانے میں اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پیغام دیا" بیشک ہم القا کریں گے آپ پر ایک بھاری کلام" (سورہ مزمل) پھر بتدریج نزول قرآن ہوتا رہا اور ہادی ثقلین علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنی پیغمبرانہ ذمہ داریاں کمال ثبات و استقلال کے ساتھ انجام دیتے رہے۔ احکام الٰہی کی تبلیغ میں سختیوں اور نزول قرآن کے ثقل کو آپ نے جس استقامت سے برداشت کیا اس کا اندازہ اس آیت سے ہوتا ہے:"اگر ہم نے اتارا ہوتا اس قرآن کو کسی پہاڑ پر تو اے حبیبؐ آپ دیکھتے کہ وہ جھک جاتا اور اللہ تعالیٰ کے خوف سے ریزہ ریزہ ہو جاتا اور یہ مثالیں ہم اس لئے بیان کرتے ہیں تاکہ وہ غور و فکر کریں" (سورہ حشر)۔ چنانچہ آپ نے خدا کی راہ میں فرض منصبی کی انجام دہی کا وہ بوجھ برداشت کیا جس کو اٹھانے کے پہاڑ بھی متحمل نہیں ہو سکتے۔ یہ آپ کی جسمانی و روحانی قوت، شجاعت اور اولوالعزمی کا بین ثبوت ہے اسی حوالے سے مولانا احمد رضا خاں علیہ رحمتہ فرماتے ہیں:

جس کو بار دو عالم کی پرواہ نہیں
ایسے بازو کی قوت پہ لاکھوں سلام

اور جس کو بار دو عالم کی پرواہ نہیں اس اشجع الاشجعین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کس بے

احتیاطی کے ساتھ نزاکت کو منسوب کرنے کی لغزش اس شعر میں نظر آتی ہے۔ دیکھئے:

بوجھ سائے کا بھی اٹھا نہ سکی
دیکھئے طبع نازنین حبیبؐ

پہلی خلاف حقیقت بات تو اس شعر میں یہ ہے کہ سایہ ہمیشہ قدموں میں ہوتا ہے۔ لہٰذا یہ بوجھ نہیں بن سکتا۔ دوسری بات یہ کہ نعت نگاری جیسے مقدس فن میں اس قسم کے عامیانہ مضامین کا استعمال قطعی بے محل ہے اور (اللہ کی پناہ) یہ ایسا ہی بیان ہے جیسے کسی شاعر نے اپنے محبوب مجازی کی نزاکت کو غالباً" اس طرح بیان کیا ہے۔

پھر نہ اٹھا دوش نازک پہ دوپٹہ بوجھ سے
کل جو رنگنے میں ذرا گہرا گلابی ہوگیا

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سراپائے مبارک کا سایہ نہ تھا۔ اس وصف مبارک کو بہت سے شعرائے کرام نظم کرتے آئے ہیں اور نظم کرتے رہیں گے، لیکن سایہ نہ ہونے کی خصوصیت کو اس طرح بیان کرنا کہ (نعوذ باللہ) آپکی طبع مبارک اتنی نازک تھی کہ آپ کی اولوالعزمی و شجاعت کے قطعی منافی ہے۔ لہٰذا ہمیں یہ حقیقت پیش نظر رکھنی چاہیے کہ نعت نگاری ایسی صنف سخن نہیں ہے جس میں ہر کس و ناکس آپ کی ذات اقدس کے شیون و فضائل اور کمالات و خصائص سے بے خبر رہتے ہوئے صرف تخیل کے گھوڑے پر سوار ہوکر خود کو مرد میدان سمجھ بیٹھے۔ یہ کسی مجازی محبوب یا گل و بلبل کی داستان نہیں ہیں کہ پروانہ تخیل اور طبیعت کی روانی کے سہارے جس نے چاہا جیسا نقشہ کھینچ دیا اور داد سخن حاصل کرلی یہ اس محبوب خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اوصاف حمیدہ کا بیان ہے کہ جس کے حضور بڑے سے بڑے فصیح البیان شاعر کو احساس عجز کے ساتھ یہ کہنا پڑتا ہے:

ہزار بار بشویم دہن زمشک وگلاب
ہنوز نام تو گفتن کمال بے ادبی است

شان کرم کے بارے میں بے یقینی :

ایمان کی اصل روح اعتقاد و یقین ہے اور کسی شخص کے مومن ہونے کے لئے ضروری ہے کہ ان تمام باتوں کو حق مان کر قبول کرے جو رسولوں کے ذریعہ منجانب اللہ تعالیٰ تعلیم کی جاتی ہیں۔ ارشاد باری ہے "لا یخلف اللہ المیعاد" (الزمر) یعنی "اللہ تعالیٰ اپنے وعدے کے خلاف نہیں کرتا" اسی

سورہ مبارک میں ارشاد ہوتا ہے (اے نبیؐ) آپ فرما دیجئے کہ "اے میرے بندو! جنہوں نے (گناہوں کے ذریعہ) اپنی جانوں پر ظلم کیا، اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس نہ ہونا۔ بے شک اللہ تعالیٰ سب گناہ معاف فرما دیتا ہے۔ بیشک وہ معاف کرنے والا اور رحم فرمانے والا ہے"۔ چنانچہ ہمیں اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس ہونے کے بجائے اس کی رحمت پر کامل بھروسہ رکھنا چاہیے اور اپنے گناہوں پر توبہ واستغفار کرتے رہنا چاہیے۔ یہی اس آیت کا مفہوم ہے۔ قرآن کریم کی آیات پر یقین رکھنے والوں کے لئے یہ خوشخبری ہے۔ "(اے نبیؐ) جب آپ کے پاس ہمارے وہ بندے آئیں جو ہماری آیتوں پر ایمان رکھتے ہیں تو آپ ان سے فرمایئے کہ تم پر سلامتی ہو۔ تمہارے رب نے اپنی ذات پر رحمت کرنا لازم کرلیا ہے کہ جو تم میں سے نادانی سے برائی کا ارتکاب کرے پھر اسکے بعد توبہ کرے اور اپنے عمل کی اصلاح کرے تو جان لے کہ اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہے۔" (الانعام)۔ اس کے علاوہ اللہ تعالیٰ کی رحمت و مغفرت کے بارے میں بکثرت احادیث ہیں۔ ایک حدیث یہ ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ نے فرمایا "قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اگر تم اتنی غلطیاں کرو جو زمین و آسمان تک بھر جائیں۔ پھر اللہ تعالیٰ سے استغفار کرو وہ تمہاری مغفرت فرمائے گا۔" (شرح اسماء الحسنیٰ۔ تاج کمپنی) ہمارا یہ ایمان ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شفیع المذنبین ہیں، شافع محشر ہیں، رحمت للعلمین ہیں اور اپنی امت کے حق میں بہت ہی زیادہ (حریص) شفیق و مہربان ہیں۔ اس کے باوجود اگر امت مسلمہ کا کوئی فرد یہ کہے:

مجھ سا عاصی اور ان کی چشم کرم
ہائے کس طرح سے یقیں آئے؟

یا

اے رحمت تمام مجھے یہ خبر نہ تھی
حصہ مرا بھی ہے کرم بے حساب میں

تو اس سلسلے میں "ہائے کس طرح سے یقین آئے" کا جواب اس کے سوا اور کیا ہوسکتا ہے کہ شاعر محترم قرآن کریم کا بہ نظر غائر مطالعہ فرمائیں جس کی ابتداء ہی اس یقین دہانی کے ساتھ ہوتی ہے کہ یہ وہ کتاب ہے جس میں شک و شبہ اور وہم گمان کی کوئی گنجائش نہیں۔ یہ کتاب ان لوگوں کے لئے ہدایت کا سامان ہے جو (ہر قسم کے شکوک و شبہات سے اجتناب کرتے ہوئے) غیب پر ایمان لاتے ہیں اسی کتاب مقدس کی سورہ حجرات میں تنبیہہ کی گئی ہے کہ "اے اہل ایمان! بکثرت بدگمانیوں سے دور رہا کرو۔ بلا شبہ بعض بدگمانیاں گناہ ہیں" ان آیات کی روشنی میں حکم شرعی یہ وضع کیا گیا ہے کہ جس مومن کا ظاہر اچھا ہو اس کے ساتھ حسن ظن رکھنا مستحب ہے جبکہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے ساتھ حسن ظن واجب ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے

کہ فخر موجودات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ نیک گمان کرنا عبادت میں داخل ہے۔ (ابوداؤد) البتہ جس شخص کا ظاہری حال مشکوک ہو اس کے متعلق سوء ظن مباح ہے۔ (تفسیر ضیاء القرآن)۔

رہی یہ بات کہ مجھے یہ خبر نہ تھی کہ "حصہ میرا بھی ہے کرم بے حساب میں" تو بظاہر اس کی وجہ بھی قرآن وحدیث اور سیرت طیبہ کے مطالعہ سے لاعلمی ہی نظر آتی ہے۔ حضرت کعب بن زہیر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دشمنی میں اس قدر آگے بڑھ گئے تھے کہ بارگاہ رسالت سے انہیں واجب القتل قرار دیا جاچکا تھا لیکن جب وہ امتداد زمانہ سے زیر ہو کر حاضر خدمت ہوئے اور اس طرح اپنا عذر پیش کیا:

فقد اتیت رسول اللہ معتذرا
والعذر عند رسول اللہ مقبول

یعنی "بے شک میں آیا ہوں رسول اللہ کے پاس معذرت خواہ ہو کر اور معذرت رسول اللہ کے پاس ضرور قبول ہوتی ہے" حالانکہ ابھی ان کی سماعت اور فہم وذکا آیات قرآنی سے ناآشنا تھے لیکن رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان کریمی سے وہ بخوبی واقف تھے اور اسی حسن ظن کی بنیاد پر انہوں نے اس قسم کے اشعار پیش کئے چنانچہ دربار رسالت سے نہ صرف ان کو معافی دی گئی بلکہ ایسا کرم بے حساب کیا گیا کہ دولت ایمان کے ساتھ ردائے مبارک سے بھی انہیں سرفراز کیا گیا اس واقعہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے حضرت ماہر القادریؒ نے کیا خوب کہا ہے:

سلام اس پر کہ جس نے گالیاں سن کر دعائیں دیں
سلام اس پر کہ جس نے خوں کے پیاسوں کو قبائیں دیں

ذرا غور فرمایئے کہ جس کریم وجواد علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان کریمی پر اس کے خون کے پیاسے دشمن اور واجب القتل قرار دیئے جانے والے مفرور مجرم بھی یقین رکھتے ہوں تو کیا یہ زیب دیتا ہے کہ ایک کلمہ گو مسلمان اس کی شان کرم کے بارے میں بے یقینی کا شکار ہو اور اس اظہار بے یقینی کو اپنی دانست میں مدحت خیر البشر سے تعبیر کرے۔ ہماری زندگی کا ہر لمحہ بلکہ پوری کائنات حبیب کردگار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جود وکرم سے فیض یاب ہے۔ اس کے باوجود (معاذ اللہ) اگر ہم آپ کی شان کریمی کے بارے میں کسی بھی زاویہ سے بے یقینی کا شکار ہوں تو ہم علامہ اقبالؒ کے اس شعر کا مصداق ہوں گے:

نظر کیوں کر [illegible] کیا [illegible]

اگر ماہی کہے دریا کہاں ہے؟

شان اقدس کو گھٹا کر بیان کرنا :

ایک نہایت محترم بزرگ شاعر بارگاہ محبوب وممدوح خدا میں اس طرح مدحت سرا ہیں۔۔۔

شہرہ ہے جس کی مصطفائی کا
وہی ممدوح قدسیاں یعنی

یعنی "حضور اکرم ﷺ کے نام اقدس "محمد" اور اسم صفت "محمود" کے معنی ہی یہ ہیں کہ "جس کی بے حد تعریف وتوصیف کی گئی۔" قرآن کریم میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیحد توصیف فرمائی ہے اس لئے آپ ممدوح خدا ہیں اور آپ کا نور قدامت فرق آدم علیہ السلام میں ممدوح قدسیاں "مسجود قدسیاں" رہا ہے اور آپ ہی کے توسل سے حضرت آدم علیہ السلام کی توبہ کو شرف ایجاب عطا ہوا جیسا کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

انت الذی لما توسل ادم
من ذلۃ بک فاز وھوابا ک (ارمغان نعت)

ترجمہ: (اے سردار رسل) آپؐ وہ ہیں کہ جب حضرت آدم علیہ السلام نے آپ کا توسل اختیار کیا اپنی لغزش پر تو کامیاب ہوئے (ایجاب میں) حالانکہ وہ آپ کے جد بزرگوار ہیں۔
الغرض ذات ممدوح خدا کو "ممدوح قدسیاں" کہنا نعوذ باللہ آپ کی شان اقدس کو گھٹا کر بیان کرنے کے مترادف ہے لہٰذا نسل نو کے مدح کاروں کو اس قسم کے مضامین دہرانے سے گریز کرنا چاہیے۔
اللہ تعالیٰ اس سہو کو معاف فرمائے۔ (آمین)
حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذات ممدوح خدا ہونے پر یہ خوبصورت اور جامع شعر دیکھئے

اللہ اللہ ارفع و اعلیٰ ہے کیا شان رسولؐ
خالق کون و مکاں ہے خود ثنا خوان رسولؐ (حضرت ستار وارثی)

جلوہ پاک کے بارے میں غلط تصور :

حضرت جگر مراد آبادی نے اپنے محبوب معنوی کے حضور اس طرح اظہار نیاز کیا ہے۔۔۔

ترے جلووں میں گم ہو کر خودی سے بے خبر ہو کر

تمنا ہے کہ رہ جاؤں ز سرتا پا نظر ہو کر
یہاں تک جذب کرلوں کاش تیرے حسن کامل کو
تجھی کو سب پکار اٹھیں گزر جاؤں جدھر ہو کر

یہ انداز آرزو مندی بعض دیگر بزرگوں نے بھی اپنے شیخ طریقت کے حضور اپنایا ہے لیکن بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں ایسی آرزوؤں کا اظہار جائز نہیں چنانچہ اساتذہ کے کلام میں اس کی مثال نہیں ملتی اور نہ شریعت اس کی اجازت دیتی ہے۔ اب اس حقیقت کے تناظر میں یہ شعر ملاحظہ ہو۔

آئینے میں دیکھتا ہوں آپ کو
اب بآسانی سراج السالکیں

اس شعر کے خالق کس قدر غلو کے ساتھ یہ جسارت کر بیٹھے ہیں کہ جب وہ آئینہ دیکھتے ہیں تو (نعوذ باللہ) انہیں اپنے پیکر کے بجائے محبوب کردگار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پیکر تاباں نظر آتا ہے۔ یہ تو ہوا اس شعر کا ظاہری مفہوم۔ اب اگر یہ تاویل کی جائے کہ اس سے آئینہ قلب مراد ہے تو اس کی وضاحت شعر میں مفقود ہے حالانکہ کسی نے اپنے محبوب مجازی کے لئے بھی اس قسم کا شعر کہا ہے تو اس کی پوری صراحت شعر میں موجود ہے۔ مثلاً

دل کے آئینے میں ہے تصویر یار
جب ذرا گردن جھکائی دیکھ لی

یا

تصویر تری ہم نے اے جلوہ جانانہ
سو آئینے توڑے ہیں تب دل میں اتاری ہے

دربار رسالتؐ کے آداب سے بے خبری :

اردو کی نعتیہ شاعری میں شاید ہی کوئی ایسا شاعر ہو جس نے مدینہ منورہ یا بارگاہ رسالت مآبؐ کے حوالے سے کوئی نہ کوئی شعر نہ کہا ہو کیونکہ مدینہ منورہ کی عظمت و رفعت شان کوئی اختلافی مسئلہ تو ہے نہیں کہ بعض علماء اسے بیان کریں اور بعض اس کے بیان سے احتیاط برتیں۔ علامہ محمد یوسف صاحب نے اپنی تالیف "معارف السنن" میں باقاعدہ ایک مستقل عنوان کے تحت فضائل مدینہ منورہ پر کتب احادیث کی تحریروں کا ماحصل پیش کیا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ قبر المطہر سات آسمانوں،

عرش مجید اور کعبۃ اللہ سے افضل ہے اور اس میں کسی کا بھی اختلاف نہیں ہے۔ (تاریخ مدینہ۔ محمد عبدالمعبود صدیقی) چنانچہ دربار میں حاضری کے آداب میں علمائے کرام نے لکھا ہے کہ مسجد شریف میں داخل ہونے کے بعد خشوع وخضوع، عجز و نیاز، فروتنی اور انکساری میں بہت اہتمام کرے اور نہایت ادب اور وقار سے نیچی نظر کئے بے حد احترام سے جائے مختصر یہ کہ سراپا عجز و نیاز ہو کر حاضر دربار ہو اس حوالہ سے ایک بہت بڑے اور قابل احترام شاعر کے اس شعر کو دیکھئے۔۔

دربار شہؐ میں بھی میں اگر سرکشیدہ ہوں
اس کا سبب یہ ہے مرا پندار آپؐ ہیں

تو ذرا سوچئے کیا دربار رحمت للعالمین میں حاضر دیگر عشاق کرام کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ناز نہیں ہے۔ اس شکران نعمت پر ان کی آنکھیں گہربار ہیں غلبہ، عجز و نیاز اور محویت و استغراق سے انکی گردنیں جھکی ہوئی ہیں۔ اس ماحول میں ان عشق و وفا کے پیکروں کے سامنے شاعر صاحب کا سرکشیدہ ہونا کیا بے محل اور سوء ادب کے مترادف نہیں ہے۔ جناب سعید وارثی صاحب نے دربار مرشد کے ادب کے تناظر میں غزل کا ایک شعر یوں کہا ہے۔

ہر ایک گام پہ ہم لوگ سرکشیدہ رہے
دیار یار میں لیکن نظر خمیدہ رہے

یہاں دربار مرشد یا دربار محبوب میں پاس ادب سے نگاہیں جھکی ہوئی ہیں اور یہی جذبہ صادق کی زندگی ہے۔ اسی جذبہ صادق کا ترجمان ایک اور شعر دیکھئے۔۔

پاس ادب سے چھپ نہ سکا راز حسن و عشق
جب بھی تمہارا نام سنا سر جھکا دیا

اب روضہ المطہر کے ادب کے حوالے سے جذبہ صادق کے امین یہ اشعار دیکھئے کس قدر حق و صداقت پر مبنی اور مثالی ہیں۔

ادب گا ہیست زیر آسماں از عرش نازک تر
نفس گم کردہ می آید جنید و بایزید ایں جا
ہو آستانہ آپ کا امداد کی جبیں
اور اس سے زیادہ کچھ نہیں درکار یا رسولؐ (حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ)

روضہ المطہر پہ حاضری کے آداب پر مبنی یہ اشعار بھی دیکھئے۔

آہستہ قدم، نیچی نگاہ، پست صدا ہو
خوابیدہ یہاں روح رسول عربی ہے
اے زائر بیت نبویؐ یاد رہے یہ
بے قاعدہ یاں جنبش لب بے ادبی ہے (سید سلیمان ندویؒ)

حاضر دربار ہونے کو معیت سے تعبیر کرنا :

شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ نے روضہ اقدس پہ حاضری کے تفصیلی آداب اپنی شہرہ آفاق کتاب "جذب القلوب" میں تحریر کئے ہیں جن کا خلاصہ یہ ہے کہ روضہ اقدس کی ہیبت اور استغراق، حضوری قلب، محبت و اطاعت ظاہراً" اور باطناً" قلب و اعضاء کی حفاظت ہمہ وقت ملحوظ رہے۔ ان مختصر سے آداب ہی کے سیاق و سباق میں اس شعر کا جائزہ لیا جائے۔

میرے نصیب مجھ کو سعادت ہوئی نصیب
کچھ دن گزارنے کی شہہ ذوالمنن کے ساتھ

تو یہ بات بالکل واضح نظر آتی ہے کہ اس شعر میں سوء ادب کا پہلو نمایاں ہے۔ بیان کا انداز بالکل ایسا ہے کہ جیسے اپنے کسی دوست کے ساتھ کچھ دن گزارنے کی بات کی جا رہی ہو۔ کوئی بھی مہذب انسان اگر کسی عالم یا استاد سے بھی شرف ملاقات حاصل کرکے آیا ہو تو یہی کہے گا کہ مجھے فلاں بزرگ یا عالم کی خدمت میں اتنے روز حاضر رہنے کی سعادت نصیب ہوئی۔ اپنے اپنے ذوق لطیف کی بات ہے۔ بانی دار العلوم دیوبند مولانا قاسم نانوتوی صاحب کو روضہ اقدس پر حاضری کا شرف حاصل ہوا تو کوئی فخریہ بات کہنے کے بجائے التجا ان کی زبان پر آئی

امیدیں لاکھوں ہیں لیکن بڑی امید ہے یہ
کہ ہو سگان مدینہ میں کاش میرا شمار
جیوں تو ساتھ سگان حرم کے تیرے پھروں
مروں تو کھائیں مدینے کے مجھ کو مرغ و مار

اس موضوع پر حضرت بیدم وارثی علیہ الرحمۃ کا یہ شعر بہت مقبول و مشہور ہے

سگ طیبہ مجھے سب کہہ کے پکاریں بیدم
یکا رکھیں مری پہچان مدینے والے

صرف قافیہ پیمائی پر توجہ کا نتیجہ :

بعض اوقات شعراء کرام سے ایک قافیہ کے استعمال کی دھن میں یا قرآن و حدیث کی تعلیمات سے عدم واقفیت کی وجہ سے بہت بڑی غلطیاں سرزد ہو جاتی ہیں جس کی مثال ایک استاد فن (اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے) کے مندرجہ ذیل شعر سے دی جا سکتی ہے جس میں مدح کے بجائے ذم ہی کا پہلو نمایاں ہے۔ ملاحظہ فرمایئے۔

مکان و لا مکاں کی بھی کبھی خواہش نہ ہو دل کو
اگر وہ بخش دیں مجھ کو مدینے کی گلی لکھ کر

ایک تو انداز بیان ایسا ہے کہ مدینہ منورہ میں حاضری کی تمنا کے بجائے کوچہ سرکارؐ کی پوری گلی حاصل کرنے کی بات کی گئی ہے اور وہ بھی قافیہ پیمائی کے چکر میں اس بے احتیاطی کے ساتھ کہ حضور صادق و امین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اشارہ مبارک یا زبانی فرمان اقدس کے ذریعہ نہیں بلکہ لکھ کر عطا فرمائیں، حالانکہ لکھ کر دینے کا مطالبہ اسی شخص سے کیا جاتا ہے جس سے یہ اندیشہ ہوتا ہے کہ وہ اپنے وعدے سے منحرف ہو سکتا ہے۔ (اللہ تعالیٰ معاف فرمائے)
اب اس قافیہ پیمائی کے برعکس عشق صادق کی دولت سے بہرہ مند لوگوں کی مقدس آرزوئیں ملاحظہ فرمایئے۔

یک جاں چہ کند سعدی مسکیں کہ دو صد جاں
سازیم فدائے سگ دربان محمدؐ (شیخ سعدی شیرازی)

اس گلی کا گدا ہوں میں کہ جہاں
مانگتے شہر یار پھرتے ہیں

(مولانا احمد رضا خان بریلوی)

قربان کروں گلشن جنت کی بہاریں
مل جائے اگر سایۂ دیوار محمدؐ (حضرت ستار وارثی)

میں صرف دیکھ لوں اک بار صبح طیبہ کو
بلا سے پھر مری دنیا میں شام ہو جائے (صبیح رحمانی)

نعت میں عامیانہ زبان کا استعمال :

پیکر صدق و صفا حضور اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے امت مسلمہ کو حق گوئی کی ہمیشہ ترغیب دی ہے اور قرآن کریم میں جھوٹ بولنے والوں پر لعنت آئی ہے لیکن ایک انعام یافتہ نعتیہ مجموعہ کے شاعر بارگاہ صادق الصادقین صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم میں یوں مدحت سرا ہیں۔

آپ ہی کے لئے جو سچ پوچھو
عالم رنگ و بو بنا عاقبؐ

یعنی رسول اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی بارگاہ میں یہ کہا جا رہا ہے کہ اگر آپ سچ پوچھیں، اس جملے میں ذم کا جو پہلو واضح ہے اس پر قارئین کرام خود توجہ فرمائیں۔

اسلامی تعلیمات کے خلاف مضامین :

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا درس اول سے آخر تک دیا گیا ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے بنی نوع انسان کو جو پہلا اور بنیادی درس دیا اور جس کی پاداش میں آپ کو ۱۳ سالہ مکی دور میں تمام انبیاء علیہم السلام سے زیادہ ابتلا و آزمائش کا مقابلہ کرنا پڑا۔ وہ یہی درس تھا کہ اے لوگو! تمہارا معبود صرف خدائے واحد ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور اپنے متعلق یہی تعلیم دی کہ میں اللہ تعالیٰ کا بندہ اور رسول ہوں۔ ان تعلیمات محمدی (صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم) کے برعکس ایک معروف نعت خواں اور شاعر علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔

انسانیت کو بخشی وہ توقیر آپؐ نے
ہر آدمی سمجھنے لگا ہے خدا ہوں میں

اس انداز بیان کو کس زاویہ سے نعت سے تعبیر کیا جا سکتا ہے جس میں ذم کا پہلو نمایاں ہو کہ نعوذ باللہ آپؐ نے انسانیت کو وہ عظمت عطا فرمائی کہ صرف 360 بتوں کی پوجا کے بجائے کروڑوں انسان خود کو خدا سمجھنے لگے ہیں۔ یہ انسانیت کی عظمت ہے یا تنزل؟ اگر شعر میں کوئی بہتر معانی بھی مضمر ہوں تو ایسے انداز بیان کی اللہ تعالیٰ نے ممانعت فرمائی ہے جس میں مدح اور ذم دونوں قسم کے معنی پائے جاتے ہوں (دیکھیے سورہ بقرہ کی آیت نمبر104)

ایک اور شاعر محترم و مکرم کا انداز توصیف ملاحظہ فرمایئے

ظلم ہے ظلم کا جواب مگر
آپ اس کے لئے نہیں آئے

مذاہب عالم میں کوئی مذہب ایسا نہیں جس میں ظلم کا جواب ظلم قرار دیا گیا ہو۔ قرآنی تعلیمات میں ظلم کا بدلہ بقدر ظلم لیا جائے تو یہ عدل ہے اور معاف کر دیا جائے تو احسان ہے اور اگر انتقام میں تجاوز کیا جائے تو یہ جوابی ظلم ہے جس کے لئے عذاب الٰہی کی وعید سنائی گئی ہے۔ (سیرت النبی۔ جلد ششم)

جیسا کہ سورہ نحل کی آیت نمبر ۹۰ میں ارشاد ربانی ہے بلا شبہ اللہ تعالیٰ تمہیں عدل اور احسان (دونوں) کا حکم دیتا ہے۔ سورہ المائدہ میں ارشاد حق تعالیٰ ہے "اور ہم نے ان کے لئے اس کتاب میں لکھ دیا کہ جان کے بدلے جان اور آنکھ کے بدلے آنکھ اور ناک کے بدلے ناک اور کان کے بدلے کان اور دانت کے بدلے دانت اور زخموں کا بدلہ ان کے برابر ہے۔" (آیت ۴۵)۔ یعنی برابر کا بدلہ شرط انصاف ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اے ایمان والو! تم پر مقتولوں میں برابری کے بدلے کا حکم ہوا۔ آقا کے بدلے آقا، غلام کے بدلے غلام اور عورت کے بدلے عورت تو اگر مقتول کے بھائی (وارث) کی طرف سے کچھ معاف کر دیا گیا یعنی قصاص کے بدلے خوں بہا پر آمادگی۔ تو دستور کے مطابق اس کی پیروی کرنا اور نیکی کے ساتھ اس کو ادا کرنا ہے۔ یہ تمہارے رب کی جانب سے آسانی اور مہربانی ہوئی تو جو کوئی (مقتول کے رشتہ داروں میں سے) اس (معافی یا خوں بہا لینے) کے بعد پھر زیادتی کرے۔ تو اس کے لئے دردناک عذاب ہے۔ (سورہ البقرہ آیت نمبر ۱۷۸)

چنانچہ مذکورہ شعر میں وصف سمجھ کر یہ بات سہوا بیان ہو گئی ہے کہ آپؐ ظلم کرنے کے لئے نہیں آئے، حالانکہ دنیا میں کوئی شخص بھی اس لئے نہیں بھیجا گیا کہ وہ دوسروں پر ظلم و زیادتی کرے۔ کجا یہ کہ محسن انسانیت، صاحب خلق عظیم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی تشریف آوری کے مقصد کو ظلم سے اجتناب تک محدود کر دیا جائے۔ ایسے فروتر اور عامیانہ مضامین کے بیان کو مدح کے بجائے ذم ہی سے تعبیر کیا جا سکتا ہے اور نعت نگاری میں ان سے اجتناب ضروری ہے۔ اسی طرح اس شعر کو بھی دیکھیے

وہ دشمنوں سے بھلا انتقام کیا لیتے
ستم گروں پہ بھی جن کو ستم گوارا نہیں

یہاں بھی وہی سقم موجود ہے جو اس سے پہلے بیان ہوا۔ قرآنی تعلیمات کی رو سے ستم گروں کو بقدر ظلم و ستم سزا دینا ستم نہیں بلکہ شرط انصاف ہے اور اسلامی سوسائٹی میں نظام عدل کو قائم رکھنے کے لئے ناگزیر بھی۔ البتہ اسلامی ریاست میں اگر ایک مقتول کے بدلے دو افراد کو قتل کیا جائے تو یہ دائرہ قتل حد سے تجاوز ہے اور قرآن کریم میں اس کے لئے دردناک عذاب کی وعید آئی ہے۔ ظاہر ہے کوئی بھی سلیم الطبع اور معتدل و مہذب انسان اس زیادتی کو پسند نہیں کرتا۔ چنانچہ اس قسم کے مضامین زمرہ نعت میں شمار نہیں کئے جا سکتے۔ نعت نگاری کا کم سے کم یہ تقاضہ ہے کہ ایسے مضامین

بیان کئے جائیں جن میں عام انسانوں کے اخلاقی محاسن کے مقابلے میں صاحب خلق عظیم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت طیبہ کے نقوش نمایاں ہوں۔ آپ کے عفو و درگزر اور اپنی ذات کے لئے انتقام نہ لینے کی صفات عالیہ کا بیان خواجہ عابد نظامی صاحب کے اس شعر میں مناسب انداز میں نظر آتا ہے۔

اس پر سلام لاکھوں تکالیف سہہ کے جو
لایا نہیں خیال کبھی انتقام کا

شان رحمت اللعالمینی کو محدود کرنا :

قرآن کریم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے 'وما ارسلنک الا رحمتہ للعلمین' یعنی (اے محبوب) ہم نے آپ کو تمام جہانوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے (سورہ انبیا۔ آیت نمبر ۱۰۷)
صاحب روح المعانی اس آیت کی تفسیر میں تحریر فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا تمام کائنات کے لئے رحمت ہونا اس اعتبار سے ہے کہ عالم امکان کی ہر چیز کو حسب استعداد جو فیض الٰہی ملتا ہے وہ حضورؐ کے واسطے ہی سے ملتا ہے۔ امام رازی علیہ الرحمتہ تفسیر کبیر میں لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جن کمالات صوری اور معنوی، خلقی، وہبی، کسبی سے مشرف فرمایا وہ بلا شک و شبہ بے مثال و بے نظیر ہیں۔ حضور اکرمؐ کی ذات اقدس تمام جہانوں، تمام مخلوقات، تمام امتوں بلکہ دشمنوں کے لئے بھی سراپا رحمت ہے۔ آپ کی رحمت و رافت کی وسعتوں تک عقل انسانی تو کیا تخیل کی بھی رسائی ناممکن ہے۔ آپ کی رحمتہ اللعالمینی جیسے وسیع موضوع کو درج ذیل شعر میں کس بے احتیاطی کے ساتھ صرف ایک کلمہ گو انسان تک محدود کر دیا گیا ہے۔

مجھ سا عاصی بھی دامان رحمت میں ہے
یہ بھی بندہ نوازی کی حد ہو گئی

یعنی (نعوذ باللہ) حضور رحمت للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بندہ نوازی صرف اس حد تک محدود ہے کہ امت مسلمہ کا ایک گنہگار شخص بھی آپ کی آغوش رحمت میں ہے حالانکہ آپ کی ذات ستودہ صفات ایسی ہے کہ آپ پر ظلم و ستم کے پہاڑ ڈھائے گئے' جہلا نے ایذا رسانی میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا لیکن آپ ہمیشہ یہ سب صعوبتیں اور زیادتیاں برداشت کرتے رہے بلکہ اپنے بد ترین دشمنوں کے لئے دعائے خیر فرماتے۔ ان کو بھی اپنے لطف و کرم سے کبھی محروم نہ فرماتے۔ ان کے ساتھ نہایت درجہ احسان اور کریم النفسی کا سلوک فرماتے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے

روایت ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ تھا۔ آپ نے موٹے کناروں والی چادر اوڑھی ہوئی تھی۔ ایک اعرابی نے آپ کی اس چادر کو زور سے کھینچا جس کی وجہ سے آپ کی گردن مبارک پر نشان پڑ گیا۔ اس کے بعد اعرابی کہنے لگا اے محمد! میرے ان دونوں اونٹوں کو مال سے لاد دو تم کچھ اپنے باپ کے مال سے تو نہ دو گے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خاموش ہی رہے اور صرف یہی فرمایا کہ واقعی مال تو اللہ کا ہے اور میں اس کا بندہ ہوں۔ آپ نے حکم دیا کہ اس کے ایک اونٹ پر جو اور دوسرے پر کھجوریں لاد دو۔ (الشفا۔ قاضی عیاضؒ)
آپ کی رحمت و رافت، داد و دہش، صبر و تحمل اور عفو و درگزر کے واقعات سے کتب صحاح کے اوراق زرنگار ہیں۔ صاحبان ذوق تفصیلی مطالعہ فرما سکتے ہیں۔
آپ کی شان کرم کے موضوع پر مندرجہ ذیل اشعار قابل تعریف اشعار میں سے ہیں:

تیرے ہی دامن پہ ہر عاصی کی پڑتی ہے نظر
ایک جان بے خطا پر دو جہاں کا بار ہے (مولانا احمد رضا خان)

ہر وقت کرم بندہ نوازی پہ تلا ہے
کچھ کام نہیں اس سے برا ہو کہ بھلا ہو (مولانا حسن رضا خان)

کوئی کہیں بھی ہو ان کے کرم سے دور نہیں
تمام عالم امکاں پہ مہرباں ہیں حضورؐ (حفیظ اسعدی)

عقل انسانی احاطہ کر نہیں سکتی کبھی
داعی اسلام کے احسان عالم گیر کا (راغب مراد آبادی)

بعض نعت نگاروں میں یہ عجیب رجحان بھی پایا جاتا ہے کہ وہ کوئی اچھا مضمون بیان کرتے ہوئے اسے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رفعت شان کی آخری حد قرار دے لیتے ہیں جس کی ایک مثال ملاحظہ فرمایئے۔

اور کیا ہو اس سے بڑھ کر عظمت شان نبیؐ
جس کے در کی آکے خود جبریلؑ دربانی کرے

یعنی (نعوذ باللہ) ذات محبوب خدا صلی اللہ وہ علیہ وآلہ وسلم کی اس سے بڑھ کر کوئی عظمت شان نہیں ہو سکتی کہ حضرت جبریل علیہ السلام آپ کے در کی دربانی کرتے ہیں حالانکہ عظمت محبوب کردگار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حوالے سے حقیقت حال یہ ہے کہ

دیدہ قاصد اسریٰ پہ صحیفہ اترے
قاب قوسین ہے کیا؟ قرب کی منزل کیا ہے

رہی حضرت جبرئیل علیہ السلام کی دربانی کی بات تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اہل بیت علیہم السلام کی خدمت پر بھی حضرت جبریل علیہ السلام امین مامور رہے جناب حسنین علیہم السلام کو انہوں نے جھولا بھی جھلایا۔ شب ہجرت کاشانہ نبوت میں محو خواب حضرت علی کرم اللہ وجہ کے سرہانے پہرہ بھی دیا جیسا کہ حضرت داتا گنج بخش علی ہجویریؒ اپنی شہرہ آفاق تصنیف "کشف المحجوب" میں روایت نقل کرتے ہیں کہ "جب امیرالمومنین حضرت علی کرم اللہ وجہ الکریم ہجرت کی رات پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بستر پر سوئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ مکہ مکرمہ سے باہر آئے اور غار ثور میں تشریف لے گئے اس رات کفار نے پیغمبر خدا کو قتل کرنے کا مصمم ارادہ کر رکھا تھا۔ تو خدا تعالیٰ نے حضرت جبرئیل اور میکائیل علیہ السلام سے کہا کہ میں نے تم دونوں کے درمیان رشتہ اخوت قائم کردیا' اور ایک کی زندگی دوسرے سے دراز تر کردی' اب تم دونوں میں سے کون ہے جو اپنے بھائی کی خاطر ازراہ ایثار اپنی زندگی اسے دیدے اور خود مرنا قبول کرلے؟ دونوں نے اپنے لئے اپنی زندگی کو اختیار کیا۔ تب ان دونوں سے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ذرا علی کا شرف ملاحظہ ہو اور دیکھو کہ انہیں تم پر کیسی فضیلت حاصل ہے کہ اسی طرح ان کے اور اپنے رسولؐ کے درمیان رشتہ اخوت میں نے قائم کیا لیکن دیکھ لو انہوں نے اپنے قتل اور موت کو اختیار کیا اور میرے رسول کی جگہ سو گئے۔ اپنی جان پیغمبر (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر فدا کردی اور اپنی زندگی کو ہلاکت میں ڈال کر ان پر قربان کردیا۔ بس اب جاؤ اور زمین پر جا کر انہیں دشمنوں سے پناہ میں رکھو۔ تب جبرئیل اور میکائیل آئے ایک ان کے سرہانے اور دوسرا پاؤں کی طرف بیٹھ گیا۔ اس وقت جبرئیل نے کہا اے ابن ابی طالب خوش رہیے۔ آپ جیسا خوش بخت کون ہوگا کہ اللہ تعالیٰ کو تمام فرشتوں سے بڑھ کر آپ پر فخر ہے۔ اور آپ میٹھی نیند سو رہے ہیں۔ اس وقت ان کی شان میں یہ آیت نازل ہوئی اور بعض آدمی ایسا بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رضاجوئی میں اپنی جان تک صرف کر ڈالتا ہے۔ (سورہ البقرہ۔ آیت ۲۰۷) "کشف المحجوب" (چودھواں باب' حقیقت ایثار)۔

پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عظمت شان کے بیان میں کوئی حد قائم کرنے کے بجائے ہم یہی کہہ سکتے ہیں کہ آپ اللہ تعالیٰ کے بندہ کامل' محبوب حق' اسماء و صفات الہیہ کے مظہراتم' باعث تکوین کائنات' اصل موجودات' خیرالانام' خیر خلق اللہ اور وہ رسول امام ہیں جن کی رسالت پر صبح محشر تمام انسان' جنات اور ملائک بیدار ہوں گے۔ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔۔

شان خلاق دو جہاں کے بعد
ان کو زیبا ہر اک بڑائی ہے (حافظ عبدالغفار)

حق مدحت ادا کرنے کا ادعا :

مدحت محبوب کردگار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے موضوع پر گزشتہ ۱۴ سو صدیوں سے تواتر کے ساتھ لکھا جارہا ہے۔ لیکن یہ ایسا وسیع اور عظیم الشان موضوع ہے کہ مدحت نگاروں کی تشنگی برقرار رہتی ہے۔ ارفع سے ارفع اور اعلیٰ سے اعلیٰ مضامین بھی آپ کی رفعت شان کے سامنے فروتر اور کم مایہ نظر آئے ہیں عشاق عظام کو اس گہرے سمندر کی غواصی کے بعد جو گہر ہاتھ آتے ہیں ان کی نظر میں وہ اس قابل نہیں کہ اس بارگاہ اقدس میں ہدیتہ" پیش کئے جاسکیں جن کے سبب انہیں اپنی تہی دامنی' کم مائیگی اور بے بضاعتی کا ہمیشہ احساس رہتا ہے جس کا اظہار ان کے نعتیہ کلام میں نظر آتا ہے۔

حق تو یہ ہے کہ حق نہ ادا ہو سکا کبھی
کہنے کو ہم نے نعت کہی بارہا کہی (سرور کیفی)

اس حقیقت کے برعکس بعض نعت نگار حضرات شاعرانہ تعلی کا مظاہرہ کرتے ہوئے مدحت محبوب کردگار کا حق ادا کردینے کا دعوی کر بیٹھے ہیں جس کی مثال مندرجہ ذیل شعر سے دی جاسکتی ہے۔۔

مدحت محبوب حق کا حق ادا تم نے کیا
اے ۔ نذر محبت ہے تمہاری واہ واہ

بھلا اس سوء ظن کو نعت جیسے رفیع الشان اور لطیف موضوع سے کیا سروکار؟ یہ تو وہ میدان ہے جہاں ملک سخن کے بڑے سے بڑے تاجدار کو اعتراف عجز کے سوا چارہ کار نہیں۔ چنانچہ اس میدان میں فقہ کے امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کا اعتراف عجز دیکھیے۔۔

عن و صفک الشعراء یا مدثر !
عجزوا و کلو من صفات علاک

ترجمہ :۔ "اے کملی والے آقا! آپؐ کے اوصاف بیان کرنے سے بڑے بڑے شعراء عاجز رہ گئے۔ آپؐ کے اوصاف عالیہ کے سامنے زبانیں گنگ ہو جاتی ہیں۔ اسی طرح امام شرف الدین بوصیری رحمتہ اللہ علیہ "قصیدہ بردہ شریف" میں' جس کو بارگاہ افصح العرب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے شرف قبولیت کی بشارت حاصل ہے' فرماتے ہیں۔۔

فان فضل رسول اللہ لیس لہ
حد نیعرب عنہ ناطق بفم

ترجمہ :۔ رسول اللہ (علیہ الصلوۃ والسلام) کی فضیلتوں کی کوئی حد نہیں ہے اور اس کا حق کوئی بولنے والی زبان ادا نہیں کرسکتی۔ مولانا احمد رضا خاں رحمتہ اللہ علیہ اس طرح اظہار تحیر فرماتے ہیں۔

تیرے تو وصف عیب تناہی سے ہیں بری
حیراں ہوں میرے شاہ میں کیا کیا کہوں تجھے

اس موضوع پر حافظ مستقیم صاحب نے اس حقیقت کو کس خوبصورتی کے ساتھ بیان کیا ہے۔۔

نعت والا کہاں اور کہاں مستقیم
اس کا حق، حق تعالیٰ ادا کرچکا

اور جناب حنیف اسعدی صاحب نے اس حقیقت کو کس خوبصورتی کے ساتھ بیان کیا ہے۔۔

بساط فکر ہے محدود، وصف لامحدود
نہ ہو سکے ہیں نہ کرپاؤں گا شمار حضورؐ

آپ بھی توجہ فرمایئے :

نعت نگاری میں ذم کے پہلوؤں کی بعض اشعار میں نشاندہی اور ضروری تبصرہ کے بعد ذیل میں سیکڑوں اشعار میں سے چند اشعار قارئین کرام کی توجہ کے لئے نقل کئے جاتے ہیں تاکہ نوجوان نعت نگار حضرات غور فرماکر ان میں مضمرذم کے پہلوؤں کا خود ندازہ کرسکیں اور ایسے اشعار کی تقلید سے اجتناب کریں۔۔

ہر تقرب مجھے سرکار دئے جاتے ہیں
کیوں پشیماں پہ پشیمان کئے جاتے ہیں
کہاں کہاں مجھے تیرے کرم کی حاجت ہے
تو جانتا ہے تو پھر کس لئے بتاؤں تجھے
دو بدو حسن مصطفیٰ دیکھیں
ان کو دیکھیں تو برملا دیکھیں

ان کے در سے اٹھایا جو سر
خودبخود عظمتوں کے نشاں مل گئے
سارا عالم تری خوشبو سے مہک اٹھا ہے
عود کی طرح سدا خود کو جلایا تونے
ان آبلوں سے بات کریں ہم بھی رفیقو !
پاؤں کو میسر ہو جو میدان مدینہ
اگر شاہ امم مجھ کو با انداز کرم دیکھیں
خزینہ سارے عالم کا مرے زیر قدم دیکھیں
عاصی کونہ بے پناہ کیجئے
سرکارؐ ادھر نگاہ کیجئے
آجائیں خود سمٹ کے تیرے در کی برکتیں
کچھ ایسے رخ سے ذکر ترا روز و شب کروں
خاک مدینہ ملی جو چہرے پر
تو اپنے جسم سے اس پیرہن کی بو آئی
زاد سفر بھی چاہیئے اذن سفر کے ساتھ
مجھ پہ کرم ہے اور کرم چاہتا ہوں میں
آپ کے وصف رگ وپے میں اترتے دیکھوں
آپ کی طرح مری زندگی سادہ ہو جائے
نبیوں میں سب سے افضل و اعلیٰ سلام لو
اے راہدان منزل اسریٰ سلام لو
تمنا بن کے جو آیا رسول پاک کے لب پر
بحال کفر تھا وہ مرتبہ فاروق اعظم کا
عبادت پر نہ اترا اپنی اے زاہد خدا سے ڈر
مرے سرکارؐ کو زعم عبادت کم پسند آیا
آیا خیال انجمن لا مکاں ہمیں
دیکھے کبھی جو عاشق و معشوق ذاب میں
خلوص دل سے پھر عہد وفا کرنے کا وقت آیا
فروزاں شمع میر کارواں کرنے کا وقت آیا

کون گنتا ہے راتوں کی معراج کو
کتنے سورج ہیں جن کی سحر آپؐ ہیں

اور ساتھ ہی ایک مشہور "سلام" کے مندرجہ ذیل مصرعوں میں نعتیہ پہلو تلاش کرنے کے لئے بھی سعی بلیغ فرمائیں۔ ذات قدسی شیم، راکب بحروبر، فاتح خیروشر، شاہ صحرانشیں اور سب ظلوم و جہول۔ جن کو دل سے قبول۔

یہ اس لئے بھی ضروری ہے کہ ایک بہت بڑے نقاد (اللہ تعالیٰ مغفرت فرمائے) ایک نعتیہ مجموعہ پر تبصرہ فرماتے ہوئے اس سلام کے بارے میں لکھتے ہیں:

پھر ان کی وہ نظم جو درود وسلام کی روایت میں ایک نئے باب کا اضافہ کرتی ہے وہ ایک طرف تو اب تک کی تمام نعتیہ شاعری کی روایات اپنے اندر جذب کرلیتی ہے تو دوسری طرف اردو نظم کے سرمایہ میں ایک نئے اسلوب کا اضافہ کرتی ہے۔ لہٰذا نعتیہ ادب سے وابستہ اہل علم حضرات سے اس جانب ضروری توجہ فرمانے کی خاص طور پر گزارش کی جاتی ہے۔

نکتہ

مشہور عربی شاعر ابو نواس نے عباسی خلیفہ الامین کی شان میں یہ شعر کہا تھا:

دفع الحجاب لنا فلاح لناظری
قمر تقطع دونہ الاوھام

ترجمہ۔ "حجابات دور ہوگئے، جب نظر کے سامنے وہ ماہتاب آگیا جس سے اوہام کے بادل چھٹ گئے" لیکن اس شعر کو جس ذات کی مدح میں ہونا چاہئے تھا وہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات اقدس ہے۔ لہٰذا آج تک یہ شعر نعت کے شعر کی حیثیت سے پڑھا اور سمجھا جاتا ہے۔ اسی طرح غالب نے نواب تجمل حسین خاں کی تعریف میں جو قصیدہ لکھا اس میں یہ شعر بھی شامل تھا۔

زباں پہ بار خدایا یہ کس کا نام آیا
کہ میرے نطق نے بوسے مری زباں کے لئے

چونکہ اس مضمون کا اطلاق صرف ذات محبوب خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ہی ہو سکتا تھا لہٰذا اہل دل حضرات اسے نعت ہی کے حوالے سے قبول کرتے ہیں۔ لہٰذا یہ بات واضح ہوگئی کہ اگر امراؤ سلاطین کی شان میں لکھے گئے قصائد میں کوئی شعر ایسا ہوگا جو رفعت معانی کے اعتبار سے ذات رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سوا کسی اور کو زیب نہیں دیتا ہو تو وہ نعتیہ شعر کی حیثیت ہی

سے قبول کیا جائے گا اس کے برعکس اگر کسی نعت میں شامل کوئی شعر عامیانہ مضامین پر مبنی ہوگا تو اسے معنی کی پستی کی وجہ سے نعتیہ شعر کی حیثیت حاصل نہ ہوگی۔

اردو نعتیہ شاعری کے حوالے سے نعت نگاری میں ذم کے پہلو ایسا دقیق و وسیع موضوع ہے جو ایک ضخیم کتاب کا متقاضی ہے۔ ہم نے اس موضوع کی جانب دور حاضر کے نعت گو حضرات کی توجہ مبذول کرانے کے لئے اس مختصری تحریر میں صرف چند مثالوں پر اکتفا کیا ہے اور اب اس دعا کے ساتھ ہم اسے مکمل کرتے ہیں۔

مدحت شاہ دو عالم کا سلیقہ دیدے
میرے مالک ہمیں جبرئیل کا لہجہ دیدے
آمین

بیشک اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے روح الامین علیہ السلام کے ذریعہ حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تائید فرما کر انہیں نعت گوئی کی مثالی صلاحیت عطا فرمائی۔

○

نعت نبیؐ میں زبان و بیان کی بے احتیاطیاں

عزیز احسن

نعت نبیؐ کا سلسلہ عربی سے شروع ہوا۔ خالق کائنات نے اپنے بندے اور رسولؐ کو پہلی بار غار حرا میں امر فرمایا "اقراء" اور دوسری مرتبہ موقع کی مناسبت سے ایک صفتی نام عطا کیا یایھاالمدثر " اے! کپڑا اوڑھنے والے" (القرآن : ۷۴) اس کے بعد تو پورا قرآن حضور اکرمؐ کی شان اقدس ہی میں نازل فرما دیا۔

قرآن کریم کا نزول جاری تھا کہ پہلی نعت رسولؐ کہنے کا شرف ابو طالب کے حصے میں آیا۔ یہ الگ بات کہ وہ اسلام قبول نہ کرسکے۔ اہل مکہ تو اعلان نبوت سے قبل بھی حضور اکرمؐ کو "صادق" اور " امین" جیسے نعتیہ کلمات سے یاد کرتے رہے تھے۔ انبیائے ماسبق اور بہت سے اہل اللہ بھی مرسل آخر، خیرالانامؐ، سید الکونینؐ کی آمد کی بشارتیں بہت پہلے سے دیتے چلے آئے تھے۔ ان بشارتوں میں بھی مدحت سرکارؐ ہی کا پہلو نمایاں تھا۔

غرضیکہ بعثت رسول اکرمؐ کے بعد مدح رسولؐ کا آغاز عربی سے ہوا اور عربی دنیا میں لکھی اور بولی جانے والی تمام زبانوں میں فصیح ترین زبان ہے۔ یہی وجہ ہے کہ عربوں نے اپنے علاوہ تمام دنیا کے لوگوں کو "عجم" (گونگا) کہہ کر پکارا۔ عربی زبان کی تاریخوں میں یہ واقعہ بھی ملتا ہے کہ ایک نئی نویلی دلہن حجلہ عروسی سے محض اس لئے نکل بھاگی کہ دولہا نے کوئی محاورہ بے محل استعمال کردیا تھا۔ دلہن اس قدر مشتعل ہوئی کہ اپنے قبیلے والوں سے کہنے لگی کہ "یہ شخص میری زبان کی توہین کررہا ہے اس لئے واجب القتل ہے۔" اس واقعے کو جعفر طاہر مرحوم نے اپنی کتاب "ہفت کشور" میں نظم کیا تھا۔ میں اپنے حافظے سے وہ نظم یہاں نقل کررہا ہوں۔

کہاں وہ دن جب
شب زفاف اک عروس نے
اپنے شوہر نامدار سے
اک محاورہ بے محل سنا تو
حریر و دیبا کی خلوتوں سے
نکل کے بھاگی
تڑپ کے چیخی
قبیلے والو . . . . .

عرب نما دو!
یہ شخص میری زباں کی توہین کر رہا ہے
یہ واجب القتل ہے
کہ آدابِ لفظ و معنی
سے بے خبر ہے

اس سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ اہل عرب کو لفظوں کی حرمت اور زبان کی عفت کا کتنا خیال تھا اور زبان و بیان کے معاملے میں عرب کتنے حساس تھے۔ حضور رسالت مآبؐ نے اسی ماحول میں کتاب اللہ کی آیات پڑھ کر سنائیں تو قرآن کی فصاحت و بلاغت کے سامنے زباندان عرب اپنے آپ کو گونگا محسوس کرنے لگے۔ وحی ربانی کی وضاحت اور تہذیب امت کے لئے جو کچھ زبان حق ترجمان سے نکلا (حدیث) وہ بھی عربی فصاحت و بلاغت کے تمام معیارات سے بہت زیادہ بلند تھا۔ یہی وجہ ہے کہ اس معاشرے میں جس کا معیار کمال ہی صرف بیان و بلاغت اور لسانی فصاحت تھا' حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی فصاحت و بلاغت کے بارے میں کسی کو کبھی حرف گیری کی جرات نہ ہوئی (البیان والتبیین بحوالہ نقوش رسول نمبر جلد ۸ صفحہ ۳۳۸)

خود آقائے نامدار' سرکار دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عباسؓ کے ایک سوال کے جواب میں زبان پر ہی حسن و جمال کا دارومدار ظاہر فرمایا:۔۔۔

"وسالہ العباسؓ! فیم الجمال یا رسول اللہؐ! فقال"

"فی اللسان (نقد النثر البیان' عیون الاخبار' بحوالہ نقوش رسولؐ نمبر' جلد نمبر ۸' صفحہ ۳۳۷)

اور خود رسول اللہؐ نے اپنے بارے میں فرمایا کہ "میں خطیب النبیین یعنی خطیب الانبیاء ہوں۔ (الترمذی) اور اہل عرب میں سب سے زیادہ فصیح اللسان ہوں۔ انا افصح العرب (سبل الہدی بحوالہ نقوش رسولؐ نمبر' جلد ۹' صفحہ ۱۸ اور ۲۰)

ان حقائق و شواہد' آثار و واقعات کو مد نظر رکھتے ہوئے اس بات کا اندازہ کرنا کچھ مشکل نہیں کہ نعت گوئی کتنا نازک فن ہے اور مدح رسولؐ کے لئے زبان کی صحت اور اسلوب بیان کی متانت کتنی ضروری ہے۔ اس کے باوجود چونکہ سید الناس و رسول الثقلینؐ کے ذکر کو بلند کرنا خود خالق کائنات کا منشاء ہے۔ اس لئے یہ ممکن ہی نہیں کہ نعت نبیؐ صرف عربی زبان تک محدود رہتی۔ جذبہ نعت گوئی کو تو ہر منطقے' ہر وطن' ہر اقلیم' ہر ملک اور ہر قریہ و شہر میں دور و نزدیک پھیلنا ہے۔ پھر صرف انسانی دنیا میں ہی نہیں بلکہ قیامت تک دنیا میں آنے والے جنات میں بھی رواج پانا ہے۔ ☆۱ اس لئے

نعت نبیؐ تو ہر زبان' ہر لہجے اور ہر اسلوب میں لکھی جاتی رہی ہے اور لکھی جاتی رہے گی' تاہم جو شعراء نعت نگاری کو اپنا وظیفہ بنائیں' ان کے لئے ضروری ہے کہ زبان کی صحت' بیان کی متانت' واقعات کی سند اور سیرت و شمائل رسولؐ کی عظمت کا خیال رکھتے ہوئے نعت لکھیں۔ اس طرح کہ زبان کے مروجہ اور معروف اصولوں سے انحراف بھی نہ ہو اور شعریت کا خون بھی نہ ہو۔ ویسے تو نعت صرف شعر ہی میں نہیں نثر میں بھی لکھی جاتی ہے اور خود شاعری بھی اوزان و بحور کی پابند نہیں ہوتی۔ نثری شاعری بھی ہوتی ہے۔ ☆۲ یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ عرب فصحاء کے نزدیک شاعری وزن اور بحر کی قید سے آزاد صرف حسن بیان پر بھی مبنی ہو سکتی تھی۔ غالباً" یہی وجہ ہے کہ قرآن کریم کی آیات سن کر عربوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر شعر گوئی کی تہمت لگائی تھی اور اللہ تعالیٰ نے ان کے اس خیال کو اس طرح رد فرمایا تھا کہ "ہم نے ان (پیغمبر) کو شعر گوئی نہیں سکھائی اور نہ وہ ان کو شایاں ہے۔ یہ تو محض نصیحت اور صاف صاف قرآن (پراز حکمت) ہے" (القرآن ۳۶ : ۶۹)۔ عربوں کا شعری ادراک (Poetic Perception) اس واقعہ سے بھی واضح ہوتا ہے جو "عربی ادب کی تاریخ" میں ڈاکٹر عبدالحلیم ندوی نے صفحہ نمبر ۱۳۲ پر لکھا ہے۔ حضرت حسان بن ثابتؓ کے صاحبزادے کو کسی کیڑے نے کاٹ لیا جس کا نام وہ نہیں جانتے تھے چنانچہ انہوں نے اس کا نقشہ یوں کھینچا کہ "کانہ ملتف فی بردی حیرۃ" (وہ ایسا لگ رہا تھا جیسے کہ حیرہ کی دو چادروں میں لپٹا ہوا ہو) "حیرہ" کی چادریں نقش و نگار اور خوبصورتی میں اس زمانے میں بہت مشہور تھیں۔ موقع و محل کے لحاظ سے یہ انداز بیان اتنا خوبصورت اور دلنشین تھا کہ حضرت حسانؓ بے ساختہ کہہ اٹھے کہ "شعر و رب الکعبہ" "رب کعبہ کی قسم یہ تو شعر ہے" اس سے پتہ چلا کہ شعر خیال کے جمالیاتی اظہار کو کہتے ہیں جس سے احساس کے تار چھیڑے جاسکیں۔ اس حقیقت سے عرب صدیوں پہلے سے آگاہ تھے۔ شعر کے جمالیاتی ادراک اور عربوں کی لسانی دانش اور حساسیت کے حوالے سے جب ہم نعتیہ شاعری کے بنیادی عناصر پر غور کریں تو نعت گو شعراء پر عائد ہونے والی ذمہ داریوں کا خاکہ بنانے سے قبل ہمیں نعت گوئی کو عمومی شاعری سے ممیز کرنے کے لئے نعتیہ شاعری اور عمومی شاعری کے درمیان خط امتیاز کھینچنا ہوگا۔ آیئے آگے بڑھنے سے پہلے ذرا اس پہلو پر بھی غور کریں۔

○ عام شاعر پر تو خیال کے سحر کارانہ اظہار ہی کی ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔ لیکن . . . . . نعت گو شاعر کو زبان و بیان میں احساس جمال پیدا کرنے کے ساتھ ساتھ موضوع شاعری کا تقدس بھی برقرار رکھنا ہوتا ہے۔

○ عام شاعری کا دارومدار تخیل اور زبان پر ہے تو نعتیہ شاعری میں محض تخیل اور زبان پر انحصار کافی نہیں اس کے لئے مقصد و منشائے رسالت اور مقام محمدیؐ کا ادراک بھی ضروری ہے۔

○ عام شاعری میں صرف تخیل کی رہنمائی کافی ہے لیکن نعتیہ شاعری میں علم دین اور اخبار و آثار کو قصداً" رہنما بنانا پڑتا ہے۔

○ عام شاعری کا محبوب خیالی بھی ہو سکتا ہے۔ اس لئے اس کا بیان کسی بھی انداز سے کیا جاسکتا ہے جبکہ نعتیہ شاعری کا محبوبؐ زندہ جاوید ہے اور اس محبوبؐ کی محبت ہر مسلمان شاعر کا جزو ایمان ہے۔ یہ پہلو بھی شاعر کے ذہن سے کسی لمحہ محو نہیں ہونا چاہئے۔

○ شاعری کے روایتی محبوب کو عاشق صرف اپنے لئے مخصوص کرنا چاہتا ہے اور اپنے محبوب سے قریب ہونے والے ہر شخص کو رقیب سمجھتا ہے۔ روایتی محبوب خود عاشق (شاعر) کے علاوہ کسی اور طرف ملتفت ہو تو عاشق اس کو "جفا پیشہ" اور "تغافل شعار" کہہ کر جلے دل کے پھپھولے پھوڑتا ہے . . . . . اس کے برعکس نعت گو شاعر اپنے محبوبؐ کے تمام عشاق کو جمع کر کے اپنے محبوب کی تعریف و توصیف کرنا چاہتا ہے اور اس کی خواہش ہوتی ہے کہ محبت کی جو چوٹ اس کے دل کو لگی ہے اس کا مزہ دنیا کے سب انسانوں کو آجائے اور وہ سب بھی نعت گو شاعر کے محبوبؐ کے پروانوں میں جوق در جوق شامل ہو جائیں۔ یہی سنت اللہ ہے اللہ نے بھی نبیؐ پر درود بھیجنے کے عمل میں اپنے ساتھ فرشتوں کو شامل فرمایا ہے اور تمام ایمان والوں کو نبیؐ پر درود بھیجنے کا حکم دیا ہے۔

عمومی شاعری (General Poetry) اور نعتیہ شاعری کے اس تقابلی پس منظر میں نعتیہ شاعری کی جو حدود متعین ہوتی ہیں ان کا اجمالی خاکہ کچھ اس طرح بنتا ہے کہ . . . . . زبان فصاحت، بیان متانت، اظہار اور اک رسالت اور تفہیم کار نبوت کا نمائندہ ہو اور مقصد اظہار ترویج منشائے رب العزت، تبلیغ دین متین اور دفاع ناموس رسالت ٹھہرے اور مجموعی تاثر اتباع محبوب رب العالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے جذبوں کو بیدار کرنے والا ہو۔

عام شعراء کے لئے خیالات کی وادیوں میں بے سمت بھٹکتے پھرنا کوئی نئی بات نہیں ہے۔ ان کا وظیفہ حیات ہی یہ ہے۔ اس لئے خالق کائنات نے ان کے لئے خود فرما دیا " . . . . . رہے شعراء تو ان کے پیچھے تو بہکے ہوئے لوگ چلا کرتے ہیں پھر کیا تم دیکھتے نہیں کہ وہ ہر وادی میں بھٹکتے ہیں اور ایسی باتیں کہتے ہیں جو کرتے نہیں ہیں" (القرآن ۲۲۶ : ۲۶) گویا خیالات کی وادی میں لایعنی ٹامک ٹوئیاں مارنا اور عملی زندگی کے مثبت پہلوؤں سے گریزاں رہنا اس قدر ناشائستہ حرکت ہے کہ خالق عالم نے اس بات کا بالخصوص ذکر فرما کر لایعنی شاعری اور بے عمل شعراء سے اپنی ناپسندیدگی کا اظہار فرمایا ہے۔ لیکن اس سے یہ نتیجہ نکالنا ہرگز درست نہیں کہ دین کا منشاء فطرت انسانی پر قدغن لگانا اور فطری جذبوں کو کچلنا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تو ہر فطری جذبے کے اظہار اور (Catharsis) کیلئے کچھ واضح راہیں بھی دکھا دی ہیں تاکہ انسان کے فطری جذبات کسی رکاوٹ کے بغیر

اس طرح صورت اظہار پالیں کہ اسلامی معاشرہ اظہار کے مضر اثرات سے محفوظ رہ سکے۔ اس لئے شاعری کے حوالے سے قرآن حکیم میں صرف ان شعراء کی مذمت پر ہی اکتفا نہیں کیا گیا جو اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ اعلیٰ صلاحیتوں کو بے جا لٹا کر اپنی آخرت تباہ کر لیتے ہیں بلکہ ضروری سمجھا کہ شعر و سخن کے راست استعمال کے معیارات بھی مقرر کر دیئے جائیں۔ چنانچہ سورۃ الشعراء میں محولہ بالا آیات سے متصل یہ بھی فرما دیا کہ "بجز ان لوگوں کے جو ایمان لائے اور جنہوں نے نیک عمل کئے اور اللہ کو کثرت سے یاد کیا اور جب ان پر ظلم کیا گیا تو صرف بدلہ لے لیا" (القرآن ۲۲۷ : ۲۶) اس طرح اللہ رب العزت نے اسلامی شاعری کی اساس بھی فراہم کر دی اور شعراء کی عملی زندگی کے لئے رہنما اصول بھی عطا کر دیئے کہ شعراء عام انسانوں سے کوئی الگ مخلوق نہیں ہیں جنہیں عملی زندگی میں بھی شاعرانہ رعایتیں یا آزادیاں (Poetical Licences) دی جائیں۔ اس لئے شعراء کو بھی عام مسلمانوں کی طرح ایمان لا کر ایمان کی صداقت کا اظہار اپنے عمل سے کرنا ہوگا۔ اللہ کو کثرت سے یاد کرنا ان کا وظیفہ روز و شب ہوگا۔ پھر وہ اس قابل ہوں گے کہ محاذ جنگ پر مجاہدین کی صف میں کھڑے ہوں۔ علاوہ ازیں عام مجاہدین تو صرف مملکت اسلامی کی جغرافیائی حدود پر لڑیں گے اور وقتی قتال میں حصہ لیں گے جبکہ اسلامی شعراء ہمہ وقت اپنے آپ کو محاذ جنگ پر تصور کریں گے کیونکہ ان کے محاذ کی حدود غیر مرئی (Invisible) ہونے کی وجہ سے لامحدود ہوں گی۔ اسلامی شعراء معاشرے میں پیدا ہونے والی فکری لہروں کو اپنی شعر گوئی کی صلاحیت کے ذریعے دینی حدود میں رکھنے کی مسلسل جدوجہد کرتے رہیں گے اور جب اور جہاں شرار بولہبی کی ستیزہ کاریاں بڑھیں، اسلامی شعراء چراغ مصطفویؐ کی لو تیز کرنے کے ساتھ ساتھ باطل افکار کی تکذیب کرنے کے لئے ہمیشہ کمربستہ رہیں گے اور اقوام ضالین کے غلط پروپیگنڈے کا دفاع بھی ان ہی کی ذمہ داری ہوگی۔

اللہ تعالیٰ نے جو احکام بھی دیئے ان کی بجا آوری کا طریقہ حضور نبی کریمؐ نے عملاً" سکھایا مثلاً" نماز قائم کرنے، روزہ رکھنے، جہاد کرنے اور اخلاق برتنے کے آداب کا عملی مظاہرہ کر کے رسول اکرمؐ نے اپنی امت کی تعلیم فرمائی۔ زکوٰۃ کا نصاب مقرر فرمایا کیونکہ زکوٰۃ ادا کرنے کا عملی مظاہرہ ممکن نہیں تھا (وجہ صاف ظاہر ہے حضورؐ نے کوئی اندوختہ رکھا ہی نہیں) اسی طرح حضورؐ نے شاعری خود نہیں فرمائی لیکن اسلامی شاعروں سے ان کا کلام سماعت فرما کر اور مناسب مواقع پر ان کی اصلاح فرما کر سخن گوئی کا اسلامی معیار متعین فرما دیا۔ مثلاً" مشہور ہے کہ حضرت کعب بن زہیر بن ابی سلمیٰؓ نے جب اپنا قصیدہ "بانت سعاد" نبی مکرمؐ کی خدمت میں پیش کیا اور یہ شعر پڑھا

ان الرسول لنور یستضاء بہ

وصارم من سیوف الھند مسلول

(ترجمہ: رسول اللہؐ بلاشبہ ایک نور ہیں جن سے اجالا اس طرح آنکھوں کے سامنے پھیل جاتا ہے جس طرح نیام سے جب تلوار نکلتی ہے تو ایک چمک سی آنکھوں کے سامنے پیدا ہو جاتی ہے)

حضور رسالت مآبؐ نے فرمایا "من سیوف اللہ کرلو" (بحوالہ حقیقت محمدیہؐ از اختر عالم) اس طرح حضورؐ نے اسلامی ادب کو مقامیت سے آفاقیت کی راہ پر ڈال دیا اور شعر و سخن کا قبلہ درست فرما دیا۔

صحیح بخاری کی روایت ہے کہ ایک جگہ کچھ لڑکیاں دف بجا کر بدر کے کچھ شہداء کی شجاعت بیان کر رہی تھیں۔ ایک لڑکی نے کہا "ہم میں ایسا نبیؐ ہے جو کل کو ہونے والی بات کی خبر دیتا ہے۔" رسول اللہؐ نے فرمایا "یہ بات مت کہہ اور جو تو پہلے کہتی تھی وہی کہہ" "قالت احدھن وفینا نبی یعلم مافی غد فقال دعی ھذہ و قولی بالذی کنت تقولین ○ " (مشکوٰۃ جلد دوم باب اعلان النکاح)

یہ واقعہ بھی تہذیب کلام اور احتیاط بیان سکھاتا ہے۔

علاوہ ازیں حضور رسالت مآبؐ نے شعرائے اسلام حضرت کعب بن زہیرؓ حضرت حسان بن ثابتؓ، حضرت عبداللہ بن رواحہ، حضرت کعب بن مالکؓ سے بنفس نفیس اشعار سماعت فرمائے اور ان کو اپنی پسندیدگی کی سند سے نوازا۔ اس طرح آپؐ کی شان اقدس میں مدحت کے پھول نچھاور کرنے والوں کے لئے آپؐ ہی کے دربار کے مستند شعراء کا مستند کلام محفوظ ہو گیا جس کی رخشندگی ہر عہد کے شعراء کے لئے راہ سخن کی مشکوٰۃ کا کام دے گی۔ بات یہیں پر ختم نہیں ہوتی بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے شعراء کی رہنمائی کیلئے دو ٹوک انداز میں لایعنی شاعری کی مذمت بھی فرما دی۔ حضرت ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے "ایک مرتبہ ہم رسول اللہؐ کے ساتھ عرج مقام میں چل رہے تھے۔ ایک شاعر شعر پڑھتا ہوا سامنے آیا۔ رسول اللہؐ نے فرمایا "اس شیطان کو پکڑو۔ آدمی کا پیٹ پیپ سے بھر جائے اس سے بہتر ہے کہ وہ اشعار کے ساتھ اسے بھرے" (مشکوٰۃ باب البیان والشعر بروایت مسلم)

ایک اور روایت میں حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ "نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس شعر کا تذکرہ ہوا۔ آپؐ نے فرمایا "شعر کلام ہے۔ اس کا اچھا، اچھا ہے اگر کلام برا ہے وہ برا ہے" (مشکوٰۃ باب البیان والشعر)

اس پس منظر میں ہم اردو نعتیہ سرمائے کا اجمالی جائزہ لیتے ہیں۔ بقول افسر صدیقی امروہوی اردو نظم گوئی کا دور نویں صدی ہجری سے شروع ہو گیا تھا۔ بہمنی عہد کے شاعر فخر الدین نظامی نے "مثنوی کدم راؤ پدم راؤ" کا آغاز حمد و نعتؐ سے کیا۔ اس کے بعد سے آج تک اردو کے ہر چھوٹے بڑے شاعر نے نعت لکھی ہے۔ برصغیر میں تو ہندوؤں نے بھی حضور پرنور رسول گرامی صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں قصیدہ خوانی کی ہے لیکن افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ اردو نعت پر تنقید نہیں ہوئی۔ اس کی

ایک وجہ تو وہی ہے جو حکیم آزاد انصاری نے اپنے اس شعر میں ظاہر کی ہے۔

افسوس بے شمار سخن ہائے گفتنی
خوف فساد خلق سے ناگفتہ رہ گئے

لیکن اس مسئلے پر سنجیدگی سے غور کرنے سے کچھ وجوہات اور بھی سمجھ میں آتی ہیں۔ مثلاً "پورے معاشرے میں غزل کو "سکہ رائج الوقت" کے طور پر قبول کر لیا گیا تھا اور غزل ہی اردو شاعری کا طرہ امتیاز تھی۔ شعراء کی تمام تر صلاحیتیں غزل گوئی کے لئے وقف تھیں۔ درباری وابستگیوں کے باعث دوسری معروف صنف سخن قصیدے کی تھی جس میں شعراء اپنے فن کا کمال دکھانے پر مجبور تھے چنانچہ پورے معاشرہ کا ذہن غزل اور قصیدے کی لسانی آبیاری میں لگا ہوا تھا کیونکہ زبان و بیان کی ذرا سی غلطی بھی برسر مشاعرہ شاعر کو رسوا کروا دیتی تھی۔ غالب نے مروجہ طرز سے ہٹ کر شعر کہے تو مرزا آغا جان عیش جیسے مجہول الاسم شاعر نے ان کا مضحکہ اڑایا۔

اگر اپنا کہا تم آپ ہی سمجھے تو کیا سمجھے
مزہ کہنے کا جب ہے اک کہے اور دوسرا سمجھے
کلام میر سمجھے اور زبان میرزا سمجھے
مگر ان کا کہا یہ آپ سمجھیں یا خدا سمجھے

مرثیہ، نعت کے علی الرغم، شاہان اودھ کی سرپرستی میں پروان چڑھا اس لئے مرثیے پر برسر مجلس نگاہ انتقاد ڈالی جانے لگی۔ چنانچہ مرثیہ گو شعراء نے تنقید سے بچنے اور درباروں میں رسوخ حاصل کرنے کے لئے اس صنف سخن کی خون دل سے آبیاری کی۔ انیسویں صدی میں مرثیہ اس مرتبے پر فائز ہو چکا تھا کہ شبلی نعمانی جیسے نابغہ روزگار نے اس کی تنقید پر قلم اٹھایا اور "موازنہ انیس و دبیر" جیسی وقیع کتاب لکھ دی۔ مرثیے کے ذریعے اہل تشیع نے اپنے افکار و نظریات کی ترویج و اشاعت کا بھی کام لیا۔

نعت کے سلسلے میں درباری سرپرستی کے شواہد کہیں نہیں ملتے۔ قلی قطب شاہ نے اگر نعت کہی تو وہ انفرادی ذوق تک محدود رہی۔ بس ایک رواج تھا کہ دواوین کی ابتداء حمد و نعت سے ہو۔ سو اس رواج کو بلا قید مذہب ہر اردو شاعر نے نباہا، تاہم مشاعروں میں شرکت کرنے والے اور کتابیں پڑھنے والے لوگوں کا طبقہ علم دین اور نعت کے شرعی لوازم سے پوری طرح آگاہ نہ تھا۔ اس لئے نعت پر تنقید کرنے کا رجحان پیدا نہ ہو سکا۔ ایک غلط خیال یہ بھی پیدا ہو گیا تھا جس کے اثرات اب تک

دکھائی دیتے ہیں کہ نعت پر تنقید کرنا سوئے ادب ہے۔ اسی غلط فہمی کی بنا پر نعت پر تنقید کی سنت تاحال تقریباً" چھوٹی ہوئی ہے۔ "سنت" کا لفظ میں نے سنت رسولؐ کے ٹھیٹ دینی معنی میں استعمال کیا ہے کیونکہ میں حضور اکرمؐ کے تنقیدی شعور کی ایک جھلک دکھا چکا ہوں۔

نعت پر نگاہ انتقاد نہ ڈالنے کی ایک وجہ یہ بھی سمجھ میں آتی ہے کہ عموماً" مستند شعراء قصیدہ گوئی اور غزل سرائی میں مگن تھے۔ انہوں نے داخل حسنات ہونے کے خیال سے اکا دکا نعتیں کہہ لی تھیں جن میں کم از کم مروجہ زبان و بیان کے معیارات کا لحاظ رکھا تھا۔ لیکن ایسی نعتوں کی اشاعت عوام میں نہ ہو سکی۔ اس کمی کو پورا کرنے کے لئے عوام کے ذوق طلب کی تسکین کرنے والے عاشقان رسولؐ میدان میں آگئے۔ ان شعراء کے خلوص میں تو کوئی شبہہ نہیں کیا جا سکتا لیکن نعت کے لئے جس علمی استعداد اور ادبی ذوق کی ضرورت تھی وہ ان لوگوں میں سرے سے موجود نہیں تھا۔ ان عشاق کے پیش نظر تو صرف عوامی جذبات کو برا نگیختہ کرنا تھا اور عوام اپنے محبوب، محبوب رب العالمین صلی اللہ علیہ وسلم کا تذکرہ اپنے خیال، اپنی فکر اور اپنی زبان میں ہی سننا چاہتے تھے اس لئے ان کی طلب کے مطابق عاشقان رسالت نے رسد بہم پہنچائی۔ عوام میں نعت کی ترویج، میلاد پارٹیوں اور نعت خوانوں کے ذریعے ہوئی اور رفتہ رفتہ نعت خوانی میں کاروباری عنصر بھی داخل ہو گیا اور یہ امر تسلیم شدہ ہے کہ کاروبار میں معیار (Quality) نہیں بلکہ طلب (Demand) دیکھی جاتی ہے۔ آج تو نعت خوانی نے ایک صنعت (Industry) کا درجہ حاصل کر لیا ہے (تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو "پاکستان میں نعت" از راجا رشید محمود بالخصوص "محافل نعت کی خصوصیات" صفحہ نمبر ۱۸۷) بہرحال نعت گوئی میں عوام کی اس شرکت نے نعت کے ادبی معیارات کو اپنے مرتبے پر نہیں رہنے دیا اور رفتہ رفتہ نعت گو شعراء اور عمومی مستند شعراء میں بعد پیدا ہوتا چلا گیا۔ نتیجتاً مستند شعری زبان اور نعت کی زبان بھی مختلف سمتوں پر گامزن رہی۔ اس طرح نعت گو شعراء کو غیر مستند شعراء سمجھا جانے لگا لہٰذا ان کی قلمی کاوشیں اور ادبی خدمات نقادوں کے لئے لائق اعتنا نہ ٹھہریں۔ اس فضا کو کچھ مستند شعراء نے نعت گوئی کے میدان میں آکر بدلنے کی کوشش کی لیکن ان کی قلت عوامی کثرت پر غالب نہ آسکی۔ بہرحال ان شعراء کا نعتیہ کلام رجحان ساز (Trend Setter) کلام ہے جن میں مولوی کرامت علی شہیدی، امیر مینائی، محسن کاکوروی، الطاف حسین حالی، مولانا ظفر علی خان، مولانا احمد رضا خان صاحب بریلوی، مولانا شبلی نعمانی اور علامہ اقبالؒ کے اسمائے گرامی شامل ہیں۔ قیام پاکستان کے بعد اس فہرست میں خاطر خواہ اضافہ ہو گیا لیکن نعت خوانی کی عمومی فضا وہی رہی جو پہلے تھی۔

بازار مدحت میں علمی معیار کی کساد بازاری عام تھی کہ عہد ضیاء الحق میں نعت گوئی کو سرکاری سطح پر فروغ حاصل ہونے لگا۔ سرکاری پذیرائی کا مثبت اثر تو یہ ہوا کہ اس صنف شریف کی طرف

مستند شعراء بھی مائل ہوئے اور منفی اثر یہ ہوا کہ "ادبی بونوں" اور شعری میدان کے چھٹ بھیوں نے کام پرستی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اس میدان میں اپنا سکہ جما لیا۔ چنانچہ بعض معیاری نعتیہ مجموعوں کے ساتھ ہی کچھ غیر معیاری نعتیہ مجموعے بھی چھپ کر بازار میں آگئے۔ افسوس اس امر کا ہے کہ تقریباً" ہر نعتیہ کتاب پر سکہ بند تبصرہ نگاروں نے تبصرے بھی کر دیئے۔ ان تبصروں کی روشنی میں ہر نعت گو شاعر سعدیؒ و قاآنیؒ کا ہم پلہ ٹھہرا۔ اب کس کی مجال تھی کہ ان مجموعوں کے معیارات فن کو جانچے لیکن تنقید کی ضرورت پر کم از کم ہر سنجیدہ اور اہل درد ادیب نے اپنی تحریروں میں زور دیا ہے۔ ان حضرات میں ڈاکٹر سید رفیع الدین اشفاق، ڈاکٹر فرمان فتحپوری، ڈاکٹر ریاض مجید، حفیظ تائب، راجا رشید محمود، ممتاز حسن، ڈاکٹر آفتاب احمد نقوی، ڈاکٹر محمد اسحاق قریشی وغیرہم کے اسمائے گرامی شامل ہیں۔ راقم الحروف نے بھی اپنی تالیف "جواہر النعت" کے مقدمے میں نعت میں تنقید کی ضرورت پر زور دیا تھا اور ایک طویل مقالے "پاکستان میں نعت گوئی" (مشمولہ مجلہ گورنمنٹ سٹی کالج، کراچی "پاکستان نمبر" مطبوعہ ۱۹۸۳ء) میں بھی اس طرف اشارے کئے تھے اور اب یہ کوشش ہے کہ دلوں کو ٹھیس لگائے بغیر اس موضوع پر کچھ معروضات پیش کروں ☆ کیونکہ میں نے دل کڑا کر کے کچھ مجموعہ ہائے نعت کو اس نقطہ نظر سے پڑھنے کی جسارت کی ہے اور ان پر کچھ نوٹ لکھے ہیں۔

واضح کرتا چلوں کہ میں نے حتی الوسع ایسی غلطیاں درخور اعتنا نہیں سمجھیں جن کو کھینچ تان کر یا بآسانی کاتب کے سر ڈالا جا سکے۔ بے وزن مصرعوں کو بھی بڑی احتیاط سے بار بار پڑھا ہے اور جب اطمینان ہو گیا کہ یہ مصرعہ یا شعر خود شاعر نے ایسا ہی لکھا ہو گا تب اس پر اپنی رائے دی ہے۔ شریعت کا وہ معیار بھی میں نے پیش نظر نہیں رکھا جو صرف علمائے دین کا حق ہے۔ نور و بشر کی بحث کو بھی میں نے اپنے مقالے میں جگہ نہیں دی ہے۔ اس لئے کہ ایک تو یہ بحث ہی غیر ضروری ہے کیونکہ امت کو سرور کائناتؐ کی اتباع کا حکم ہے۔ لفظی بحثوں میں الجھ کر ایک دوسرے کی تکفیر کا اسلامی تعلیمات میں سرے سے کوئی جواز ہے ہی نہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "کسی ایسی چیز کے پیچھے (محض ظن اور قیافہ کی بنیاد پر) نہ لگو جس کا تمہیں (قطعی) علم نہ ہو۔ یقیناً" آنکھ، کان اور دل (سب کے استعمال کے حوالے سے تم سے) بازپرس ہو گی" (القرآن ۱۷:۳۶)، تاہم جہاں کہیں تخن گسترانہ بات آپڑی ہے وہاں میں نے بڑے ادب سے کچھ عرض کرنے کی جسارت کی ہے اسی طرح وہ تمام مباحث جن کے وجود نے ایک امت، ایک مسلک اور ایک ہی مذہب (بمعنی فقہی طریق) کے لوگوں کو آپس میں ایک دوسرے کے خون کا پیاسا بنا رکھا ہے، میری تحریر میں بار نہیں پا سکے ہیں۔ میں نے تو زبان کے واضح انحراف اور بیان کے مبرہن مائل بہ خطا ہونے کی نشاندہی کو کافی سمجھا ہے۔ میں نے یہ بھی

کوشش کی ہے کہ کسی شاعر کی کسی بے احتیاطی کو اسی شاعر کے کسی اور شعر کی اصابت کا حوالہ دے کر قائل کروں تاکہ یہ تاثر پیدا نہ ہو کہ میں نے صرف خامیاں تلاش کی ہیں۔

آج کل تنقید کا عمومی رجحان مختلف دبستانوں میں بٹا ہوا ہے۔ مثلاً" مارکسی تنقید' جمالیاتی تنقید' نفسیاتی تنقید' رومانی تنقید' سائنٹفک تنقید' آرکی ٹائپل تنقید' ساختیاتی تنقید اور پس ساختیات کے زیر اثر ہونے والی تنقید ..... لیکن سوال پیدا ہوتا ہے کہ نعت کے موضوع پر قلم اٹھانے کے لئے ان دبستانوں میں سے کس دبستان کا سہارا لینا مناسب ہوگا۔ میرے خیال میں فی الوقت نعت پر تنقید کا وہی انداز اپنانا مناسب ہوگا جو اردو غزل کا روایتی انداز نقد ہے۔ اردو غزل کے ہزار ڈھنگ اور لہجے ہونے کے باوجود تغزل کے لئے میر کا لہجہ سند ہو جانا اور اس اسلوب کو ہر بڑے شاعر کی طرف سے خراج تحسین پیش کیا جانا (ناسخ' ذوق' غالب اور حسرت کے علاوہ بہت سے شعراء نے میر کے انداز تغزل کو تسلیم کیا ہے) اس بات کی علامت ہے کہ ان کا مذاق سخن بہت اعلیٰ تھا یہ الگ بات ہے کہ وہ عملی شاعری میں اس مذاق کو برتنے سے معذور تھے۔ ☆ا میر کی بات تو جملہ معترضہ کے طور پر آگئی۔ میں یہ عرض کر رہا تھا کہ نقد نعت کے لئے ہمیں جدید تنقیدی دبستانوں میں سے کسی سے مدد نہیں مل سکتی۔ اس ضمن میں تو ہمیں اردو کا روایتی انداز تنقید اپنانا ہوگا۔ ہماری روایتی تنقید زبان و بیان میں فصاحت و بلاغت اور عروض کے رموز و نکات تک محدود رہی ہے اور اس وقت نعت پر گفتگو کرتے ہوئے ہمیں انہی امور کو پیش نظر رکھنا ہوگا۔ علاوہ ازیں نعت کی پرکھ میں شعریت و شریعت دونوں کی حدود کا خیال رکھنا ضروری ہے۔ اب ملاحظہ ہوں میرے مطالعے کے نتائج:۔

(۱) اس جامع صفات کا کیا کیجئے بیاں
ناخواندہ ہے اگرچہ پہ معنی شناس ہے

(ماز ماز ۸۹ ۔ عبدالعزیز خالد)

عبدالعزیز خالد صاحب اس عہد کے سب سے اہم نعت گو شاعر ہیں۔ آپ بڑے قادر الکلام' بڑے فصیح اور کئی زبانوں پر یکساں قدرت رکھنے والے شاعر ہیں۔ لیکن انہوں نے اس شعر میں "امی" کا ترجمہ "ناخواندہ" کیا ہے جو محل نظر ہے۔ سید اختر عالم نے اپنی کتاب "حقیقت محمدیہ" ☆۲ میں لفظ "امی" پر سیر حاصل بحث کی ہے۔ انہوں نے اس لفظ کو "ام" سے مشتق بتایا ہے جس کے معنی "تقویم' منبع' محور' مسکن' ملجا و ماویٰ' سرچشمہ حیات' جائے پناہ' گہوارہ عاطفت' حیات پرور' مبدء فیض اور پرورش گاہ" لکھے ہیں۔ اس سلسلے میں انہوں نے "ام الکتاب" اور "ام القریٰ" کے الفاظ سے استدلال کیا ہے جو قرآن پاک میں استعمال ہوئے ہیں۔ مصنف نے علامہ راغب اصفہانی کی کتاب "المفردات فی غریب القرآن" سے یہ عبارت بھی نقل کی ہے "وقیل سمی بذالک لنسبتہ الی ام القریٰ" (اور یہ قول بھی پایا جاتا ہے کہ لفظ "امی" کا مسمیٰ حضور کو اس نسبت سے قرار دیا جاتا ہے جو آپ کو ام القریٰ یعنی مکہ سے ہے) مصنف علام نے تفصیل سے بتایا ہے کہ لفظ امی کو یہودیوں نے مسلمانوں کی تحقیر کرنے کے لئے جاہل' ان پڑھ اور ناخواندہ کے معنی پہنا دیئے جو بلا سوچے سمجھے قبول کر لئے گئے۔

حافظ شیرازی نے نعت نہیں کہی۔ صرف ایک شعر ان کی ایک غزل میں نعتیہ ہو گیا ہے۔ دیکھئے وہ "امی" کا تاثر کس خوبصورتی سے شعر میں اجاگر کرتے ہیں۔

نگار من کہ بمکتب نرفت و خط نہ نوشت
زغمزہ مسئلہ آموز صد مدرس شد

خود جناب عبدالعزیز خالد نے دوسرے اشعار میں اس سقم کو دور کر دیا ہے۔

نہ لکھی اس نے عبارت نہ پڑھی اس نے کتاب
لیکن ازبر اسے ہر علم کے ابواب و فصول

(ایضاً" ص ۱۰۵)

یا

امی نے کہا پہلے تو العلم سلاحی
پھر زور دیا علم کی تحصیل پہ بے حد

(ایضاً" ۱۱۵)

ان اشعار کی موجودگی میں قطعی یہ تصور نہیں کیا جاسکتا کہ شاعر موصوف امی کا ترجمہ "ناخواندہ" ہی کرنے پر مصر ہیں۔

(۲) ترے مقام سے روح الامیں بھی لوٹ آئے
ترے مقام کو پہنچے گا کیا بشر کوئی

(مہر عرب۔ فضل حق ۱۱)

مقام "ٹھہرنے کی جگہ" یا "منزل" کو کہتے ہیں۔ شعر سے یہ مترشح ہو رہا ہے جیسے جبرائیل بھی اس

منزل تک پہنچ چکے تھے جو حضورؐ کے لئے مخصوص تھی اور پھر وہاں سے جبرائیل امینؑ لوٹ آئے حالانکہ جبرئیل امینؑ تو مقام سدرۃ المنتہی سے آگے جا ہی نہیں سکے۔ پھر مقام سے لوٹ آنا، اختیاری فعل ہے اور آگے نہ بڑھ سکنا مجبوری ہے۔ لوٹ آنے میں ایک قسم کا "ذم" بھی ہے۔ غالب نے کہا تھا۔

بندگی میں بھی وہ آزادہ و خود بیں ہیں کہ ہم
الٹے پھر آئے در کعبہ اگر وا نہ ہوا

(۳) جو ان کے تصور میں ڈرے، ڈر کے پکارے
اس شوق پہ ہوتا ہے کرم اور زیادہ

(ایضاً" ۲۴)

کسی کے تصور میں ڈرنا عموماً" اس شخصیت کے حوالے سے ڈرنا ہوتا ہے جس میں ذم کا پہلو نکلا ہو۔ حضورؐ کا سامنا کرنے کا خوف دوسری چیز ہے کہ اس خوف میں اپنے اعمال پر ہونے والی ندامت پوشیدہ ہے۔ اس قسم کا خوف اگر اللہ سے ہو تو اس کے لئے دو جنتیں ہیں۔ ولمن خاف مقام ربہ جنتن (الرحمان ۴۶) جو شخص اپنے پروردگار کے سامنے کھڑے ہونے سے ڈرا اس کے لئے دو باغ ہیں۔ درج بالا شعر میں چونکہ یہ قرینہ نہیں ہے اس لئے اس میں ذم نمایاں ہوگیا ہے۔ پھر ڈر کر پکارنا ایک اضطراری عمل ہے جس کا "شوق" سے کوئی واسطہ نہیں۔ شوق اختیاری چیز ہے (ذوق)

یہ چاہتا ہے شوق کے قاصد بجائے مہر
آنکھ اپنی ہو لفافہ خط پہ لگی ہوئی

(۴) دولت فقر سے شاہی کو نوازا کس نے
کوئی سلطاں نہ ہوا فرش نشیں آپؐ کے بعد

(راغب مرادآبادی - ارمغان حرم - ص ۱۸)

پہلا مصرعہ بالکل ٹھیک ہے۔ دوسرے مصرعے میں سلطاں نہ (سلطانہ) پڑھا جاتا ہے جو تنافر حرفی کی مکروہ شکل ہے۔ پھر "آپؐ کے بعد" کہنے سے "اسلامی مزاج بادشاہی" کا تسلسل یکسر ختم کردیا گیا حالانکہ حضور اکرمؐ کے تربیت یافتہ خلفائے راشدین کا طرز خلافت اور اموی خلیفہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ بالخصوص اور مسلمانوں کے بیشتر دوسرے سلاطین بالعموم اس انداز سلطانی کو نباہتے رہے

ہیں۔ اس شعر میں حضورؐ کی مدح تو ہوگئی ہے لیکن آپ کی تعلیم کا اثر زائل ہوتا ہوا محسوس کیا جارہا ہے جو تاریخی طور پر درست نہیں۔ سہیل غازی پوری نے کیا خوب کہا ہے۔

پرتو رخ حبیبؐ کا جن کو ہوا نصیب
چمکیں مثال مہر منور وہ صورتیں

(۵) آپؐ صادق بھی امیں بھی صفت قرآں بھی
یہ تو ممکن ہی نہیں دل میں کبھی آز آئے

(چراغ عالمیں ص ۱۰۲ - اسماعیل انیس)

صادق اور امین حضور اکرمؐ کے اوصاف حمیدہ ہیں لیکن "صفت قرآں" کوئی شے نہیں ہے اس لئے کہ قرآن کریم میں حضورؐ کے اوصاف حمیدہ اور اسوہ حسنہ کا تذکرہ ہے قرآن کی اپنی کوئی صفت نہیں ہے۔ کلام اللہ کے اثرات اور اس کی حیثیت کا یہاں ذکر نہیں۔ پھر دوسرے مصرعے سے پہلے مصرعے کا کوئی جوڑ بھی نہیں ہے۔ ہر دو مصرعے دولخت ہیں۔ علاوہ ازیں "آز" اخلاق رذیلہ میں آتا ہے اخلاق حمیدہ کا ذکر کرکے اخلاق رذیلہ کی نفی کرنا کوئی نعت نہیں ہے بلکہ اس کے ذکر سے تو ذم پیدا ہوگیا۔

(۶) قرآن معظم کی قسم کچھ نہیں لکھتے
جز اسم نبیؐ لوح و قلم کچھ نہیں لکھتے

(ایضاً" ۱۷۱)

(۱) قرآن کریم میں خود اللہ رب العزت نے غیر اللہ کی قسم کھانے سے منع کیا ہے۔
(۲) لوح و قلم دونوں لکھنے کے کام نہیں آتے بلکہ لوح (تختی) پر قلم لکھتا ہے لہذا "لوح و قلم کچھ نہیں لکھتے" بالکل غلط ہے۔
(۳) قلم نے اللہ کے حکم سے لوح پر اللہ کی تمام مخلوقات کا احوال ان کی تقدیروں کے ساتھ لکھ دیا ہے۔ اتنا لکھ دینے کے بعد بھی اگر یہ کہا جائے کہ قلم سوائے اسم محمدؐ کے کچھ نہیں لکھتا اور پھر اس پر قرآن معظم کی قسم بھی کھائی جائے تو یہ جسارت ہے۔ اس سے اجتناب چاہئے۔

(۷) معراج کی شب بندہ و مولا پہ کھلا راز
گر عرش پہ ہوتے نہ ہم کچھ نہیں لکھتے

(ایضاً")

اس شعر سے دو باتیں سامنے آئیں۔ (۱) عرش پر ملاقات ہونے سے پہلے مولا (اللہ تعالیٰ) اور بندہ (رسول اکرمؐ) دونوں کچھ لکھنے کے راز سے ناواقف تھے۔ (۲) بندہ و مولا دونوں لکھنے کے عمل میں شریک تھے۔ . . . . . یہ دونوں باتیں لغو ہیں کیونکہ اللہ کا علم اضافہ سے مستغنی ہے۔ وہ تو ہمیشہ سے کامل ہے اور ہمیشہ کامل رہے گا اور لکھنے کے عمل میں اللہ کے حکم سے صرف قلم کا حصہ ہے۔ رسول اللہؐ نے تو کچھ مادی دنیا میں بھی نہیں لکھا چہ جائیکہ آپؐ اللہ کے ساتھ لکھنے کے عمل میں شرکت کرتے۔

(۸) جو مجسم ہے رحمتوں کا سحاب
وہ سراپا امنگ آہی گیا

(ایضاً" ۱۷۶)

مجسم رحمتوں کا سحاب ایک بلیغ استعارہ ہے لیکن "سراپا امنگ" سے بات بگڑ گئی۔ امنگ، شوق اور مستی سے عبارت ہے لہٰذا حضور اکرمؐ کو اس استعارہ کا مصداق بنانا مدح نہیں ذم ہے۔ اس قسم کے عمومی غزل کے انداز سے گریز نعت کی شرط اول ہے۔

(۹) مشورہ تخلیق عالم کیلئے درکار تھا
کیوں نہ ہوتے عرش پر مہماں چراغ عالمیں

(ایضاً" ۲۳۸)

یہ شعر بھی نہایت لغو ہے۔ اللہ کے امر "کن" سے کائنات وجود میں آگئی اور اس کے اربوں کھربوں سال بعد اللہ نے انسان کو پیدا کیا۔ پھر تمام انبیاء علیہم السلام تشریف لائے اور دنیا سے پردہ فرماگئے۔ آخر میں رسول اللہؐ تشریف لائے اور آپؐ کو معراج ہوئی۔ اس موقع پر تخلیق عالم کا مشورہ کیا معنی رکھتا ہے۔؟ پھر یہ بات اللہ کی شان میں گستاخی ہے کہ اللہ کے بندے اور باشعور بندے (یعنی شعراء) خود اللہ کو مشورہ کرنے کا محتاج سمجھیں۔
آیئے دیکھتے ہیں کہ معراج کا مقصد خود اللہ تعالیٰ نے کیا بتایا ہے۔
سبحن الذی اسری بعبدہ لیلاً من المسجد الحرام الی المسجد الاقصی الذی بر کنا حولہ لنریہ من ایتنا انہ ھو السمیع البصیر (بنی اسرائیل ۱) (ترجمہ: وہ ذات پاک ہے جو ایک رات اپنے بندے کو مسجد الحرام (یعنی خانہ کعبہ) سے مسجد اقصیٰ (یعنی بیت المقدس) تک جس کے گرداگرد ہم نے برکتیں رکھی ہیں، لے گیا تاکہ ہم اسے اپنی (قدرت کی) نشانیاں دکھائیں۔ بے شک وہ سننے والا (اور) دیکھنے والا ہے۔

سورہ والنجم میں ارشاد ہوتا ہے:۔
لقدرای من ایت ربہ الکبری (۱۸)
ترجمہ: انہوں نے اپنے پروردگار (کی قدرت) کی کتنی ہی بڑی بڑی نشانیاں دیکھیں۔
ان دونوں آیات قرآنی سے یہ بات واضح ہوگئی کہ معراج کا مقصد اللہ کی قدرت کی نشانیاں دکھانا تھا۔ سورہ بنی اسرائیل کا آغاز بھی اس بات کی علامت ہے کہ حضور اکرمؐ بحیثیت "عبد" اپنے معبود کی نشانیاں دیکھنے تشریف لے گئے تھے۔ لیکن بقول اقبالؒ "عبدہٗ" کے راز سے کوئی آگاہ نہیں ہے۔

کس ز سر عبدہٗ آگاہ نیست
عبدہ جز سر الا اللہ نیست

حضرت علامہ احمد سعید کاظمیؒ "عبدہٗ" کے حوالے سے فرماتے ہیں "معراج کے بیان میں عبدہٗ فرما کر اس حقیقت کی طرف اشارہ فرما دیا کہ باوجود اس قرب عظیم کے جو شب معراج میرے حبیبؐ کو حاصل ہوا، وہ میرے عبد ہی ہیں۔۔۔ معبود نہیں۔ (معراج النبیؐ ص ۱۲۔ مطبوعہ مدینہ پبلشنگ کمپنی، کراچی)

(۱۰) ناز فرماتا رہا اوج کمال مصطفےٰؐ
اور کلمہ اک طرف زنجیر در پڑھتی رہی

(ایضاً" ۱۸۸)

نعت میں اصل واقعہ بڑی احتیاط سے بیان کرنے کی ضرورت ہے۔ من چاہے خیال کو واقعہ بنا کر پیش کرنے سے موضوع روایات میں اضافہ کا امکان ہوتا ہے جس سے حبط اعمال کا خطرہ ہے۔ درج بالا شعر پڑھ کر معراج کی طرف ذہن منتقل ہوتا ہے لیکن معراج کے واقعے میں زنجیر در کا کلمہ پڑھنا کہیں مذکور نہیں۔

(۱۱) آگئی سامنے آنکھوں کے خدا کی صورت
آئے سرکارؐ جو اللہ کی برہاں بن کر

(نیر اعظم از اعظم چشتی ۳۴)

سرکار رسالت مآبؐ کا دیدار کرکے خدا کی صورت صرف اس کو یاد آسکتی ہے جس نے خدا کو دیکھا ہو اور چونکہ یہ محال ہے اس لئے یہ شعر درست نہیں ہے۔ پھر اس شعر میں ناظر متعین نہیں ہے چنانچہ قرائن سے ناظر خود شاعر کو ماننا پڑتا ہے جس کے لئے یہ دعویٰ لغو ٹھہرتا ہے۔ "برہاں" کے

"من" کا غنہ "مین" کے "ب" کیسا ساتھ بہت کھٹکتا ہے۔

(۲) دوزخ میں جائے گا نہ کوئی امتی مرا
اللہ سے ہوا ہے یہ پیمانِ مصطفیٰؐ

(ایضاً "۳۷")

پہلے مصرعے میں "امتی مرا" کے الفاظ سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ شاعر کسی حدیث کے الفاظ نقل کر رہا ہے۔ لیکن حدیث میں غیر مشروط طور پر دوزخ سے بری ہونا ثابت نہیں۔ دوزخ سے بری ہونے کا مطلب ہے جنت میں جانا اور جنت میں داخلے کی شرائط حضور اکرمؐ نے حضرت عمیرؓ کی حدیث کے مطابق حجۃ الوداع کے موقع پر یوں بیان فرمائی ہیں :۔۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم :" وہ لوگ جو پانچ وقت فرض نمازوں کو ٹھیک ادا کرتے ہیں۔ رمضان کے روزے رکھتے ہیں تاکہ اللہ تعالیٰ راضی ہو۔ زکواۃ دلی رغبت سے ادا کرتے ہیں۔ محض اس نیت سے کہ آخرت کا توشہ ثابت ہو اور ان بڑے بڑے گناہوں سے اجتناب کرتے ہیں جن سے اللہ پاک نے منع فرمایا ہے۔ اللہ کے دوست ہیں۔"

صحابہؓ :" اے اللہ کے نبیؐ! وہ گناہ کبیرہ کون کون سے ہیں۔؟"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم :" وہ نو ہیں۔ اللہ کا شریک ٹھہرانا۔ ناحق کسی مومن کی جان لینا۔ جہاد سے منہ موڑنا۔ کسی پاکباز و پاکدامن خاتون پر بہتان لگانا۔ جادو کا علم سیکھنا۔ یتیم کا مال کھانا۔ مسلمان والدین کے حقوق ادا نہ کرنا۔ سود خوری۔ بیت اللہ کی بے حرمتی کرنا۔ حالانکہ اسی کی طرف رخ کرکے نماز ادا کرتے ہو اور مرنے کے بعد قبر میں بیت اللہ کی جانب تمہارا رخ کیا جاتا ہے۔ ایسا شخص جو ان کبیرہ گناہوں سے اپنے آپ کو محفوظ رکھے، نماز ٹھیک سے ادا کرے اور زکواۃ کی ادائگی بھی کرتا ہو تو یقیناً" ایسا شخص جنتی ہے اور اسے جنت میں میری رفاقت نصیب ہوگی (طبرانی ۔ بحوالہ نقوش رسولؐ نمبر جلد ۷، صفحہ ۸۸)

دوسرے مصرعے میں اللہ سے پیمانِ مصطفیٰؐ ہونے کا اعلان بھی دوزخ میں کسی امتی کے نہ جانے کے حوالے سے، محض تخیلاتی ہے اور دینی شاعری (نعت نبیؐ) میں تخیلاتی روایتوں کی کوئی گنجائش نہیں۔

(۳) انسانیت کو بخشی وہ توقیر آپؐ نے
ہر آدمی سمجھنے لگا ہے خدا ہوں میں

(ایضاً "۳۱")

یہ شعر پڑھ کر تو میرے رونگھٹے کھڑے ہوگئے۔ نعت رسولؐ میں اتنی بڑی جسارت ...... ! حضور انور کا فرمان ہے "العجز فخری" (تواضع و انکسار میرا فخر ہے)۔ آپؐ نے انسانوں کو انسانوں کی غلامی سے نکال کر ایک اللہ کی غلامی میں دے دیا اور معیار فضیلت نسل، رنگ، زبان، یا مال اور اولاد کی کثرت کے بجائے تقویٰ قرار دیا۔ متقی تو ہوتا ہی وہ ہے جس کے دل میں عظمت رب بیٹھ چکی ہو پھر یہ کیونکر ممکن ہے کہ اللہ کی عظمت کا قائل آدمی کسی لمحہ خود کو خدا سمجھنے لگے۔ حضورؐ کا مرتبہ اللہ کی مخلوق میں سب سے افضل ہے اور آپؐ اپنے عجز پر فخر فرما رہے ہیں تو یہ کیسے ممکن تھا کہ آپؐ کی تعلیم سے امت میں فرعونیت جنم لے لیتی۔ ہذا بہتانٌ عظیم !! اللہ شاعر مرحوم کو حشر کی شرمندگی سے محفوظ رکھے۔ (آمین) اس مضمون کو عاصی کرنالی نے کیا خوب باندھا ہے۔

شرف ملا بشریت زوالا حرام ہوئی
جہاں میں رحمت سرکارؐ اتنی عام ہوئی

۱۴۔ کوثر یہ بات میں نہیں کہتا خدا گواہ
کہتی ہے یہ کتاب ہدایت رسولؐ کی

(حرا کا چاند ص ۳۶۔ از محمد صابر کوثر)

(۱۵) کون ہیں کیا ہیں محمدؐ کچھ پتہ ہم کو نہیں
یوں تو ہم دن رات پڑھتے ہیں سہیل ان کی کتاب

(شہر علم از سہیل غازی پوری ۲۵)

مشرکین مکہ "قرآن" کو اللہ کی کتاب ماننے کے لئے تیار نہیں تھے۔ آج بھی غیر اسلامی دنیا یہی سمجھتی ہے کہ قرآن حضور اکرمؐ کی تصنیف ہے۔ انگریزوں نے برصغیر ہندو پاک میں مسلمانوں کے لئے شرعی قانون نافذ کیا تو اس کو بھی اسلامی قانون یا قانون شریعت کہنے کی بجائے محمڈن لاء (Muhammadan Law) کا نام دیا گیا۔ ایسی صورت حال میں احتیاط کا تقاضہ یہ ہے کہ نعت گو شعراء اشارتاً بھی ایسی بات نہ کہیں جس سے غیر مسلموں کے باطل خیال کی تائید ہونے کا امکان ہو یا کوئی عبارت دشمنان اسلام کی مزید گمراہی کا سبب بن سکتی ہو۔ قرآن کریم میں اللہ رب العزت نے مشرکین کا بطلان اس طرح فرمایا ہے ام یقولون افترٰہ بل ھوالحق من ربک (کیا یہ لوگ کہتے ہیں کہ پیغمبر نے اس کو خود بنا لیا ہے (نہیں) بلکہ وہ تمہارے پروردگار کی طرف سے برحق ہے) (السجدہ آیت نمبر ۳) درج بالا دونوں اشعار سے یہی تاثر ملتا ہے کہ کتاب ہدایت حضورؐ کی اپنی کتاب ہے۔

(۱۶) مدینے کا سفر بالک فقط اک بار ہوجائے
پھر اس کے بعد چاہے زندگی دشوار ہوجائے

(شہر علم از سہیل غازی پوری ۱۳۰)

اللہ تعالیٰ سے مدینے کے ایک بار کے سفر کی دعا کو بقیہ زندگی کے دشوار ہوجانے سے مشروط کردیا گیا ہے۔ جذبہ تو بہت اچھا ہے لیکن یہ طریقہ حضور اکرمؐ کے سکھائے ہوئے آداب دعا کے منافی ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا "دعا کار آمد اور نفع مند ہوتی ہے۔ ان حوادث میں بھی جو نازل ہوچکے ہیں اور ان میں بھی جو ابھی نازل نہیں ہوئے۔ پس اے خدا کے بندو دعا کا اہتمام کرو۔ (جامع ترمذی)

ایک اور حدیث ہے "تمہارے پروردگار میں بدرجہ غایت حیا اور کرم کی صفت ہے۔ جب بندہ اس کے آگے مانگنے کے لئے ہاتھ پھیلاتا ہے تو اس کو شرم آتی ہے کہ ان کو خالی واپس کرے (کچھ نہ

کچھ عطا فرمانے کا فیصلہ ضرور فرماتا ہے) (جامع ترمذی، سنن ابی داؤد) ایک اور موقع پر آقاؐ نے ارشاد فرمایا "تم کبھی اپنے حق میں یا اپنی اولاد اور مال و جائیداد کے حق میں بددعا نہ کرو۔ مبادا وہ وقت قبولیت کا ہو اور تمہاری وہ دعا اللہ تعالیٰ قبول فرمالے (صحیح مسلم) (تمام احادیث معارف الحدیث جلد ۵ صفحات ۱۲۰ تا ۱۲۸ سے نقل کی گئی ہیں) اس لئے لازم ہے کہ نعت میں جو کچھ لکھا جائے وہ سنجیدگی سے حال بنا کر لکھا جائے۔ محض قال نہ ہو۔ دعائیں غیر مشروط ہوں۔

اس ضمن میں ایک اور نکتے کی طرف توجہ مبذول کروانی ہے کہ مدینے کے سفر کے بعد تقویٰ اختیار کرنے کے امکانات روشن ہوجاتے ہیں اور اتباع رسولؐ کی توفیق مل جانے کے بعد زندگی خوشگوار ہوجاتی ہے، دشوار نہیں۔ لہٰذا مدینے کی حاضری کے بعد زندگی دشوار ہونے کا تصور گویا یہ سوئے ظن ہے ساقی کوثر کے باب میں

(۱۷) رسول پاکؐ جو لوٹے خدا کی محفل سے
قدم قدم پہ ہوا معجزہ مدینے میں

(شہر علم از سہیل غازی پوری ص ۱۳۰)

اس شعر سے معراج النبیؐ کی طرف ذہن منتقل ہوتا ہے۔ ساتھ ہی یہ تاثر بھی ملتا ہے کہ یہ واقعہ مدینے کا ہے جبکہ معراج مکہ معظمہ میں ہوئی تھی۔

(۱۸) اللہ یہ کہتا ہے کہ جنت ہے اسی کی
بطحا کی زمیں کا جسے ارمان رہے گا

(ایضاً ص ۱۳۲)

اللہ اور اس کے رسولؐ کی طرف جو بات بھی منسوب کی جائے وہ یا تو اصل زبان میں ہو یا صرف لفظی ترجمہ ہو۔ تعلیم دین کا اپنا ادراک (Perception) اللہ یا رسول اللہؐ سے براہ راست منسوب کرنا خطا ہے۔ (ملاحظہ ہو شعر نمبر ۱۲ پر تبصرہ)

(۱۹) صدیق حشر تک کیلئے خضر کی طرح
گم گشتہ منزلوں کا اشارہ رسولؐ ہیں

(اظہار عقیدت از صدیق فتحپوری ص ۷۹)

رسول اللہؐ کو خضرؑ سے تشبیہہ دینا حضور اکرمؐ کی شان رسالت کا استخفاف ہے کیونکہ حضرت خضرؑ کا جزئی علم جو علم تکوین کے اسرار سے تعلق رکھتا تھا حضرت موسیٰؑ کے جامع علم تشریعی پر فائق

نہیں ہو سکتا (ص ۴۳۶ قصص القرآن جلد ا۔ مولانا محمد حفظ الرحمٰن سیوہاروی) اور جب حضرت خضرؑ کا مقام حضرت موسیٰؑ سے بھی کم ہے تو حضورؐ سے بڑھ کیسے سکتا ہے۔ تشبیہہ تو عموماً شان بڑھا کر دکھانے کے لئے دی جاتی ہے اور یہاں معاملہ برعکس ہے۔

(۲۰) رب العزت خود کہتا ہے ان کے بارے میں صدیق
نبیوں میں ہیں شاہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم

(ایضاً" ۱۳۰)

یہاں شاعر نے مصرعہ ثانی پورا کا پورا اللہ سے منسوب کردیا ہے گویا یہ مصرعہ Reported Speech ہے لیکن واوین کی عدم موجودگی اس بات کی علامت ہے کہ یہ اللہ کے الفاظ یا ان کا محض (Exact) ترجمہ نہیں ہے۔ پھر یہ الفاظ قرآن و حدیث سے بھی نہیں لئے گئے ہیں لہذا ثابت ہوا کہ شاعر نے اپنا شعور ذات محمدیؐ شعر کے قالب میں ڈھالا ہے۔ اس طرح کے خیالات کو براہ راست اللہ سے منسوب کرنا بہت بڑی جسارت ہے۔ (مزید دیکھئے شعر نمبر ۱۸ اور اس پر تبصرہ)

(۲۱) وہ فرشتہ ہیں انسان کے روپ میں
ان کا ہر قول ہر فعل منشور ہے

(ثنائے رسولؐ از انصار الحق قریشی کمراعظمی)

انسان اشرف المخلوقات اور مسجود ملائک ہے۔ کسی نیک آدمی کو عموماً فرشتہ خصلت کہتے ہیں اس لئے کہ اس کے وجود سے خیر پھیلتا ہے۔ لیکن سید الانبیاء حضور، ختمی مرتبتؐ کو فرشتہ کہنا آپؐ کے مقام رسالت کا استخفاف ہے۔ دوسرے مصرعے سے یہ مترشح ہوتا ہے کہ غالباً حضورؐ کا ہر فعل منشور اس لئے ہے کہ آپؐ انسان کے روپ میں فرشتہ ہیں اور فرشتہ کا ہر قول و فعل منشور ہوتا ہے اور یہ بات حقیقت سے بعید ہے۔ اس شعر میں لفظ فرشتہ حضورؐ کے لئے استعمال کیا ہے جبکہ دوسرے شعر میں اسی لفظ کی تعمیم (Generalization) کردی ہے۔

(۲۲) فرشتہ ہے بے شک وہ انساں نہیں ہے
ذرا سی جو پا جائے خوئے محمدؐ

(ایضاً" ۱۳۶)

اس شعر میں شاعر ہر صالح مسلمان کو فرشتہ کہہ رہا ہے۔ نعت ایک مقدس صنف سخن ہے۔ اس میں دینی اصطلاحات کا استعمال بڑی احتیاط چاہتا ہے۔ عوام کا روز مرہ کسی اور صنف سخن میں تو چل

سکتا ہے لیکن نعت میں نہیں۔

(۲۳) فرشتے بھی ہیں ان کی حرمت کے قائل
ہر اک غم زدہ کے ہیں محرم محمدؐ

(ایضاً" ص ۱۳۲)

فرشتے اللہ کی وہ مخلوق ہیں جو صرف احکامات الٰہیہ کی تعمیل کرتی ہے۔ آدمؑ کو سجدہ بھی فرشتوں نے آدمؑ کی عظمت کا قائل ہو کر نہیں بلکہ حکم الٰہی پر کیا تھا۔ کسی کی عظمت کا قائل ہو کر اس کا احترام کرنا اختیاری فعل ہے اور فرشتوں کو اختیار نہیں دیا گیا۔ سو بے اختیار مخلوق کا قائل ہونا اور اس کا اظہار ہونا محال عقلی بھی ہے محال نقلی بھی۔ اس کے برعکس انسان کسی کی تعریف کریں تو اس کی عظمت تسلیم کرلی جاتی ہے اور تعریف کرنے والوں کی نسل، زبان، رنگ اور مذہب بھی نہیں دیکھے جاتے۔ یہی وجہ ہے کہ مشرکین مکہ کی طرف سے حضورؐ کو صادق اور امین کہہ کر پکارا جانا آج بھی قابل ذکر ہے۔ علاوہ ازیں غم زدوں کا "محرم" کہنے سے ہمدرد اور غمگسار ہونے کا مفہوم ادا نہیں ہوتا۔ حضور اکرمؐ غم زدوں کے غم خوار تھے نہ کہ صرف محرم۔

(۲۴) محمدؐ زمیں پر خدا کے ہیں نائب
محمدؐ سے عالم ہے عالم محمدؐ

(ایضاً" ۱۳۲)

آدمؑ اور ان کی تمام اولاد اللہ کی خلافت اور نیابت میں داخل ہے جس میں حضور اکرمؐ بھی داخل ہیں۔ حضورؐ کی عظمت سید الانبیاء ہونے میں اور حبیب اللہ کے درجے پر فائز ہونے میں ہے کیونکہ اس مرتبے پر کائنات میں آپؐ کے سوا کوئی بھی فائز نہیں ہوا۔ عمومی باتوں سے شان محمدؐ کے بیان کا حق ادا نہیں ہوگا۔

(۲۵) عشق سرکار دو عالم ہے اگر کفر تو پھر
خود کو کچھ اور نہ کافر کے علاوہ لکھوں

(مرے آقاؐ از امید فاضلی ۲۴)

عشق رسولؐ ہر مسلمان کے ایمان کا جزو ہے اور ہونا بھی چاہئے کہ اس کے بغیر ایمان کامل ہی نہیں ہوتا۔ عشق رسولؐ کا دعویٰ اگر اتباع سنت کی قوی دلیل پر قائم ہے تو کسی کو اس عشق پر اعتراض کرنے کی جرات نہیں ہوسکتی۔ لیکن اگر دعویٰ بلا دلیل ہے اور کسی نے اعتراض کردیا ہے تو

اس کا جواب اس طرح دینا کہ خود کو کافر کہنے لگیں، عمل سے گریز کی بدترین شکل ہے۔ بالفرض یہ دعویٰ بالکل سچا ہے اور قول و عمل کے اتحاد کے ساتھ کیا گیا ہے تو لازم ہے کہ اعتراض کرنے والے سے دو ٹوک لفظوں میں کہہ دیا جائے۔ "لکم دینکم ولی دین" (کافرون) (تم اپنے دین پر میں اپنے دین پر) لیکن طعنۂ غیر کے جواب میں خود کو "کافر" کہنے یا لکھتے رہنے پر اصرار کرنا مستحسن نہیں۔ غزل کا کافر کچھ اور ہے نعت کا کچھ اور میر کا بہترین شعر ہے۔

سخت کافر تھا جس نے پہلے میر
مذہب عشق اختیار کیا

لیکن یہی شعر اگر نعت میں ہوتا تو بدترین شعر کہلاتا۔

(۳۶) جنہیں خبر ہے کہ سرکارؐ ادھر سے گزرے ہیں
وہ آسمان کو سر پر اٹھائے پھرتے ہیں

(ایضاً" ۴۲)

آسمان سر پر اٹھانے کا مطلب ہے شور و غل کرنا، نہایت ادھم مچانا، چیخنا چلانا، آفت برپا کرنا، تو محاورہ کی روشنی میں شعر کا مطلب یہ لیا جائے گا کہ جن لوگوں کو یہ معلوم ہے کہ حضورؐ آسمان پر سے گزرے ہیں وہ شور و غل کرتے پھرتے ہیں۔ اس صورت میں یہ شعر رند کے اس شعر سے مختلف نہیں لگتا۔

شور و شر کرتے ہیں یہ ہستی دوروزہ پہ
آسماں اہل نشہ سر پہ اٹھا لیتے ہیں

سر پر رکھنا البتہ تعظیماً" سر پر اٹھا کر رکھنے کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔

ہاتھ جرأت کے جو کل سنگ در یار لگا
کبھی چھاتی سے لگایا کبھی سر پر رکھا

(جرأت)

لیکن آسمان کو اختیاری طور پر تعظیماً" اٹھایا ہی نہیں جا سکتا وہ تو ہر ارضی مخلوق کے سر پر تنا ہوا ہے لہٰذا اگر تعظیم کے قرینے سے بھی شعر کو دیکھا جائے تو بات نہیں بنتی۔ ویسے "سر پر اٹھائے پھرتے ہیں" سے یہ مفہوم قطعی نہیں نکلا

(۲۷) آپؐ کا نام جب لیا آپؐ کا ذکر جب کیا
دل کو سکون دل ملا صل علیٰ محمدؐ

(ایضاً" ۴۴)

"دل کو سکون دل ملا" اگر "مجھ کو سکون دل ملا" ہوتا تو بہتر ہوتا۔

(۲۸) یٰسیں، رؤف، کنز خفی، انما، بشیرؐ
کس کس طرح سے حق نے سنوارا ہے تیرا نام

(ایضاً" ۷۲)

اس شعر میں "انما" اور "کنز خفی" کو مخبر صادق محمد الرسول اللہؐ کے ناموں کے طور پر لکھا ہے جبکہ اول الذکر ایک آیت میں بالمعنی استعمال ہوا ہے اور موخر الذکر حدیث قدسی کے مطابق خود اللہ تعالیٰ نے اپنی کیفیت بتائی ہے۔ ملاحظہ ہو نص قرآنی اور حدیث قدسی۔

"قل انما انا بشر مثلکم یوحی الی (حم السجدہ ۴۱ ایت نمبر ۶")
(کہہ دیجئے کہ میں بھی آدمی ہوں جیسے تم (ہاں) مجھ پر وحی آتی ہے)
ملاحظہ ہو حدیث قدسی (حدیث قدسی وہ حدیث ہوتی ہے جس میں مخبر صادق کسی بات کو اللہ سے منسوب فرمائیں)

"کنت کنزا مخفیا فاحبیت ان اعرف فخلقت الخلق" (میں کنز مخفی (چھپا ہوا خزانہ) تھا۔ میں نے چاہا کہ پہچانا جاؤں لہٰذا میں نے خلق کو پیدا کیا)
ایک عارف باللہ حضرت علامہ رزی جے پوری نے فرمایا تھا

محمدؐ کو خدا کہنا، خدا کو مصطفیٰؐ کہنا
یہ ہے ترک مدارج، شرک ہے، الزام و تہمت ہے

(۲۹) جن مراحل میں محمدؐ سے بشر چلتے ہیں
ان پہ چلتے ہوئے جبریلؑ کے پر جلتے ہیں

(ایضاً" ۱۳۷)

اس شعر میں واقعہ معراج کی طرف اشارہ ہے لیکن "محمدؐ سے بشر چلتے ہیں" سے یہ تاثر ملتا ہے جیسے محمدؐ کی طرح اور لوگ بھی ہیں جنہیں معراج ہوئی ہے۔ یہاں بیان کی تعمیم

(Generalization) کی ضرورت نہیں تھی بلکہ موقع محل کے لحاظ سے تخصیص (Particularity)

کی ضرورت تھی۔ جیسے امید فاضلی صاحب کا اپنا ہی مصرعہ ہے۔

ع محمدؐ کے محمدؐ سا بشر کون ہوا

(۳۰) وہ کنز مخفی و مولائے کل سراج منیر
میں اس کے در کے غلاموں کا اک غلام حقیر
وہ دو جہان کا آقاؐ میں بے نوا و فقیر
میں صرف ایک بھکاری وہ مالک تقدیر
وہ شہر علم مجھے علم آشنا کردے
گداز عشق نوا کو مری عطا کردے

(ایضاً" ۱۳۴)

کنز مخفی پر گفتگو ہو چکی ہے۔ مسدس کے اس بند میں چوتھے مصرعے کو ملاحظہ فرمایئے۔ اس میں حضورؐ کو "مالک تقدیر" کہا گیا ہے۔ اس مسئلے پر صرف ایک آیت قرآن کریم سے اور ایک حوالہ ایمان مفصل سے درج کرتا ہوں۔ خلقہ فقدرہ (۱۹ عبس) اللہ نے اسے (انسان کو) پیدا کیا پھر اس کی تقدیر مقرر کی۔ ایمان مفصل بچوں کو قاعدہ پڑھانے کے ساتھ ہی یاد کرایا جاتا ہے۔ آیئے ہم آج اسے بھی دہرالیں۔ امنت باللہ وملئکتہ و کتبہ و رسلہ والیوم الاخر والقدر خیرہ و شرہ من اللہ تعالٰی والبعث بعد الموت ○

(ترجمہ: ایمان لایا میں اللہ پر اور اس کے فرشتوں پر اور اس کی کتابوں پر اور اس کے رسولوں پر اور قیامت کے دن پر اور اس پر کہ اچھی اور بری تقدیر اللہ کی طرف سے ہوتی ہے.....) اس مسئلے پر اب کسی تفصیلی بحث کی ضرورت نہیں کہ "مالک تقدیر" صرف اور صرف اللہ ہے۔

(۳۱) سلام اس کنز مخفی پر جو وحدت کا خزانہ ہے
جو مولائے دو عالم ہے جو آقائے زمانہ ہے

(ایضاً" ۱۳۹)

اس شعر میں اگر "سلام" نہ ہو تو یہ حمد کا شعر تصور کیا جائے۔ کنز مخفی بھی اللہ ہے اور "وحدت" کا خزانہ بھی وہی ہے۔

(۳۲) تصور میں مدینہ آگیا ہے
کہ قاروں کا خزانہ آگیا ہے

(اظہار عقیدت از صدیق فتحپوری ۱۲۴)

مدینہ دیکھ کر یا اس کا تصور کرکے اگر اتنی ہی خوشی ہو جتنی دنیاوی دولت ملنے پر ہوتی ہے تو یہ مدینے کا استخفاف ہے۔ قارون کا خزانہ اللہ کے غضب کا نشانہ بن کر عبرت کی علامت ہوگیا ہے لہٰذا قارون کے حوالے سے شعر میں اک گونہ کراہیت پیدا ہوگئی ہے۔ قارون کے "ن" کا اعلان ہونا چاہئے تھا۔ "قاروں کا خزانہ" کھٹکتا ہے۔

(۳۳) یہ مظفر ایسا مکین ہے کہ فلک پہ جس کی زمین ہے
یہ سگ براق نشین ہے اسے شہسوار صبا کہو

(نور ازل از مظفر وارثی ۱۷)

"براق" ایک جانور تھا جو خچر سے چھوٹا سفید رنگ کا تھا اور حرم شریف کے دروازے پر شب معراج میں حضور اکرمؐ کی سواری کے لئے جبرئیل امینؑ نے پیش کیا تھا۔ اس کی سبک رفتاری کا یہ عالم تھا کہ حد نگاہ اور حد رفتار یکساں نظر آتی تھی کہ اچانک بیت المقدس تک جا پہنچے۔ (قصص القرآن جلد ۴ صفحہ ۳۰۴) پورے اسلامی لٹریچر میں براق کی سواری کا ذکر رسول اللہؐ کے علاوہ نہ تو کسی نبی کی زندگی میں ملتا ہے نہ کسی ولی کو براق پر بیٹھنے کا تجربہ ہوا ہے۔ عام آدمی کا تو پوچھنا ہی کیا ہے۔ اس لئے شاعر کا خود کو "براق نشین" کہنا محل نظر ہے۔ تاریخی تناظر میں "سگ براق نشین" کی ترکیب میں بھی "ذم" ہے۔

(۳۴)

کبھی یہاں کی کبھی وہاں کی کریں صدارت وہ دو جہاں کی
دکھائی دیتے ہیں فرش و عرش بریں کے پنڈال پر محمدؐ (ایضاً" ۵۲)

فرش پر خیمہ، شامیانہ یا پنڈال لگایا جاتا ہے لیکن عرش پر کسی پنڈال کا تصور نہیں کیا جاسکتا۔ علاوہ ازیں پنڈال کے نیچے بیٹھتے ہیں اوپر نہیں۔ شوق قافیہ پیمائی میں شاعر کی نظر اس ذم کی طرف نہیں گئی۔

(۳۵)

سورہ اقراء کی کہتی ہے مجھے شرح ہیں

علم کے باب نہاں میرے رسول اللہؐ ہیں (وحدت و مدحت از جمیل عظیم آبادی۔ ۹۲)

"سورہ اقراء کی شرح میں مجھے کہتی ہے" اس کی شعری بندش عقیدے کے ساتھ بہت قبیح ہے۔ واضح حدیث موجود ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے آپ کو "شہر علم" بتایا ہے اور حضرت علیؓ کو "باب علم" پھر حضورؐ کو علم کا بھی "چھپا ہوا (باب نہاں) دروازہ" کہنا کہاں کی مدح ہے۔؟ اس طرح تو مقام رسالت کا استخفاف ہوگیا۔

(۳۶) ہے وسیلہ آپؐ کا جو سرخرو ہوں میں جمیل
ورنہ دور ابتلا میں ڈالتا ہے کون گھاس (ایضاً" ۱۰۸)

"گھاس ڈالنا" بمعنی قدر کرنا عوام تو استعمال کرتے ہیں لیکن یہ شعرو سخن کی زبان نہیں ہے۔ پھر نعت میں تو زبان کے استعمال میں متانت و سنجیدگی کا خیال رکھنا بہت ضروری ہے۔

(۳۷) یہ بھی ہے ان کی نوازش ورنہ میں کیا ہوں جمیل
بزم میں شہرت ہے میری مدحت سرکارؐ سے (ایضاً" ۱۱۹)

بزم کتنی ہی بڑی کیوں نہ ہو محدود ہوتی ہے۔ اس لئے شہرت کا دائرہ بہت محدود ہوگیا۔ بزم میں عزت ہونا قرین قیاس ہے۔ شہرت کے لئے اگر یہ کہا جاتا تو بہتر تھا۔ میری شہرت ہے جہاں میں مدحت سرکارؐ سے۔

وصف لکھتا ہوں نبیؐ کے حسن عالمگیر کا
کیوں نہ شہروں شہروں شہرہ ہو مری تحریر کا
(لطیف بریلوی)

(۳۸) کیا رتبہ عالی ہے شہہ دیں کا ہمارے
اللہ کا محبوب ہے وہ اس کی زباں ہے
(ایضاً" ۸۹)

پہلے مصرعے میں "شہہ دیں کا ہمارے" اور مصرعہ ثانی میں "محبوب ہے وہ" اور "زباں" ہے" میں شتر گربہ ہے۔

(۳۹) جمیل بے نوا مطلوب ہے گر سایہ رحمت
نبیؐ کی نعت لکھنے میں تو مصروف قلم ہوجا
(ایضاً" ۱۵۴)

"نعت لکھنے میں مصروف ہوجا" تو بات ٹھیک ہے لیکن "مصروف قلم ہوجا" سمجھ میں نہیں آیا ......؟

(۴۰) تنہا رسول پاکؐ ملے ہیں خدا کے ساتھ
ایسا کبھی ہوا ہے کسی انبیاء کے ساتھ
(ایضاً" ۲۶۹)

"کسی نبی کے ساتھ" ہونا چاہئے تھا "کسی انبیاء کے ساتھ" غلط ہے۔

(۴۱) بس ایک ہی جھلک نے سراجاً" منیر کی
بیخود کلیم حق کو سر طور کردیا
(سحاب رحمت از سکندر لکھنوی ۵۲)

یہ شعر مسلّمہ حقیقتوں کے خلاف ہے اور عبد شکور حضور رسول مقبولؐ کو معبود کی مسند پر بٹھانے کی سعی عبث ہے۔ سورہ اعراف میں ارشاد ربانی ہے "جب وہ (موسیٰ) ہمارے مقرر کیے ہوئے وقت پر پہنچا اور اس کے رب نے اس سے کلام کیا تو اس نے التجا کی کہ "اے رب! مجھے یارائے نظر دے کہ میں تجھے دیکھوں" فرمایا "تو مجھے نہیں دیکھ سکتا۔ ہاں! ذرا سامنے کی پہاڑ کی طرف دیکھ اگر وہ اپنی جگہ قائم رہ جائے تو البتہ تو مجھے دیکھ سکے گا۔ چنانچہ اس کے رب نے جب پہاڑ پر تجلی کی تو اسے ریزہ ریزہ کردیا اور موسیٰ غش کھا کر گر پڑا" (اعراف: آیت ۱۴۳)
سورہ قصص کی آیت نمبر ۴۶ میں ارشاد ہوتا ہے "اے حبیبؐ! اور نہ تم اس وقت جبکہ ہم نے (موسیٰ کو) آواز دی طور کے کنارے تھے" اتنی واضح حقیقتوں کو نعتیہ شاعری میں مسخ کرنے کی کوشش سے حبط اعمال کا خطرہ ہوتا ہے۔ اللہ مرحوم شاعر کو معاف فرمائے۔ (آمین)

(۴۲) نہ آتے تم تو تکمیل رسالت غیر ممکن تھی
خدا شاہد ہے انگشت نبوت کے نگیں تم ہو

(ایضاً" ۴۷)

نگینہ انگوٹھی میں جڑا جاتا ہے۔ انگلی میں نہیں۔ پنڈت دیا شنکر نسیم نے اپنی مثنوی "گلزار نسیم" میں انگشتری کا ذکر اچھی طرح کیا ہے۔

انگشتری اپنی اس سے بدلی
مہر خط عاشقی سند لی

"انگشت" انگلی کو کہتے ہیں جس میں انگشتری کے بغیر نگینہ نہیں پہنا جا سکتا۔

دعویٰ خوں ہمیں درکار ہے کیوں حشر کے دن
سرخ مہندی سے ہے انگشت شہادت تیری

(اسیر)

یا

دل سے مٹنا تری انگشت حنائی کا خیال
ہوگیا گوشت سے ناخن کا جدا ہوجانا

(غالب)

(۴۳) ہے نام محمد صلی علی خوشنودی خالق کا ذریعہ
جو ان کے وسیلے سے مانگو مقبول دعا ہوجاتی ہے

(ایضاً" ۵۸)

(۴۴) شفیع حشر کی الفت ہے ذریعہ بخشش
جو مغفرت کا یہ ساماں نہیں تو کچھ بھی نہیں

(ایضاً" ۱۰۱)

ان دونوں اشعار میں لفظ "ذریعہ" بہ وزن سلیقہ کو "ذریہ" بہ وزن "رتبہ" باندھا گیا ہے۔ ملاحظہ ہو صحیح استعمال۔

تمہاری ذات سے تقویٰ کی ہستی میں اجالا ہے

تمہاری ذات ہی آقاؐ ذریعہ ہے شفاعت کا

(نعیم تقوی)

شعر نمبر ۴۴ کے پہلے مصرعے سے اگر "ہے" نکال دیا جائے تو یہ سقم دور ہو سکتا ہے اور مصرعہ بھی رواں دواں ہو جائے۔ ۔ شفیع حشر کی الفت ذریعۂ بخشش یا ۔ ہے صرف انؐ کی ہی الفت ذریعۂ بخشش۔ (مبارک مونگیری)۔

۔ کہوں کیا مرتبہ حب نبیؐ کا
ذریعہ ہے نجات اخروی کا

(۴۵) تمام لطف و مرحمت تمام عفو و کرم
بقول عائشہؓ قرآن ہے شعار حبیبؐ

(مرے آقاؐ از امید فاضلی ۹۱)

مرحمت میں "ر" متحرک نہیں ہے، ساکن ہے اور "ح" مفتوح ہے (یعنی "ح" پر زبر ہے)

میں غبار نیستی ہوں تو نگاہ مرحمت سے
مجھے بے پناہ کردے مجھے بے کراں بنادے

(عاصی کرنالی)

(۴۶) اَنَا بَشَرٌ زمانہ تم کو سمجھے ہم نہ سمجھیں گے
بنائے کن فکاں تم وجہ تخلیق جہاں تم ہو

(شہپر جبرئیل" از بقا نظامی۔ ۱۰۹)

"اَنَا بَشَرٌ" آیت قرآنی کا ایک جزو ہے (حم السجدہ کی آیت نمبر۶، شعر ۲۸ کے تحت نقل کردی گئی ہے) اس آیت شریفہ میں اللہ نے اپنے حبیب محمد مصطفیٰؐ کو حکم دیا ہے کہ لوگوں سے کہہ دیجئے کہ "میں تمہاری طرح ایک بشر ہوں" لیکن شاعر نے عین آیت قرآنی کا حوالہ دیکر حضورؐ کے بشر ہونے کی نفی کی ہے۔ یہ تو بڑی جسارت ہے۔ ایسے اشعار اگر صوفیانہ سکر کی حالت میں کہہ بھی دیئے جائیں تو انہیں حالت صحو میں محو کردینا درست ہے۔ خود شاعر موصوف ہی کے چند اشعار پیش خدمت ہیں۔

حضورؐ ہی تو کسوٹی ہیں آدمیت کی

بشر وہ ہے جو ہمارے نبیؐ سے ملتا ہے

(ایضاً ۱۰۲)

یا

ہر بن مو سے ہے کس کو اعتراف عبدیت
ہر نفس مولا کا بند آپؐ ہیں بس آپؐ ہیں

یا

ان سے قائم ہے عبدیت کا بھرم
دیکھو کس اوج پر محمدؐ ہیں

(ایضاً ۱۳۶)

یا

عبدہٗ پر فخر ہے اس رتبۂ عالی کے بعد
دیکھ لو کتنے حقیقت آشنا ہیں مصطفیٰؐ

(ایضاً ۱۶۴)

فدا خالدی دہلوی کا شعر ہے۔

بشر ہیں وہ مگر کیسے بشر ہیں
زمانہ یہ ابھی سمجھا نہیں ہے

امید فاضلی کا کہنا ہے۔

شعور آدمیت ناز کر اس ذات اقدس پر
تری عظمت کا باعث ہے محمدؐ کا بشر ہونا

(۴۷) سرکارؐ کی جبیں پہ رسالت کی مہر تھی
سینے پہ ثبت ختم نبوت کی مہر تھی

(بلاوا از غوث متھراوی ۵۵)

کتاب پر تبصرے میں اس شعر پر سیر حاصل گفتگو کرچکا ہوں۔ فی الحال احادیث کا حوالہ دینا مشکل ہے۔ صرف "نور اللغات" سے ایک عبارت نقل کرنے پر اکتفا کرتا ہوں۔ "مہر نبوت (ف) مونث۔ وہ نقش مبارک جو رسول اللہؐ کے دونوں مونڈھوں کے درمیان تھا۔" حقیقت تو یہ تھی لیکن شاعر موصوف نے جوش مدح میں حضورؐ کی جبین مبارک اور سینے پر ختم نبوت کی مہر ثبت کردی۔ یہ بڑی بے احتیاطی ہے۔

(۴۸) مرا سینہ ہو مدینہ مرے دل کا آبگینہ
بھی مدینہ ہی بنانا مدنی مدینے والے

(مغیلان مدینہ از محمد الیاس عطار ۲۴)

نبی کریمؐ نے فرمایا "انا مکی۔ انا مدنی" (میں مکی ہوں یعنی مکہ کا رہنے والا ہوں اور مدنی ہوں یعنی مدینہ منورہ کا رہنے والا ہوں (شرح اسماء النبیؐ از احمد حسن قادری ۲۰۲)
مدنی چونکہ معناً "مدینے والے" ہی ہے اس لئے "مدنی" کا ترجمہ کرکے ایک ہی مصرعے میں ردیف کا لاحقہ بنانا فصاحت کے خلاف ہے اور اس کی تکرار کھٹکتی ہے۔ مکی مدنی تو لوگ لکھتے آئے ہیں لیکن اس طرح "مدنی مدینے والے" کسی نے نہیں لکھا۔ پھر دونوں مصرعوں کا اتصال بعد سقوط لفظ "بھی" کے ساتھ انتہائی درجہ معیوب ہے۔ غزل بڑی جان لیوا صنف سخن ہے اور جب یہ نعت کہنے کے لئے چنی جائے تو شعریت اور شریعت کے لئے بڑا مناسب امتزاج چاہتی ہے۔ حضرت فدا خالد دہلوی کی نعتیہ غزل کا ایک شعر ہے۔۔

ہشیار کہ چھٹ جائے نہ دامان محمدؐ
اس راہ میں بھٹکا تو نہ دنیا کا نہ دیں کا

(۴۹) عرش علےٰ سے اعلیٰ میٹھے نبیؐ کا روضہ
ہر اک مکاں سے بالا میٹھے نبیؐ کا روضہ

(ایضاً ۳۵)

اس شعر کی ردیف بھی پورے سرمایۂ ادب میں نہیں ملتی۔ "میٹھے" کے معنی میں خوبی کم اور "ذم" کے پہلو بے شمار ہیں۔ کاش! شاعر کی توجہ اس طرف مبذول ہوجاتی ..... لیکن اب جی

کرا کرکے میں ان معنی کو "نور اللغات" سے نقل کرتا ہوں۔ "میٹھا صفت۔ مذکر۔ مونث کے لئے میٹھی۔ شیریں۔ (۲) ست رفتار جیسے میٹھا گھوڑا (۳) ہلکا (فقرہ) اس کھانے میں نمک میٹھا ہے۔ (۴) کنایۃ "بردبار آدمی۔ وہ شخص جسے غصہ نہ آئے۔ شیریں کلام۔ وہ جو زبان کا میٹھا اور دل کا کھوٹا ہو۔ (۵) لکھنؤ۔ وہ مرد جو زنانی گفتگو کرتا اور زنانہ لباس پہنتا ہو۔ (۶) دھار کا کند۔ آگے میٹھا ٹھگ اور میٹھی چھری بھی اسی لفظ کے تحت لکھے ہوئے ہیں۔" اتنے ذم کے پہلوؤں کے باوجود شاعر موصوف نے اسے ردیف کا حصہ بنالیا۔ حیرت ہے !

قرآن کریم کی آیت ہے یایھا الذین امنو لاتقولو راعنا وقولو انظرنا واسمعوا (ترجمہ : اے اہل ایمان (گفتگو کے وقت پیغمبر خدا سے) "راعنا" نہ کہا کرو "انظرنا" کہا کرو اور اچھی طرح سنا کرو)

مولانا فتح محمد جالندھری اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں۔ "جناب سرور کائناتؐ کی مجلس میں یہودی بیٹھتے تو ارشادات نبویؐ میں سے جو بات اچھی طرح نہ سن سکتے اور چاہتے کہ پھر سنیں تو "راعنا" کہتے (یعنی ہماری طرف توجہ فرمایئے اور پھر ارشاد کیجئے) مگر ایک تو ان کی زبان میں اس کے معنی ہوتے "احمق اور متکبر" دوسرے ذرا زبان دبا کر کہتے تو "راعینا" ہو جاتا (یعنی ہمارا چرواہا)۔ مسلمانوں کو ان شریروں کی بدنیتی کا حال معلوم نہ تھا۔ وہ بھی ان سے سیکھ کر کسی وقت یہ لفظ کہہ دیتے۔ خدا نے فرمایا کہ "راعنا" کا لفظ جس کے کئی معنی ہو سکتے ہیں اور بعض معنی برے ہیں' اسے مت استعمال کیا کرو۔ اس کی جگہ "انظرنا" کہا کرو "انظرنا" کے معنی بھی یہی ہیں کہ "ہماری طرف متوجہ ہوجئے اور پھر فرمایئے" مگر اس میں دوسرے معنوں کا احتمال نہیں ہو سکتا" میرا خیال ہے کہ اتنا کچھ نقل کردینے کے بعد "میٹھے" یا "میٹھا" کو نعت نبیؐ میں استعمال نہ کرنے کی تلقین یا درخواست کی ضرورت نہیں رہی۔

(۵۰) اگر بار عصیاں ہمارا بہت ہے
محمدؐ کا لیکن سہارا بہت ہے

(تقدیس از تابش ۷۵)

گناہوں پر ندامت کے بجائے جرات کے مضامین تعلیم نبویؐ کے خلاف ہیں۔ "اگرچہ" کی جگہ "اگر" استعمال کرنا فصاحت کے منافی ہے۔ "اگر" کے ساتھ دونوں مصرعے دولخت ہیں اور معنی کھلنے کے لئے (تو کیا غم) کے الفاظ جوڑنے پڑتے ہیں جبکہ "اگرچہ" کے ساتھ بات بن جاتی ہے۔ اگرچہ ہمارا بار عصیاں بہت ہے لیکن محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا سہارا کافی ہے۔ "اگر" کا محل استعمال غالب کے ہاں ملاحظہ کیجئے۔

تجھ سے تو کچھ کلام نہیں لیکن اے ندیم
میرا سلام کہیو اگر نامہ بر ملے
اگر تو اتفاقاً مل بھی جائے
تری فرقت کے صدمے کم نہ ہوں گے

(حفیظ ہوشیار پوری)

(۵۱) زباں ملی ہے ثنائے محمدؐ کے لئے
میں کیوں نہ مدحت سلطان انبیاءؐ نہ کروں

(قندیل عرش از شریف امروہوی)

مصرعہ ثانی میں "نہ" صرف ایک جگہ آنا چاہئے تھا لیکن شاعر موصوف نے وزن پورا کرنے کے لئے دو جگہ استعمال کرلیا۔ "زباں ملی ہے ثنائے محمدؐ کے لئے تو کیوں میں مدحت سلطان انبیاءؐ نہ کروں" ہو سکتا تھا لیکن اس میں تنافر حرفی پیدا ہو گیا ہے (میں مدحت) لیکن استاد فدا خالدی اس تنافر حرفی کو تسلیم نہیں کرتے۔ ان کا نکتہ نظریہ ہے کہ اگر دو حرفوں یا اصوات کے ملنے سے کوئی نیا لفظ بن جائے تو وہ تنافر ہوتا ہے۔ جیسے ۔

وہ آدمی ہے مگر دیکھنے کی تاب نہیں (کتاب نہیں)

(۵۲) فیض ہے رواں تیرا
سب پہ ہے لطف بیکراں تیرا
اشک میں آہ صبحگاہی میں
نام ہے زیب داستاں تیرا
دل کی دھڑکن میں یاد ہے تیری
نغمۂ جاں ہے ترجماں تیرا
ذرے ذرے میں ہے جمال تیرا
نور ہے ہر کہیں عیاں تیرا
کیسے حافظ ثناء کرے تیری
وصف ہو اس سے کیا بیاں تیرا (کیف مسلسل ۔ حافظ لدھیانوی)

(۱۰۳

آپ نے کیا سمجھا یہ اشعار "حمد" کے ہیں یا نعت کے۔ آپ فرماتے ہیں یہ "حمد" کے اشعار ہیں لیکن یہ تو نعت میں وارد ہوئے ہیں۔ میں نے صرف یہ اشعار اس نعت سے الگ کرلئے ہیں۔

ایک عالم میں جس کی خوشبو ہے
وہ ہے شاداب گلستاں تیرا
تیری رفعت ہے ماورائے خیال
ہے الگ سب سے آسماں تیرا
مرجع و مرکز خلائق ہے
ہمہ رحمت ہے آستاں تیرا
تیرا ہر لفظ عظمتوں کا امیں
روح پرور ہر اک نشاں تیرا
تیرے قدموں سے ہے فلک روشن
راہ بخشی ہے کہکشاں تیرا

ایضاً (۱۰۳)

ان اشعار میں سے بھی پہلے دو شعر حمد میں محسوب ہو سکتے ہیں۔ یہ اشعار بہت محتاط نعت گو حضرت حافظ لدھیانوی کے ہیں جن کے متعدد نعتیہ مجموعے منصہ شہود پر آچکے ہیں۔ ان اشعار میں ردیف کے صیغہ واحد حاضر (تیرا) نے اور التزام تخلیات نے "حمد" کا سماں باندھ دیا ہے لیکن شاعر موصوف نے اسے نعت بنانے کی سعی فرمائی ہے۔

(۵۳) یا مزمل یا مدثر کون ہے میرے حضورؐ
کون ہے یٰسین و طٰہٰ آپؐ ہیں بس آپؐ ہیں

(شہپر جبرئیل از بزم نظامی۔ ص ۸۵)

(۵۴) وہ مزمل بھی ہیں وہ مدثر بھی ہیں
بہ پوش غم عاصیاں مصطفیٰؐ

(ذکر ارفع از مبارک مونگیری ۶۵)

درج بالا دونوں اشعار میں حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کے اسمائے مبارکہ "مزّمّل" اور "مدّثّر" کو مزمل اور مدثر باندھا گیا (یعنی بلا تشدید ز اور د) جو درست نہیں۔ عام لوگوں میں سے کسی کا نام مخفف کرنے کا دوسروں کو اختیار نہیں ہوتا یہ تو وجہ تخلیق کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے اسمائے گرامی ہیں۔ پھر یہ بھی تو سوچیے کہ یہ نام خود خالق عالم نے حضورؐ کو عطا کئے ہیں اور قرآن کریم میں مذکور ہیں۔ قرآن کریم میں استعمال ہونے والے کسی لفظ کی حرکت بدلنا بھی تحریف کے مترادف ہے۔ دیکھئے محتاط شعراء یہ نام کس طرح باندھتے ہیں۔

کہیں مزّمّل و طٰہٰ کہیں یٰسین و مدّثّر
کتاب حق کے ہر پارے میں ان کا تذکرہ دیکھا

(میان دو کریم از ڈاکٹر خواجہ عابد نظامی۔ ۱۳۲)

(۵۵) واصل پستی ہوا منکر ہوا جو آپؐ کا
اور جس نے اتباع کی اوج کا حامل ہوا

(اظہار عقیدت از صدیق فتحپوری۔ ۱۱۷)

اس شعر میں لفظ "اتباع" کا "ع" نہیں پڑھا جارہا ہے۔ دیکھئے "اتباع" کا درست استعمال

کرتے ہیں کتنے بو ذرؓ و سلمانؓ کا اتباع
حالات کہہ رہے ہیں مسلماں بدل گیا

(نعیم تقوی)

(۵۶) کرتا ہے فدا مال و متاع حب نبیؐ میں
صدیق دل و جان سے شیدائے نبیؐ ہے

(اظہار عقیدت صدیق فتحپوری ۷۶)

"متاع" کا "ع" گر گیا۔ دیکھئے اس لفظ کو اقبالؒ نے کیسے باندھا ہے۔

وائے ناکامی متاعِ کارواں جاتا رہا
کارواں کے دل سے احساس زیاں جاتا رہا

(۵۷) دل میں طیبہ کے بجز اب مدعا کوئی نہیں
اک یہی لب پر دعا ہے اور دعا کوئی نہیں

(ثنائے حبیبؐ از قاری سید حبیب اللہ حبیب۔ ص ۱۱۴)

"کے بجز" بڑا کھٹکتا ہے۔ "کے علاوہ" یا "کے سوا" ہو سکتا تھا۔ دیکھئے حافظ لدھیانوی نے کیا خوب کہا ہے۔

کچھ نہیں دامن حافظ میں بجز بے ہنری
شعر موزوں نہ ہوا کوئی بھی شایان رسولؐ

(۵۸) از الف تا سین قرآں ہے متن
ہاں مگر تفسیر قرآں آپؐ ہیں

(ایضاً" ۱۱۳)

(۵۹) لازم ہے بہرصورت تعمیل حدیث ہم پر
قرآں ہے متن یکسر یہ معنی قرآں ہے

(ایضاً" ۱۲۰)

ان دونوں اشعار میں متن بفتح اول و دوم استعمال کیا گیا ہے جو درست نہیں (یعنی "م" اور "ت" پر زبر ہے) یہ لفظ بفتح اول و بسکون دوم صحیح ہے۔ دیکھئے محسن کاکوروی کے ہاں اس لفظ کا استعمال کیسے ہوا ہے۔

تیری صورت سے کھلے معنی ما قل و دل
انبیاء شرح مفصل ہیں تو متن مجمل

(۶۰) حاملان عرش کے لب پر تھے نغمات و درود
عرش کے وارث نے جب کھولا ہے تالا عرش کا

(قندیل عرش از شریف امروہوی ۶۷)

اس شعر پر پورا مقالا لکھا جاسکتا ہے۔ مختصراً" عرض ہے کہ اس شعر کو پڑھ کر ذہن معراج کی طرف منتقل ہوتا ہے۔ (۱) عرش پر تالا پڑا تھا اور اسے حضورؐ نے کھولا۔ یہ تصور واقعات معراج کے تو خلاف ہے ہی دینی فراست کے بھی خلاف ہے۔ (۲) "عرش کا وارث" اگر ان ہی معانی میں استعمال ہوا ہے جن معنی میں "تخت کا وارث" یا "ولی عہد" ہوتا ہے تو یہ اللہ کی شان میں گستاخی ہے کیونکہ وارث کو تو تخت کسی کی موت کے بعد ملتا ہے۔ شاعر موصوف نے یقیناً" ایسے نہیں سوچا ہو گا لیکن شعر کا لہجہ یہی ظاہر کرتا ہے۔ قرآن و حدیث کی تعلیم کے مطابق ہر شے کا وارث اللہ ہے۔

(۶۱) جنون ذوق طیبہ گوش بر آواز رکھتا ہے
لب سرکارؐ پر کیا جانئے آئے گی "ہاں" کب تک (ایضاً ۱۱)

اس شعر میں "جنونِ ذوق طیبہ" مہمل ہے۔ طیبہ دیکھنے کا شوق دوسری بات ہے۔ "جنوں" اور "ذوق" دو الگ الگ چیزیں ہیں۔ دوسرا مصرعہ روایتی غزل کے تغافل شعار محبوب کا نقشہ پیش کرتا ہے جو نعت کیلئے اور موضوع نعت جناب سرکار دو جہاںؐ کے لئے قطعی مناسب نہیں۔

(۶۲) دیکھنا ہو جس کو آکر دیکھ لے
جلوہ فرما میرے گھر ہیں مصطفٰےؐ

(ایضاً" ۱۱۴)

اگر یہ شاعر کا حال ہے تو مبارک ہو۔ لیکن اپنے احوال کا مشاہدہ دوسروں کو کس طرح کرایا جاسکتا ہے اور اگر خدانخواستہ یہ صرف قال ہے تو مقام توبہ ہے کہ ایسی باتوں سے حبط اعمال کا اندیشہ ہے۔ ذوقی، وجدانی اور کشفی معاملات کو عوام کے سامنے پیش کرنا اور دعوٰی کے ساتھ پیش کرنا طریقت اور شریعت میں بُعد کا سبب بنتا ہے۔ آج جو امت میں افتراق ہے اس کا باعث بیشتر ایسے معاملات ہیں جو "حال" کی حد تک بالکل درست ہیں لیکن جب وہ بیان میں آجاتے ہیں تو عوام کے عقائد میں شامل ہو کر عجیب گل کھلاتے ہیں۔ راقم الحروف نے دو ایسے آدمیوں کو جھگڑتے ہوئے دیکھا ہے جن میں سے ایک کو اس بات پر اصرار تھا کہ حضرت مجدد الف ثانیؒ کی حضورؐ نے تعریف کی ہے اور دوسرے کا خیال تھا کہ یہ حضورؐ پر بہتان ہے کیونکہ حضورؐ کا زمانہ حضرت احمد سرہندیؒ کے زمانے سے صدیوں پہلے کا زمانہ ہے۔ اسی لئے اہل اللہ کشفی معاملات کو چھپاتے بھی ہیں اور عوام کے سامنے اظہار سے ڈرتے بھی ہیں۔ کسی کے ذاتی کشفی معاملات سے شریعت کا مزاج نہیں بدلا جاسکتا۔ دیکھئے فدا خالدی

دہلوی اس ضمن میں کیا فرماتے ہیں۔

ہر اک نظر کو فدا ان کی دید کیا ہوگی
ضرورتاً کہیں پردے اٹھائے جاتے ہیں

(۳) توحید و رسالت پر شاہد دنیا کا چمن عقبیٰ کا چمن
مولا کا چمن، بطحا کا چمن، یثرب کا چمن، آقا کا چمن

(ذکر ارفع از مبارک مونگیری ص ۵۸)

اس شعر کے حوالے سے صرف یہ عرض کرنا ہے کہ "یثرب" حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت سے پہلے یثرب تھا جسے بعد میں مدینتہ النبیؐ" مدینہ، طیبہ، طیبہؐ، طابہ وغیرہ کے ناموں سے موسوم کیا گیا لہٰذا ہجرت نبویؐ کے بعد مدینے کو "یثرب" کہنا منع ہے۔

حکم نبیؐ ہے اس کو جو یثرب پکار لے
توبہ کے بعد وہ کہے دس بار طیبہؐ

(وسلموتسلیما از حفیظ تائب ۱۰۳)

اس شعر کے مضمون کی سند کے لئے راقم الحروف نے اقبال احمد صدیقی صاحب کی کتاب "مدینہ منورہ کی عظمت و محبوبیت" اور سید آل احمد رضوی کی کتاب "دیار رحمت اللعالمینؐ"، "تاریخ مدینہ منورہ" کو دیکھا۔ دونوں کتابوں میں امام بخاریؒ کی تاریخ کے حوالے سے یہ حدیث مذکور ہے کہ جو کوئی مدینہ کو یثرب کہے تو اس پر لازم ہے کہ اس کے تدارک کے لئے دس دفعہ "مدینہ" کہے۔ توبہ کے بعد اور "طیبہ" کے الفاظ ہوسکتا ہے تائب صاحب نے کہیں پڑھے ہوں یا ضرورت شعری کے تحت استعمال کئے ہوں۔ بہرحال یہ بات کھل کر سامنے آگئی کہ مدینہ کو "یثرب" کہنا منع ہے۔ اقبال احمد صدیقی نے لکھا ہے کہ حافظ ابن حجرؒ نے مدینہ منورہ کو یثرب کہنا مکروہ لکھا ہے۔ (دونوں محولہ بالا کتابوں کے علی الترتیب صفحات نمبر ہیں ۸۱ اور ۵۰) راقم الحروف نے شعر میں بلا اکراہ یثرب کا استعمال اس سے بہتر کہیں نہیں دیکھا۔

یثرب کی نئی فرشِ رہِ شوق ہے کب سے
محبوبِ خدا آئیں تو کہلائے مدینہ

(قمر عباس وفا کانپوری)

امید ہے اس تحریر سے کم از کم اتنا تو واضح ہوگیا ہوگا کہ نعت کے ضمن میں قدماء نے جس احتیاط کی نمائش کی ہے ہمارے شعراء اس کی طرف توجہ نہیں کرسکے ہیں۔ عوام کے شوق نعت گوئی نے بھی عجیب گل کھلائے ہیں۔ غزل کے جدید اسالیب اپنانے کے شوق میں بھی بعض تسامحات ہوتے ہیں۔ یہ مضمون تو "مشتے نمونہ از خروارے" کے مصداق ہے۔ لائق گرفت مواد (Matter) بہت ہے۔ ارادہ ہے کہ انشاء اللہ اس موضوع پر ایک کتاب پیش کروں گا۔ طباعت کی محدودات کے پیش نظر عروضی اغلاط کی نشاندہی کا ارادہ ترک کردیا ہے۔ اس بات کا اظہار بہرحال ضروری ہے کہ جن شعراء کا کلام زیر بحث آیا ہے ان کی تمام شاعری اغلاط کا نمونہ نہیں ہے۔ ظاہر ہے سو ڈیڑھ سو صفحات کی کتاب میں ہر شعر تو عیب سے مبرا نہیں ہوسکتا۔ میری کوشش تو صرف یہ ہے کہ نعت گو شعراء کو ان کی ذمہ داری کا احساس ہوجائے۔ تنقید نگار کا کام مالی کی طرح پودوں کی تہذیب کرنا ہوتا ہے ان کی نشوونما روکنا نہیں۔ ہوسکتا ہے مستقبل میں کچھ باصلاحیت اہل علم نعت میں رجحان ساز تنقیدی تحریک چلانے میں کامیاب ہوجائیں اور شعراء محتاط ہوجائیں۔ اگر ایسا ہوا تو انشاء اللہ شریعت اور شعریت کا حسین امتزاج نعتیہ شاعری میں جھلکنے لگے گا۔ میں نے تنقید کے لئے مخصوص شعراء کے کلام کا انتخاب نہیں کیا ہے۔ میرا کام ابھی جاری ہے بلکہ ابھی تو صرف شروع ہوا ہے۔

جی چاہتا ہے کہ جن شعراء کے کلام پر گفتگو کی ہے ان کا کم از کم ایک ایک پسندیدہ شعر بھی زیب مضمون کروں تاکہ تحریر کا یک رخا پن دور ہوسکے۔

اس کے در سے کوئی سائل نہ گیا خالی ہاتھ
تہی دستی میں بھی داد و دہش اس کا معمول

(عبدالعزیز خالد)

یہ وہ راز ہے نہ سمجھ سکے جسے عمر بھر مرے چارہ گر
کہ متاع دل سے عزیز تر ہے ترے غلام کو داغ دل

(فضل حق)

ہو آرزو تو ان کی زیارت کی آرزو
اس کے سوا ہر ایک تمنا فضول ہے

(راسخ عرفانی)

اول بھی اور آخر بھی بھلائی کیلئے ہیں
وہ نقش قدم راہ نمائی کے لئے ہیں
(اسماعیل انیس)

ہر قدم پر تجلیوں کا ہجوم
لامکاں ہے کہ سرزمین حبیبؐ
(اعظم چشتی)

اندھیروں کے مسافر کی کوئی منزل نہیں ہوتی
بغیر عشق احمدؐ قرب حق حاصل نہیں ہوتا
(محمد صابر کوثر)

سر محشر محمدؐ کی شفاعت کی ضرورت ہے
اسے بھی جس کے سر پر آج دستار فضیلت ہے
(سہیل غازی پوری)

بفیض سرور محبوب داور
بڑھا قدسی سے رتبہ آدمی کا
(صدیق فتحپوری)

گو وہ لفظ کتنے محترم ہیں
جو کام آجائیں آقاؐ کی ثناء میں
(انصار الحق قریشی گہراعظمی)

یارب نگہ شوق کی تقدیر میں لکھ دے
وہ نور مجسم کہ ہے شہکار تجلی
(امید فاضلی)

خالق کائنات ذات خدا
مقصد کائنات آپؐ کی ذات
(مظفر وارثی)

ہوئے گورے کالے بہم بے تامل
دیا آپؐ نے ایسا درس اخوت
(جمیل عظیم آبادی)

وہ نہ ہوتے تو دو عالم میں اندھیرا ہوتا
ان کے جلوؤں سے دو عالم نے ضیاء پائی ہے
(سکندر لکھنوی)

اس اعتراف پہ مجبور ہوگئی دنیا
ہر ایک دور کو سرکارؐ کی ضرورت ہے
(بقاء نظامی عظیم آبادی)

اس دل کی مسیحائی کریں گے مرے آقاؐ
یہ دل اسی امید پہ بیمار ہے کب سے
(غوث متھراوی)

ہوں غلام مصطفےؐ عطار کا دعوٰی ہے یہ
کاش آقاؐ بھی یہ فرما دیں ہمیں منظور ہے
(محمد الیاس عطار)

تجھ کو زائر سوز جاں بھی چشم تر بھی چاہئے
یہ سفر طیبہ کا ہے زاد سفر بھی چاہئے
(تابش دہلوی)

مصحف روئے نبیؐ پیش نظر رکھئے شریف
دیکھ کر قرآن کو تفسیر قرآں کیجئے
(شریف امروہوی)

ہے باعث نجات ہر اک قول دلپذیر
ہے مشعل حیات ہر اک نقش پا مجھے
(حافظ لدھیانوی)

خدا کی بندگی ہے یا محمدؐ کی اطاعت ہے
بنائے دین و ایماں صرف توحید و رسالت ہے
(مبارک مونگیری)

ہر نبی نے صرف اپنی قوم میں تبلیغ کی
سرور کونینؐ کی تبلیغ عالمگیر ہے
(قاری سید حبیب اللہ حبیب)

☆۱ "ارمغان نعت" مرتبہ شفیق بریلوی کے صفحہ نمبر ۵۰ پر ایک بزرگ "جن" صحابی رسولؐ کی نعت بھی شامل ہے۔

☆۲ میں نے قصداً "نثری نظم" نہیں لکھا کہ اس میں اجتماع نقیضین ہے۔ نظم کے معنی "لڑی" اور "سلک" کے ہیں جبکہ نثر کے معنی "بکھرا ہوا"، "پراگندہ" اور "تتر بتر" کے ہیں۔ اس لئے نثری نظم کہنا درست نہیں۔ اس نکتے کی طرف استاذی حضرت فدا خالد دہلوی نے میری توجہ مبذول کروائی تھی۔

(عزیز احسن)

☆۳ میرا مسلک حیات میرے اس شعر سے بخوبی ظاہر ہوتا ہے۔

محبتیں بھی رہیں دل کو ٹھیس بھی نہ لگے
کسی کے سامنے اس طرح آئینہ رکھئے

(عزیز احسن)

☆۴ تحسین شعر کے اس ادراک پر عسکری صاحب نے اپنی کسی تحریر میں روشنی ڈالی ہے۔

☆۵ "حقیقت محمدیہ" مولفہ سید اختر عالم ایف ساؤتھ ۴/۶۶، ملیر توسیعی کالونی، جناح اسکوائر کراچی نمبر ۳۔ اشاعت اول۔ جولائی ۱۹۷۶ء۔ صفحات ۳۹ اور ۵۶

گل چیدہ ....

سرور بارہ بنکوی

اللہ اللہ میری قسمت، ایسا رتبہ اور میں
دم بخود ہیں آج دونوں میری دنیا اور میں
آج ان آنکھوں کو بینائی کا حاصل مل گیا
آپؐ کی چشم کرم کا میں نے دیکھا معجزہ
آپؐ ہی چاہیں تو رکھ لیں آبرو ورنہ حضورؐ
مجھ کو اذن باریابی اور اس انداز سے
مل جہاں پر ہوں وہاں محسوس ہوتا ہے سرور

جاگتی آنکھوں سے دیکھوں خواب طیبہ اور میں
بارگاہ صاحب یاسین و طٰہٰ اور میں
روبرو ہے گنبد خضراء کا جلوہ اور میں
آپؐ کے روضے کی جالی میرے آقاؐ اور میں
اپنے منہ سے آپؐ کی نسبت کا دعویٰ اور میں
آپؐ پر قرباں مرے اجداد و آبا اور میں
جیسے پیچھے رہ گئے ہوں میری دنیا اور میں

اسعد شاہجہاں پوری

لب کا مہر مجم کا مہ تمام آیا
مجل شب اسریٰ کو یاد کرتا ہوں
رسول آئے تھے اب خاتم الرسل آئے
وہ جس پہ کج کلہان زمانہ نازاں تھے
خدا کی ذات ہے، خلوت ہے اور یاد حبیبؐ
کہاں زمین کہاں شمع خلوت لاہوت
حضور رخ عالم پناہ کے صدقے
اے جنوں کی حدیں ختم ہو گئی ہیں اسعد

اٹھو کہ لمحہ تجدید صبح و شام آیا
بشر کی عز گرامی کا کیا مقام آیا
کلام آئے تھے اب حاصل کلام آیا
وہ سب غرور تری بندگی میں کام آیا
کبھی درود کے تحفے، کبھی سلام آیا
خدا کے گھر کا اجالا ہمارے کام آیا
فلک سے آج مہ و مہر کا سلام آیا
مدینہ آیا مرا مرجع الرام آیا

فدا خالدی

تذکرہ آپؐ کا، گفتگو آپؐ کی
زندگی بن گئی آرزو آپؐ کی

جتنی بیت نظر سے گزرتی گئی
اور بڑھتی گئی جستجو آپؐ کی

صاف ظاہر ہے یہ ذکر معراج سے
خود خدا کو بھی ہے آرزو آپؐ کی

جب سے مانوس جلوہ نظر ہوگئی
دیکھتا ہوں ضیاء چار سو آپؐ کی

آپؐ ہر دو جہاں پر ہیں چھائے ہوئے
حسن مہتاب میں، گل میں بو آپؐ کی

لب پہ ہر دم مرے ذکر ہے آپؐ کا
دل کو ہر دم فدا جستجو آپؐ کی

حافظ محمد افضل فقیر

شوق حرم پاک میں اٹھتے ہیں قدم تیز
دشواری منزل ہے یہاں عزم کو مہمیز

اس شہر کو نسبت ہے رسولؐ عربی سے
اس شہر کا ہر ذرہ ہے جاں بخش و دلاویز

اس لمحہ کے جرات اظہار تمنا
جب گنبد سرکارؐ ہو آنکھوں میں ضیاء ریز

آداب حضوری سے لرزتے ہیں دل و جاں
ہر جذبہ بیتاب ہے سینے میں سبک خیز

دلکش عجب انداز فضائے نبویؐ ہے
شام نظر افروز میں نور سحر آمیز

وہ ابر کرم مزرع ہستی پہ جو برسے
پیدا تپش جاں سے ہو موج طرب انگیز

دریاب فقیر از کرمش مایہ اعزاز
برخیز و بہ مژگان ادب خاک درش بیز

راغب مراد آبادی

عشق ہے سرور کونین کی دولت میری
للہ الحمد کہ بیدار ہے قسمت میری

ہوگیا ہوں میں اسیر غم گیسوئے رسولؐ
اب نہیں دولت کونین بھی دولت میری

ذرے ذرے سے مدینے کے محبت ہے مجھے
آشکار اہل وفا پر ہے عقیدت میری

میں تو جنت کا سزاوار نہیں ہوں سرکارؐ
حشر میں آپؐ ہی فرمائیں شفاعت میری

مجھ پہ بھی ایک نظر سید مکی مدنی
شکوہ گردش دوراں نہیں عادت میری

آستان شہ لولاک ہو فردوس نظر
ہے یہی میری تمنا، یہی نیت میری

نعت گوئی کی صدا مجھ کو ہیں راغب معلوم
کہ نگاہوں میں ہیں احکام شریعت میری

انور دہلوی

شاہوں میں بھی ہیں حلقہ بگوشان محمدؐ
ہر سطح پہ ہیں رتبہ شناسان محمدؐ

فردوس میں صد سالہ اقامت سے ہے بہتر
اک لمحہ تہ سایہ دامان محمدؐ

لے جائے گی اک روز سرچشمہ کوثر
یہ تشنگی چشمہ فیضان محمدؐ

کونین کی دولت کو بھی خاطر میں نہ لائیں
شاہوں سے فزوں تر ہیں گدایان محمدؐ

امید کرم پر گزر اوقات ہے میری
غم بستہ ہوں وابستہ دامان محمدؐ

شاید مری بخشش کا بہانہ یہی بن جائے
میں مدح سرا ہوں، میں ثناء خوان محمدؐ

میں مطمئن و خوش ہوں کہ شامل ہے مرا نام
انور سرفہرست غلامان محمدؐ

حافظ لدھیانوی

جذبہ نو کی جھلک مدحت سرکارؐ میں ہو
عکس تازہ کوئی نعت شہہ ابرارؐ میں ہو

جس سے خوشبوئے غلامان محمدؐ آئے
ایسی صورت کوئی آئینہ کردار میں ہو

وہ تو خاموش نگاہوں کی بھی سنتے ہیں صدا
گر ندامت کا اثر قلب گنہ گار میں ہو

اسے کیا غم کہ جسے سایۂ رحمت مل جائے
اسے کیا فکر کہ جو دامن سرکارؐ میں ہو

کوئی حیلہ کہ ملے اذن حضوری آقاؐ
کوئی صورت کہ یہ حافظ ترے دربار میں ہو

افسر ماہ پوری

جلال کبریا دل میں جمال مصطفیٰؐ دل میں
سفینے دین کے محفوظ ہیں آغوش ساحل میں

ضیائے سرمدی روز ازل سے گام فرسا تھی
چلی وہ نور کامل سے تو پہنچی ماہ کامل میں

بتائے کون، کیا ہے عابد و معبود کا رشتہ
نہاں ہے کوئی محمل میں عیاں ہے کوئی محفل میں

یہ احساں آپؐ کا کیا کم ہے دوش آدمیت پر
کہ آیا آدمی کو فرق کرنا حق و باطل میں

نزول ان کے کرم کا سلسلہ تا حشر قائم ہے
وہی رحمت اواخر میں وہی رحمت اوائل میں
کہاں کوئی سا عنوان اختر انؐ کی مدحت کا
زباں بھی سخت مشکل میں، قلم بھی سخت مشکل میں

شاعر لکھنوی

نبیؐ کے در پہ پہنچ کے خود کو مثال کرتی ہیں میری آنکھیں
کمال رحمت کو دیکھتی ہیں، کمال کرتی ہیں میری آنکھیں
سلام کہتی ہیں خامشی میں درود پڑھتی ہیں آنسوؤں میں
جو سینے سے کوشش عرض حال کرتی ہیں میری آنکھیں
وہ روضۂ پاک سامنے ہے تو اشک جاری ہیں یوں مسلسل
کہ جیسے اب تک نہ دیکھنے کا ملال کرتی ہیں میری آنکھیں
سحر کو جس وقت گونجتی ہے حرم میں اک کیفیت اذاں کی
تو لے میں اشکوں کی جیسے یاد بلالؓ کرتی ہیں میری آنکھیں
نبیؐ کے دیدار کو تو صدیوں میں جاکے ملتا ہے ایک لمحہ
اس ایک لمحے میں عمر بھر کے سوال کرتی ہیں میری آنکھیں
یہ چاہتی ہیں کہ سب سے پہلے نظر میں رکھ لیں حرم کے جلوے
پھر اپنی کوتہ دامنی کا خیال کرتی ہیں میری آنکھیں
نہ جانے میں جو دیکھ پاؤں تو خواب میں دیکھتی ہیں انؐ کو
خوشا مقدر کہ ہجر کو بھی وصال کرتی ہیں میری آنکھیں

ہے روضۂ مصطفےٰ مقابل تو اشک ہیں درمیاں میں حائل
عجب دیار دکھا بھی محال کرتی ہیں میری آنکھیں
جمال کے واسطے بھی ہیں جتنے اس آستانے پہ کب چلو گے
نکال کر یہ میں مجھ سے شاعر سوال کرتی ہیں میری آنکھیں

مسرور کیفی

صاحب جود و سخا تک آگئے
معجزہ فہم آشنا تک آگئے
نبیؐ سے ہم ضیاء تک آگئے
بارگاہ مصطفےٰ تک آگئے
آپؐ نے وہ راہ دکھلائی ہمیں
آپؐ تک پہنچے خدا تک آگئے
مل گئی دولت ہمیں انوار کی
آپؐ کے ہم نقش پا تک آگئے
کیا مقدر ہیں ہمارے آج ہم
رحمتوں کی انتہا تک آگئے
سارے عاصی اشکبار آنکھیں لئے
شافع روز جزا تک آگئے
کب چلے مسرور گھر سے کیا خبر
ہاں در خیر الوریٰ تک آگئے

قیصری کانپوری

زمیں تھی نہ فضا تھی نہ آسماں روشن
ہوئے ظہور محمدؐ سے دو جہاں روشن
ضیاء مہر رسالت سے ہیں خدا کی قسم
دیار کفر میں ایماں کی وادیاں روشن
نبیؐ کے حسن سے حسن ازل قدم بدوش
نبیؐ کے نور سے قندیل لامکاں روشن
کسی نبی کی ضرورت ہی اب نہیں باقی
کچھ اس قدر ہے نبوت کا گلستاں روشن
نقوش پائے براق نبیؐ کا صدقہ ہے
جو آب و تاب سے اب تک ہے کہکشاں روشن
نبیؐ کے چاہنے والوں نے اپنا سر دے کر
وفا کا نام کیا ہے کہاں کہاں روشن
نقاب روئے حقیقت سے جب اٹھی قیصری
ہوا یقین سے ہر گوشہ گماں روشن

سرشار صدیقی

عجیب کیف حضوری میں ہے دل مجبور
مری دعا بھی حضورؐ اور مدعا بھی حضورؐ
تو پھر یہ سائے یہ تکرار کس لئے ہے ضرور
جب ایک نور مجسم تھا زیر سایہ نور
یہیں تو رب سے مری روح ہمکلام ہوئی
مرے لئے تو یہ کوہ صفا ہے وادی طور
مرے لہو میں ہے تاثیر نسبت صدیقؓ
مجھے تو گھر سے ملا عشق مصطفےٰؐ کا شعور
بس ان کی چشم توجہ کی دیر تھی سرشار
تمام کلفت احساس ہوگئی کافور

○ وقار صدیقی ○

کس شان سے ہیں شاہد و مشہود محمدؐ
تھے صورت آدمؑ میں بھی مسجود محمدؐ

سرتا بقدم حمد بھی ممدوح خدا بھی
ہے جن کے لئے خلق کو ہر درد گوارا
امت تو پھر امت ہے زہے بخشش و رحمت
ہیں تو کرم وجود کے عنوان ہزاروں
ہر سمت وقار اب بھی بعنوان ہدایت

ہر غیب کے پردے میں ہیں موجود محمدؐ
اور آج بھی ہیں کعبہ مقصود محمدؐ

اے صل علیٰ حامد و محمود محمدؐ
بے شک ہیں وہی نعمت موعود محمدؐ
ہیں سب کے لئے ضامن بہبود محمدؐ
لیکن ہیں دلیل کرم وجود محمدؐ
موجود ہیں، موجود ہیں موجود محمدؐ

اسلم فرخی

دحت سرور کونینؐ تو کیا لکھی ہے
آپؐ کے حسن سخاوت سے حوالہ پاکر
ب معراج کے دامن پہ "بقاب قوسین"
امت ناز سے "والنجم" کے آثار عیاں
ورق جاں ہے ترے نور صفا سے روشن
مجھ کو شکوہ نہیں ماحول کی سفاکی سے
میرے آقاؐ نے شکیبائی "لا یحزن" سے
بدر شاہد ہے کہ اک بے سروساماں نے یہاں
ہوگئی مجھ پہ حرام آتش دوزخ اسلم

میں نے اپنے لئے بخشش کی دعا لکھی ہے
سرنوشت کرم و جود و سخا لکھی ہے
عظمت سلسلہ مہر و وفا لکھی ہے
رخ پرنور پہ تحریر حیا لکھی ہے
صفحہ دل پہ ہر اک تیری ادا لکھی ہے
میرے حق میں تو مدینے کی فضا لکھی ہے
اضطراب دل محزوں کی دوا لکھی ہے
سروسامان دو عالم کی دعا لکھی ہے
میں نے سرکار دوعالمؐ کی ثناء لکھی ہے

☆ ———— ڈاکٹر سید ابوالخیر کشفی

ہے یاد تری اپنا ہنر سید عالمؐ
اور اشک جگر تاب گہر سید عالمؐ
امکان مرے تیری نبوتؐ کا ثمر ہیں
تو ! مطلع امکان سحر سید عالمؐ
آدمؑ ترے، انوار کا اعلان جلی ہے
آفاق میں تو بانگ سحر سید عالمؐ
عثمانؓ و ابوبکرؓ و علیؓ کی تجھے سوگند
مل جائے مجھے میری خبر سید عالمؐ
تابندہ و بے باک کرے میرے جنوں کو
فاروق معظمؓ کی نظر سید عالمؐ
کشفی کے لبوں پر ہے حدیث شب اسریٰ
اس پر ہو عنایت کی نظر سید عالمؐ

سلیم احمد

شوق بے حد، غم دل، دیدہ تر مل جائے / مجھ کو طیبہ کے لئے رخت سفر مل جائے
نام احمدؐ کا اثر دیکھ جب آئے لب پر / چشم بے مایہ کو آنسو کا گہر مل جائے
چشم خیرہ نگراں ہے رخ آقاؐ کی طرف / جیسے خورشید سے ذرے کی نظر مل جائے
یاد طیبہ کی گھنی چھاؤں ہے سر پر میرے / جیسے تپتی ہوئی راہوں میں شجر مل جائے
نخل صحرا کی طرح خشک ہوں، وہ ابر کرم / مجھ پہ برسے تو مجھے برگ و ثمر مل جائے

اختر لکھنوی

ذکر سرکارؐ ہوا جب سے ترانہ دل کا / ہر زمانہ ہے دھنک رنگ زمانہ دل کا
یاد آتا ہے بہت ہم کو نمازوں کے بعد / در اقدس پہ وہ احوال سنانا دل کا
ہم نے دیکھے وہیں پہلو دل شوریدہ کے / ہم نے دیکھا وہیں قابو میں نہ آنا دل کا
قابل دید بھی، بے مثل بھی، یکتا بھی تھا / سبز گنبد کے نظاروں میں نہانا دل کا
سچ تو یہ ہے ہمیں اچھا نہ لگا اے اختر / ہم سے آگے در سرکارؐ پہ جانا دل کا

اعجاز رحمانی

نور محمدیؐ جو ازل سے سفر میں ہے / یہ ساری کائنات اسی کے اثر میں ہے
اک روشنی سمائی ہوئی بام و در میں ہے / جس دن سے ذکر صل علیٰ میرے گھر میں ہے
یہ بھی ہے ایک پیاری مصطفیؐ کا رخ / مصروف آدمی جو خلا کے سفر میں ہے
وہ جس پہ ثبت نقش قدم ہیں رسولؐ کے / انسان کامیاب اسی رہ گزر میں ہے
سائے میں جس کے خون کے پیاسے بھی سو گئے / رحمت کا وہ شجر بھی ہماری نظر میں ہے
چلتا ہے جو بھی نقش قدم پر رسولؐ کے / اس آدمی کے ساتھ اجالا سفر میں ہے
اعجاز ایک یہ بھی کرم ہے حضورؐ کا / سایہ جو زندگی کے گھنے ہر شجر میں ہے

سعید وارثی

انت سحر خوش نوا حضورؐ کا ذکر / امانت نظر دلربا حضورؐ کا ذکر
باحت گل و لالہ گواہی دیتی ہے / قسم خدا کی ہے راحت فزا حضورؐ کا ذکر
بائے لالہ و گل یا خرام موج سحر / نفس نفس ہے سدا خوش ادا حضورؐ کا ذکر
زار قلب تپاں انبساط غم زدگاں / علامت خبر دل کشا حضورؐ کا ذکر
چراغ خانہ امکاں، دلیل موج نشاط / متاع محفل اہل وفا حضورؐ کا ذکر
یہ اور بات مری آنکھ بھیگ جاتی ہے / ہمیشہ وجہ مسرت رہا حضورؐ کا ذکر

انور سدید

یہ چاند چہرۂ اقدس کا پھول ہو جیسے / یہ کہکشاں ترے قدموں کی دھول ہو جیسے
یہ کیفیت تھی رسالت مآبؐ سے پہلے / بشر کے ساتھ زمیں بھی ملول ہو جیسے
زباں پہ ذکر محمدؐ ہو آنکھ پرنم ہو / تو یوں لگے گا کہ دنیا فضول ہو جیسے
طمانیت مرے دل کو ہوئی نصیب تو یوں / کہ سر پہ میرے بھی دست رسولؐ ہو جیسے
یہ نعتؐ لکھی ہے انور سدید یوں میں نے / کہ میرے سامنے میرا رسولؐ ہو جیسے

بشیر حسین ناظم

مرغ جاں دام ولائے شہہ کونین میں ہے / ہے تو نخچیر مگر دیکھیے کس چین میں ہے
قرب خلاق ہے معراج رسول عربیؐ / میری معراج تو بس آپؐ کے نعلین میں ہے
ہے خداوند کریم اور محمدؐ بھی کریم / بخشش خلق نہاں عفو کریمین میں ہے
دیکھ کر عظمت معراج نبیؐ آج تلک / فلسفی الجھا ہوا کیسا متاہین میں ہے
ان کے داماں میں مجھ ایسے خطاکار کا نام / لوح محفوظ پہ لکھا ہوا داوین میں ہے
نوع انساں کے ہر اک دکھ کا مداوا ناظم / سیرت طیبہؐ سید دارین میں ہے

قمروارثی

سب اسم لبوں کا نور آقا
سرکارؐ نبیؐ حضورؐ آقا

سورج ہو لکھوں جو حرف مدحت
بخشیں وہ مجھے شعور آقا

طیبہ کی تڑپ جنہیں ہے ان کو
رکھتے ہی نہیں ہیں دور آقا

دیکھا ہے در کرم کو جب سے
آنکھیں ہیں یم طہور آقا

میں جب بھی پکارتا ہوں دل سے
سنتے ہیں مری ضرور آقا

نام آپؐ کا لیا ہے جب بھی
پایا ہے عجب سرور آقا

بس آپؐ بھرم قمر کا رکھ لیں
رکھ لے گا بھرم غفور آقا

نعتیہ دوہے .... جمیل عظیم آبادی

پاک محمدؐ نام ہے ان کا اللہ کے ہیں میت
ان کے رستے جو چل نکلا اس کی ہوگی جیت

ان کے جیسا کوئی نہیں ہے کوئی نہیں دودان
سب نبیوں میں اتم وہ ہیں اتم ہے استھان
شہر مدینہ جنت میری قبلہ میرا کعبا
جگمگ جس سے نین کٹورے جھلمل جس سے ماتھا
میرے نبیؐ کے گن مت پوچھو، انؐ کی انوکھی بات
انؐ کے کنک سے پتھر بولے، بولے ڈالی پات
میرے نبیؐ کے جگمگ درپن، جگمگ انؐ کی ساکھ
انؐ کے آگے مدھم سورج ابھرے سورج لاکھ
دونوں جگ کا کون ہے داتا ہم سب تھے انجان
میرے نبیؐ نے کروائی ہے اللہ کی پہچان
طیبہ کے دن رات برابر چاندوں اور اجیارا
جس کے حدود آ کے لوٹے سورج چاند ستارا

ــــــ سہیل غازی پوری ــــــ

جب گنبد خضراء پہ ٹھہرتی ہیں یہ آنکھیں
پلکوں پہ دیئے لے کے اترتی ہیں یہ آنکھیں
رہتی ہیں خموش آہ بھی کرتی ہیں یہ آنکھیں
ایسے بھی تو عالم سے گزرتی ہیں یہ آنکھیں
جن آنکھوں نے دیکھا ہے رسول عربیؐ کو
جی جان سے ان آنکھوں پہ مرتی ہیں یہ آنکھیں
حسن گل گلزار مدینہ تجھے .... اکثر
زنجیر جو کرتی ہیں تو کرتی ہیں یہ آنکھیں
بہتے ہیں جو دن رات غم عشق نبیؐ میں
ایسے ہی تو اشکوں سے نکھرتی ہیں یہ آنکھیں
جس آئینہ خانے کے سبھی کچھ ہیں محمدؐ
اس آئینہ خانے میں سنورتی ہیں یہ آنکھیں
کرتی ہیں سفر کعبے سے جب سوئے مدینہ
پرنور مناظر سے گزرتی ہیں یہ آنکھیں
آنکھوں کو دعا دیں گے سہیل آپ نہ کیسے
کشکول زیارت کو تو بھرتی ہیں یہ آنکھیں

═══ شہزاد زیدی

رحمتِ عالم کی رحمت عام ہے
فیض پانا خود ہمارا کام ہے

میرے مالک کا بڑا اکرام ہے
نعت گوئی میں مرا بھی نام ہے

اتباعِ احمدؐ کی مشکل کام ہے
دین و دنیا میں مگر آرام ہے

اپنی آنکھوں میں مدینہ ہے بسا
لوگ کہتے ہیں ہزاروں گام ہے

آرہے ہیں مصطفیٰ معراج پر
عرش پہ یوں آج جشن عام ہے

ان کو اپنا سا بشر کہتے ہیں لوگ
جن سا بننے میں ہر اک ناکام ہے

دین کو شہزاد نے سمجھا یہی
آپؐ کے قول و عمل کا نام ہے

اے محبوب خدا ﷺ

صفدر صدیق رضی

اے شہنشاہِ زمن، ختم رسلؐ، موجب کلؐ
کچھ لوگ یہ کہتے ہیں اے محبوب خدا!
تجھ سے طلب کرنا بڑا شرک ہے
اور تیری مدد مانگنا بدعت ہے
کہ یہ حاضر و ناظر کی صفت صرف خداوند میں ہے
بندۂ خاکی میں نہیں
اس کے باوصف میں تجھ ہی سے مدد چاہتا ہوں
تجھ سے طلب کرتا ہوں
یہ شریعت کے مسائل میں الجھتے ہوئے لوگ
اپنے ایماں کے اوائل میں الجھتے ہوئے لوگ
میں جو کچھ جانتا ہوں اس سے یہ ناواقف ہیں
کہ میں تجھ سے مدد چاہتا ہوں
تجھ سے طلب کرتا ہوں
تپشِ دل سے غم پنہاں سے
سوزشِ گریہ سے قلب و جاں سے
میری آواز گذرتی ہے حد امکاں سے
میرا معبود بھی مدد کرتا ہے
میں جہاں بھی ہوں وہیں آ کے مدد کرتا ہوں
وہ خرابوں میں نہیں تجھ کو اترنے دیتا
اپنے محبوب کو زحمت نہیں کرنے دیتا

عزیز احسن

نہ تو لوح کا تھا گماں کوئی نہ قلم دوات کا سلسلہ
ترے نور کا یہ طفیل ہے کہ چلا حیات کا سلسلہ

وہ جو نقش حسن تمام تھا اسے پہلے خلق کیا گیا
اسی نقش کا تو یہ فیض ہے کہ ہے کائنات کا سلسلہ

یہ نیابتوں کا شعور بھی اسی مدرسے کی تو دین ہے
درِ مصطفیٰؐ کی زکواۃ ہے یہ شعور ذات کا سلسلہ

ہے جو کائنات میں روشنی، یہ جمال روئے نبیؐ سے ہے
اسی آفتاب سے کٹ گیا ہے طویل رات کا سلسلہ

میں نبیؐ کے شہر کو چھوڑ کر جو دیار تیرہ میں آگیا
تو کھلا کہ خواب و خیال تھا مری واردات کا سلسلہ

ترے در کو دیکھ کے اب نہیں کوئی آرزو مگر ایک ہے
کہ درود پاک پہ ختم ہو مری بات بات کا سلسلہ

شہہؐ دو سرا، نگہ کرم، مجھے پھر ستانے لگے الم
مجھے پھر ڈرانے لگا ہے اب نئی مشکلات کا سلسلہ

میں عزیز نعت نبیؐ لکھوں تو امید ہے کہ پہنچ سکے
مری ذات تک بھی جزا کے دن کرم و نجات کا سلسلہ

عرش ہاشمی

اے ماہِ عجمؐ، مہر عربؐ، سرور ذی جاہؐ
اے عالی نسبؐ، والا حسبؐ، سرور ذی جاہؐ

اللہ رے کرمؐ، محو دعاؐ، راتوں کو اٹھ کر
امت کے لئے گریہ بلبؐ، سرور ذی جاہؐ

ہر سینے میں ہے عشق کی اک شمع فروزاں
ہے آپؐ کا ہر دل میں ادبؐ، سرور ذی جاہؐ

ہے فخر مرا تیرے غلاموں کی غلامی
چاکر ترے میرے جد و ابؐ، سرور ذی جاہؐ

کافی ہے ابد تک کے لئے جس کی ہدایت
وہ ایک نبیؐ امی لقبؐ، سرور ذی جاہؐ

پھوٹی یہ سحرؐ، پھیلا اجالا جو وہؐ آئے
یعنی سب رخصت شبؐ، سرور ذی جاہؐ

پھر اپنے کرم سے اسے اقبال عطا کر
امت ہوئی پھر محو طربؐ، سرور ذی جاہؐ

اس عرش پہ رکھئے گا یونہی چشم عنایت
اے ماحی ہر رنج و تعبؐ، سرور ذی جاہؐ

☆ سلیم کوثر ☆

کچھ دھوپ ہے کچھ حبس کا صحرا مرے آقا
ایسے میں ہوا کا کوئی جھونکا مرے آقا

تجھ سے نہیں ہے مجھے انکار کوئی بھی
تو سارے مسیحوں کا مسیحا مرے آقا

یہ دل تو دھڑکتا ہے تری یاد کے صدقے
آنکھوں نے تو کچھ بھی نہیں دیکھا مرے آقا

میں تیری محبت سے سرافراز ہوں مجھ کو
بے مہری دنیا کا گلہ کیا مرے آقا

میں بندۂ روپوش ندامت تہ گرداں
تو حرف جلی میری دعا کا مرے آقا

اب اس دل آوارہ کی شوریدہ سری سے
بس ایک صدا آتی ہے آقا مرے آقا

تو [illegible] تحریر سر صفحۂ عالم
تو آخری پیغام خدا کا مرے آقا

○ ـــــــــــــــ مجید فکری

مدینہ جگمگاتا آسماں ہے شان و شوکت کا
مری آنکھوں سے دیکھا جائے عالم نور و نکہت کا

بڑا احسان ہے سب پر محمدؐ کی محبت کا
سخاوت کا، عنایت کا، امانت کا، عدالت کا

یہ دنیا مینہ برستے دیکھتی ہے اپنی آنکھوں سے
خدا کی مملکت میں سرور عالمؐ کی رحمت کا

گئے معراج پر تو آسماں نے بھی قدم چومے
ٹھکانہ ہے کوئی کیا رحمت عالمؐ کی عظمت کا

بروز حشر سارے عاصیوں کو بخشوائیں گے
ادا ہو شکر کیسے سرورؐ دیں کی محبت کا

پئے تعظیم سرخم ہے فرشتوں کا بھی اے فکری
تصور سے بھی اونچا مرتبہ ہے جان رحمت کا

غیور احمد غیور

آپؐ کی خو ہے عطا ہم گھرے حالات کے بیچ
آپؐ کے در پہ نظر جاتی ہے خطرات کے بیچ

رحمت کل کا اشارہ ہو تو ساحل سے لگے
ٹوٹی کشتی ہے بھنور پڑتے ہیں ظلمات کے بیچ

حسن ایجاب پہ کامل سا یقیں ہوتا ہے
آپؐ کا واسطہ آئے جو مناجات کے بیچ

آپؐ کا ذکر ہو اور آنکھ سے ساغر چھلکیں
یہی رندوں کی دعا ہوتی ہے ہر رات کے بیچ

میں نے کعبے پہ بھی دیکھا ہے برستا بادل
گنبد خضرا بھی دیکھوں بھری برسات کے بیچ

ہم غیور آج یہ سمجھے ہیں بقول بہزاد
"ہم نے تو عمر گزاری ہے خرافات کے بیچ"

حاصل مطالعہ .... حنیف اسعدی

ذکر ارفع

مبارک مونگیری کا مجموعہ نعت "ذکر ارفع" کے خوبصورت نام کے ساتھ 1994ء میں اشاعت پذیر ہوا مبارک مونگیری ان شعراء میں سے تھے جنھوں نے زندگی بھر جم کر شاعری کی اور تقریباً" ہر صنف سخن میں طبع آزمائی کی عمر بھر کی مشق و مزاولت کے بعد اور غزل پر قدرت حاصل کرنے کے بعد ان کی نعت گوئی حسن بیان اور قدرت بیان دونوں اعتبار سے معیار فن پر پوری اترتی ہے پھر غزل سے کہیں زیادہ تاثر نعت میں پایا جانا لابدی ہے اس لئے کہ عشق مجازی سے کہیں زیادہ ارفع و اعلیٰ عشق حقیقی ہے اور یہ عشق حقیقی حمد کی طرح نعت کا بھی حصہ ہے۔ نعت غزل کی طرح روایتی طور پر نہیں کہی جا سکتی اور اگر اس طرح کسی نے کہی بھی ہے تو وہ جذبے سے خالی ہو کر صرف قافیہ پیمائی ہو کر رہ گئی ہے مبارک مونگیری کی حمد، نعت اور منقبت بڑے اخلاص بڑی لگن اور بڑے جذبے سے بھرپور شاعری ہے مبارک مونگیری کی نعت گوئی کا سب سے بڑا وصف حب محمدی میں ڈوبی ہوئی سرشاری ہے جو ان کے ایک ایک مصرعے سے پھوٹی پڑتی ہے ان کی نعت میں آیات قرآنی کو بڑے سلیقے سے برتا گیا ہے۔ احمد ندیم قاسمی نے سچ کہا کہ "مبارک مونگیری کا رنگ سخن تو قدیم ہے گر موضوع سخن اس لحاظ سے جدید ہے کہ وہ قوم و ملت کے مسائل کو بھی نعت کا حصہ بنا دیتے ہیں اور حضورؐ کی تعلیمات میں سے ان مسائل کا حل بھی ڈھونڈ لاتے ہیں بیسویں صدی کی نعت کی یہ وہ خصوصیات ہیں جسے مبارک مونگیری نے کامیابی سے برتا ہے" مبارک مونگیری کے سارے کلام میں ایک قسم کی سرشاری، بے ساختگی اور وارفتگی پائی جاتی ہے۔ ان کی ایک نعت جس کی ردیف چاندنی، چاندنی کہکشاں کہکشاں ہے عجیب طرح کی والہانہ عقیدت کا منظر پیش کرتی ہے یہ کیفیت ان کے تمام کلام پر چھائی ہوئی ہے۔ زبان و بیان پر قدرت کے سبب ان کا کلام بے داغ ہے مگر کئی مقامات پر ایک نوع کا سہو ملتا ہے جو ایسے پختہ مشق شاعر کے یہاں نہ ہوتا تو اچھا تھا مگر انسان بہر نوع انسان ہے کوئی انسان خطاء سے خالی نہیں ان کا ایک مصرعہ ہے "اس اڑے وقت میں مبارک اب" محاورہ تو آڑے وقت میں کام آنا ہے اڑے وقت نہیں ممکن یہ کوئی علاقائی محاورہ ہو مگر اردو ادب اس سے واقف نہیں اس کے علاوہ حضرت عثمان غنیؓ کی منقبت کے ایک مصرعے میں جَبَش کو جنبش اور ایک نعت کے ایک مصرعے میں "ابن خطاب" کے بجائے "ابن خطاب" باندھا گیا ہے ایسا لگتا ہے کہ وزن و بحر کی پابندی کے لحاظ میں شاعر نے تلفظ کا خیال نہیں رکھا اور اپنی ضرورت کے مطابق الفاظ کو توڑ موڑ کر لکھ لیا ہے جب کہ اس کی اجازت کسی کو نہیں ہے۔

پاکستان میں نعت

"پاکستان میں نعت" راجا رشید محمود کی ایک بیش بہا تالیف ہے۔ راجا رشید محمود پاکستان کی جانی پہچانی شخصیت ہیں۔ وہ شاعر بھی ہیں، ادیب بھی ہیں۔ وہ ایک نعتیہ جریدے "نعت" کے مدیر بھی ہیں۔ ان کی زندگی نعت کی ترویج کے لئے وقف ہے۔ وہ وقتاً" فوقتاً" کوئی نہ کوئی کارنامہ انجام دیتے رہتے ہیں جس کی بنیاد خالصتاً" حب رسولؐ پر استوار ہوتی ہے۔ اس میں نہ کسی تجارتی مفاد کی کھوٹ شامل ہوتی ہے نہ ہی ذاتی شہرت کا کوئی پہلو ہوتا ہے۔ میں ذاتی طور پر ان کی شخصیت کے اس پہلو کی بڑی قدر کرتا ہوں۔ میری نظر میں وہ ایک مقتدر شخصیت ہیں۔ اللہ ان کو اس کوچے کی کوچہ گردی کے اعزاز و انعام سے نوازے۔ اس بار انہوں نے ایک اور بڑا کارنامہ انجام دیا ہے۔ "پاکستان میں نعت" ان کی تازہ کاوش ہے جو ایک تاریخی دستاویز کی حیثیت سے ہمیشہ یاد رکھی جائے گی۔ نعت پر کام کرنے والا کوئی طالب علم یا محقق اس کتاب کی افادیت سے انکار نہ کرسکے گا۔ مجموعی طور پر یہ کتاب حوالوں کی کتاب ہے جو بڑی تحقیق اور جاں فشانی کے بعد یکجا کردیئے گئے ہیں۔ اس کے عنوانات سے پتا چلتا ہے کہ نعت کے کم و بیش سارے ضروری گوشوں پر تفصیل سے نہ سہی اجمالاً" ہی سہی روشنی ڈالی گئی ہے۔ نعت پر اب تک جو کام ہوا ہے اور پاکستان بننے کے بعد یقیناً" بہت ہوا ہے، اس کا مختصر سا جائزہ اس چھوٹی سی کتاب کی خصوصیت ہے۔ نعت پر ۲۰۷ کتابوں کا سن وار انڈکس (Index) کتاب کی افادیت کو اور بھی بڑھا دیتا ہے۔ کتابوں کے علاوہ رسائل و جرائد اور اخبارات میں شائع ہونے والے خصوصی نمبروں کا بھی جائزہ اور ذکر مصنف کی کاوش اور جانکاہی کا بین ثبوت پیش کرتا ہے۔ اتنی خوبیوں کے ساتھ ایک ذرا سی کوتاہی جو مجھے کھٹکی اس کا ذکر کرنا ضروری سمجھتا ہوں۔ اکثر یہ دیکھا گیا ہے کہ اکثر مولف و مصنف کراچی کے کام کو نظرانداز کرتے ہیں۔ ایسی دو واضح مثالیں اس کتاب کے حوالے سے بھی پیش کرنے کی جرات کررہا ہوں۔ ۱۹۶۳ء کے دوران کراچی میں ایک بہت بڑی اور ملک کی سب سے پہلی محفل مقابلہ نعت "بزم فروغ نعت" کے تحت منعقد ہوئی تھی جس کے کرتا دھرتا شیخ محمد اقبال قادری مرحوم تھے۔ اسی طرح اقبال صفی پوری نے ملک کے سب سے بڑے نعتیہ مشاعرے برپا کئے جو تواتر کے ساتھ کئی سال تک جاری رہے۔ ان دونوں اہم کارناموں کا کوئی تذکرہ کتاب میں نہیں ملتا۔ راجا رشید محمود سچے عاشق رسول" اچھے اور کھرے مزاج کی شخصیت اور واقف حال آدمی ہیں۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ ان سے یہ فروگزاشت ہوئی تو کیونکر ہوئی۔ . . . .

کہف الوریٰ

برادرم قمروارثی کا دوسرا نعتیہ مجموعہ "کہف الوریٰ" ان کی پہلی کتاب "شمس الضحیٰ" کے کچھ ہی عرصے بعد منظر عام پر آیا تو یہ بات تو طے ہوگئی کہ نعت گوئی کی سعادت ان کے ریشے ریشے میں رچی بسی ہوئی ہے۔ اس طرح وہ میری نظر میں اب ان شعراء میں شامل ہوگئے ہیں جو خالصتاً" نعت کے شاعر کہلاتے ہیں۔ اچھی شاعری سچے جذبوں اور بے ساختہ لب و لہجے کے برتاؤ کا نام ہے۔ قمروارثی

کی شاعری میں جہاں جہاں یہ وصف پیدا ہوا ہے تاثیر کے سوتے پھوٹ بہے ہیں۔ دیار نبیؐ کی بار بار باریابی نے ان کے یہاں روایتی عقیدت پر تجربے کی چھاپ لگا کر ان کی شاعری میں ایک ایسا رس گھول دیا ہے جو تقرب کی سعادت سے پیدا ہوتا ہے۔ قمروارثی مہذب، مودب، خوش اخلاق، منکسر المزاج اور مرنجان مرنج آدمی ہیں۔ عام زندگی کے یہ اوصاف جب سپردگی میں ڈھل جاتے ہیں تو خدا شناسی اور حب رسول کا حصہ بن جاتے ہیں۔ وہ صاحب سلسلہ شخصیت ہیں، بزرگوں کی صحبت اور فیضان سے ان کے مزاج میں نرمی، سپردگی اور سرشاری کے جوہر پیدا ہوگئے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے کلام میں مولویانہ انداز فکر کے بجائے صوفیانہ طرز احساس کی جھلک پائی جاتی ہے۔ ان کے اس قسم کے جن اشعار سے میرے قلب میں روشنی پھوٹی ان کی سیر میں آپ کو بھی کرانا چاہتا ہوں۔

سب اسم لبوں کا نور آقاؐ
سرکارؐ نبیؐ حضورؐ آقاؐ

اہل دل کے لئے سیرت شاہ دیںؐ، چشم بینا میں کردار شاہ اممؐ
روشنی روشنی، آئینہ آئینہ، چاندنی چاندنی، کہکشاں کہکشاں

سربلندی کا گلستاں، سرفرازی کا چمن
ہے بہ ہر صورت مدینہ عظمتوں والا مقام

عجیب ہوتا ہے دل کا عالم کہ جب حضوری کی ساعتوں میں
جبیں کو دیتے ہیں جذب ہو کر قبولیت کی سند اجالے

یہ بھی کچھ کم تو نہیں یاد شہؐ کا کرم
میں یہاں اور گناہوں میں وہاں کی محفل

در سے آقاؐ کے سیر ہو کر بھی
اک عجب تشنگی ہے آنکھوں میں

قمر عجیب ہے کوئے رسول اکرمؐ بھی
جہاں قیام فضیلت جہاں خرام طواف

یہ کلام ان کے عام کلام سے مختلف ہے۔ قمروارثی جب اپنے آقاؐ سے تقرب کے لمحوں میں ہوتے ہیں تو پھر ان کے بیان میں نہ تکلف ہوتا ہے نہ تصنع لیکن جب وہ شاعری کو کمال شاعری کی

حدوں تک لے جانے کی شعوری کوشش کرتے ہیں تو نئی نئی زمینیں پیدا کرتے ہیں۔ مشکل قافیے تلاش کرتے ہیں۔ دشوار ردیفوں کو برتتے ہیں اور اس میں شک نہیں کہ حد درجہ سنگلاخ زمینوں میں بھی وہ نہ تو مصرعوں کو دولخت ہونے دیتے ہیں اور نہ ہی تاثیر کلام میں کمی آنے دیتے ہیں۔ آپ ان کا یہ رنگ بھی دیکھتے چلئے۔

جس کو آجائے شعور اتباع مصطفےؐ
ٹانک دیتا ہے رخ امروز میں فردا کا رنگ

ہے یہ اعجاز نموئے اتباع مصطفےؐ
شاخ حیرت پر کھلا ہے میرے قامت کا گلاب

مر محیط انفس و آفاق ہوگئی
وابستہ ہو کے ماہ رسالتؐ سے ہر کرن

چراغ آرام گاہ آقاؐ جہاں ہے روشن
بساط روئے زمیں پہ ہے وہ زمیں اثاثہ

دیکھیے روشن چراغ اسوہ شاہ اممؐ
کیجیے کسب کمال انضباط زندگی

یہ چند مثالیں ان بیشتر اشعار سے پیش کی گئی ہیں جن کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ جو لوگ اس مزاج کی شاعری کا مذاق رکھتے ہیں اور پرکاری میں سادگی کے پیوند کو غیر ضروری جانتے ہیں ان سے قمر وارثی کو داد ضرور ملے گی۔ میں اسلوب کے چکر میں نہیں پڑتا میں تو صرف اتنا جانتا ہوں کہ نعتیہ شاعری جس لگن، عقیدت اور والہانہ پن کا تقاضہ کرتی ہے وہ سارے عناصر قمر وارثی کے کلام میں موجود ہیں۔ آپ مانیں یا نہ مانیں میرے نزدیک قمر وارثی کا نعتیہ کلام متاثر بھی کرتا ہے اور مرعوب بھی۔

راہ نجات

ہم اللہ کی عبادت کرتے ہیں، اس کی ثناء بیان کرتے ہیں، اس کی حمد لکھتے ہیں مگر وہ تو ایسا بے نیاز ہے کہ نہ تو اسے ہماری عبادت کی ضرورت ہے نہ ہماری حمد و ثناء کرنے اور لکھنے سے اس کی شان و جلال میں کوئی اضافہ ہوتا ہے۔ یہ سب کچھ ہم اپنی عاقبت سنوارنے کے لئے کرتے ہیں۔ اسی

طرح آقائے دوجہاں کی توصیف بیان کرنے، نعتیں لکھنے، نعتیں پڑھنے اور ان کی ترویج و اشاعت کا حق ادا کرنے کی کوشش کرنے سے ذات اقدس کی نہ شان بیان ہو پاتی ہے اور نہ ہماری عقیدت کا حق ہی ادا ہوتا ہے، یہ سب کچھ ہم اپنی بساط کے مطابق اپنی غلامی کو مستند کرنے کے لئے کرتے ہیں۔ ورنہ جس طرح ہم خدائے بزرگ و برتر کی لا محدود ذات کا اپنی محدود عقل سے احاطہ نہیں کرسکتے اسی طرح صرف خدائے عزوجل کے "ورفعنا لک ذکرک" کے اعلان کے بعد ہماری کیا بساط کہ ہم حبیب خدا کے اوصاف کو پہچانیں اور اس ذات اقدس کی مدحت کا حق ادا کرسکیں گے مگر ثناء گویان مصطفےٰ آقائے نامدار کے احسانات لامحدود کے اعتراف میں اپنی اپنی بساط بھر ذکر و فکر مصطفےٰ بھی کرتے رہتے ہیں۔ نعتیں لکھ کر، نعتیں پڑھ کر اور نعت کی اشاعت کے ذریعے اپنا اپنا حق غلامی ادا کرنے کی سعی کرتے رہتے ہیں۔ ان ہی دیوانوں میں ایک دیوانہ رسول حضرت غلام مجتبیٰ احمدی بھی ہیں جو ہر سال "زاد نجات" کے عنوان سے ایک چھوٹی مدحیہ تالیف شائع کرتے رہتے ہیں۔ بات کتاب کے قد اور حجم کی نہیں ہے بات اس موضوع و مواد کی ہے جو کتاب کا حصہ ہے اور بات اس جذبے اور عقیدت کی ہے مؤلف کی اس چھوٹی سی کاوش کے پس پشت کارفرما ہے اس لئے نہ یہ کتاب چھوٹی ہے نہ یہ کام چھوٹا ہے نہ اس کے کرنے والا معمولی درجے اور منزلت کا حامی و حامل ہے۔ اس ذرا سی کتاب میں بہت سی معروف اور مقبول نعتیں جمع کردی گئی ہیں۔ پھر اس کی قیمت نہ رکھ کر مؤلف نے اپنی نیت میں اضافہ کرلیا ہے۔ اس مجموعے میں اکابرین ملت کے ساتھ ساتھ اس عہد کے نعت گویوں کی تخلیقات بھی شامل ہیں مگر حیرت کی بات ہے کہ تابش دہلوی، محشر بدایونی، شبنم رومانی، سحر انصاری، وغیرہم کے ساتھ ساتھ مؤلف سے حفیظ تائب جیسا بڑا نام بھی نظر انداز ہوا ہے۔ میری اس نشاندہی کو آئندہ لائحہ عمل پر نظر ثانی کے لئے مشورے کی صورت میں قبول کیا جائے نہ کہ اعتراض کی حیثیت سے اس کے علاوہ ایک فرد گزاشت اور نظر سے گزری بہت سا کلام صاحب کلام کے نام کے بغیر شامل کیا گیا ہے۔ آئندہ اس بات پر بھی نظر رہے تو بہتر ہو۔ آخر میں میری دعا ہے کہ مؤلف کو اللہ اس پر خلوص کاوش کا صلہ عطاء فرمائے اور آئندہ کام کرنے کی توفیق مزید مرحمت فرمائے۔ آمین

اشکوں کے پھول

مانی فاروقی کا دیوان "اشکوں کے پھول" 330 صفحات پر مشتمل ہے جس کے کم و بیش سوا سو صفحے نثر کے لئے مختص کئے گئے ہیں جن میں 35 صفحات ڈاکٹر منصور عمر، ڈاکٹر صمد انصاری اور افسر ماہ پوری کی تقریظوں کو دیئے گئے ہیں، باقی نثری حصہ مصنف نے اپنے لئے رکھا ہے جو اپنی ذات، اپنے

خاندان، حسب و نسب کی تفصیلات، اپنے بزرگوں کے کوائف پر مشتمل ہے۔ اس کے بعد اصل دیوان شروع ہوتا ہے جس کے تین حصے ہیں۔ حمدیہ، نعتیہ اور بہاریہ، بہاریہ حصہ دونوں باقی حصوں کے مقابلے میں بہت کم ہے جس سے پتا چلتا ہے کہ مانی صاحب نے گو ابتداء غزل اور بہاریہ نظموں سے کی ہو مگر ان کا اصل رنگ شاعری حمدیہ اور نعتیہ ہی ہے۔ یہ بڑی سعادت کی بات ہے اور کیوں نہ ہو مانی صاحب، صاحب سلسلہ بزرگ ہیں، ان کا سلسلہ راست خلیفۂ دوم حضرت عمر فاروق سے جاملتا ہے۔ اس کے علاوہ وہ مانی صاحب اپنے بزرگون کی پاکیزہ زندگی اور گھر کے مذہبی اور دینی ماحول سے بہت متاثر نظر آتے ہیں اور یہ عوامل مل کر ان کے کردار کی تعمیر میں شامل ہیں۔ مانی فاروقی ایک پکے اور سچے مسلمان ہیں، وہ جوانی کی عمری سے روزے، نماز کے پابند ہیں اور اوائل عمری ہی سے حب رسول و غلامی آل رسول کے پابند نظر آتے ہیں یہی وجہ ہے کہ ان کی نعتیہ شاعری خصوصیت کے ساتھ بڑی پاکیزہ اور عقیدت میں ڈوبی ہوئی سچی شاعری ہے۔ ان کے یہاں حمد کی تعداد دوسرے عام شعراء کے مقابلے میں کہیں زیادہ ہے جس میں بندگی کی ادائے خاص کی جھلکیاں نظر آتی ہیں۔ حضور اقدس سے والہانہ عقیدت نے ان کی نعتوں کو پر سوز و پر تاثیر بنادیا ہے۔

مانی کا یہ وتیرہ رہا ہے تمام عمر
تعریف ہو خدا کی • خدا کے رسول کی

خود ہیں وہ محبوب خدا کے، ان کا ہے محبوب خدا
اسریٰ کی شب عرش پہ دیکھو، کتنا خوب نظارا ہے

مانی فاروقی کی شاعری سادہ، لہجہ حزنم، اور مضامین روز مرہ کے معاملات و معمولات سے متعلق ہیں۔ وہ نہ تو فلسفہ کی دوشگافیوں میں الجھتے ہیں نہ دور کی کوڑی لانے کی سعی کرتے ہیں۔ وہ دل سے نکلی ہوئی سچی آواز کو سادہ اور دل نشیں نقطہ دے کر تاثیر کا جادو جگاتے ہیں۔ ان کی طبیعت غزل سے کہیں زیادہ نظم کی طرف مائل ہے، غزل ہو یا نظم اول تو وہ روایت کی پرستاری کے قائل ہے مگر خصوصیت کے ساتھ نظم کی ہیت کے تجربے ان کے یہاں نظر آتے ہیں۔ چھوٹی اور کہیں کہیں بہت چھوٹی خود ساختہ بحروں میں انہوں نے بڑی چابکدستی سے اپنے فن کا مظاہرہ کیا ہے۔ مجھے ان کے بہاریہ کلام سے کہیں زیادہ حمدیہ اور نعتیہ کلام نے متاثر کیا اور یہاں میرا موضوع سخن بھی یہی دو اصناف تھیں۔ مانی صاحب عمر کی آخری منزل سے گزر رہے ہیں اللہ ان کو تادیر زندہ و سلامت رکھے تاکہ وہ زیادہ سے زیادہ شعری سرمایہ چھوڑیں جو یقیناً" موجودہ کلام سے بھی کہیں زیادہ معتبر اور دل نشیں ہوگا اس لئے کہ اس عمر میں روحانی رشتے زیادہ مستحکم و معتبر ہوجاتے ہیں۔ قرب الٰہی بڑھ جاتا ہے اور حضورؐ سے غلامی کی سند بھی عموماً" اسی عمر میں حاصل ہوتی ہے۔ اللہ ان کے درجات کو بڑھا دے اور انہیں صاحب مقام فرمائے۔ آمین

سرکار

"سرکار" اختر لکھنوی کا دوسرا نعتیہ مجموعہ ہے۔ پہلے مجموعہ نعت "حضورؐ" کے کچھ ہی عرصے بعد اختر لکھنوی کو "سرکارؐ" کی اشاعت کی سعادت نصیب ہوگئی۔ یہ ان کی حضورؐ اور اس کی ذات سے وابستگی کا صلہ ہے۔

دونوں مجموعوں کے مطالعے سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ اختر لکھنوی نے نعت نہ تبرک کے طور پر لکھی اور نہ ضرورت کے تحت۔ نعتوں کی اتنی تعداد جس سے دو مجموعے مرتب ہوجائیں اس بات کی نشاندہی کرتی ہے کہ اختر لکھنوی کو وہ جذبہ اور سعادت نصیب ہے جو شاعر کو نعت گوئی پر راغب کرتی ہے۔ دیار نبی کی بار بار حاضری نے اس جذبے کو اور بھی جلا بخشی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے کلام میں بڑی تاثیر ہے۔ یہ خالص دل کا معاملہ ہے۔ یہ آقا کی غلامی کا شرف ہے۔ اختر لکھنوی ایک درد مند اور پر سوز دل کے مالک ہیں۔ ان کی یہ کیفیت جب فکر سے گزر کر قلب تک پہنچی تو ایک نوع کی والہانہ عقیدت میں ڈھل گئی اور وہ خود سرشار ہوکر دوسروں کو سرشار کردینے کے ہنر سے واقف ہوگئے۔ اختر لکھنوی کا شمار غزل کے اچھے شاعروں میں ہوتا ہے۔ غزل کی مشق کے بعد جب وہ نعت کی طرف آئے تو ان کی عقیدت خلوص اور لگن نے ان نعتیہ کلام کو زیادہ وقیع، معتبر اور پر تاثیر بنادیا۔ ان کے یہ اشعار دیکھیئے۔

یاد آتا ہے بہت ہم کو نمازوں کے بعد
در اقدس پہ وہ احوال سنانا دل کا

ان کی گلیوں کے لئے پاؤں میں چھالے رکھے
ان کے قدموں کے لئے دوش پہ سر لے کے چلے

جس کو آقا کی غلامی کی سند بخشی گئی
اس پہ اسرار دوعالم بھی عیاں رکھا گیا

ان کی نعت گوئی کی ایک اور خصوصیت جو دوسرے بیشتر شعراء کے یہاں نہیں پائی جاتی وہ ان کا حزم و احتیاط ہے۔ حضورؐ سے تخاطب کا مرحلہ ہو یا حضورؐ کے ذکر کا معاملہ ہو اختر لکھنوی بڑی احتیاط اور ادب کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ اس احتیاط کے باوجود چند مصرعے ضرور ایسے نظر سے گذرے جن پر نظر ثانی کرلی جاتی تو ایک اچھے گلدستے میں چند ناپسندیدہ پھولوں کی موجودگی سے جو کوتاہی محوس ہوتی اس کا آسانی سے ازالہ ہوسکتا تھا۔

راہوں کے سنگ دشت کو میرے لئے شجر کیا
سنگ دشت شجر کسطرح بنتے نہیں ؟
یہ رہے ہیں ہمہ دم حسن و سلیقے سے ہے
"یہ رہے ہیں" میں ذم کا پہلو ہے

اس سلسلے میں سب سے زیادہ توجہ طلب اور نظر ثانی کا محتاج یہ شعر ہے

کیا جو میں نے عطاء ہو مجھے بھی خوش لقبی
مرے خیال نے دیکھا کہ مسکرائے حضور

شاعر کو حضورؐ جیسی خوش نصیبی درکار ہے اور پھر حسن طلب پر شاعر کی قوت متخیلہ نے حضور کو مسکراتے بھی دیکھ لیا اللہ جانے حضور کی یہ مسکراہٹ ایسی انوکھی طلب کے سبب تھی یا اس درجہ کی جراءت اور بے باکی پر واللہ اعلم۔

حضرت حفیظ تائب کی نعت گوئی

ڈاکٹر سید رفیع الدین اشفاق

آج سے چند ماہ قبل خوش قسمتی سے پروفیسر حفیظ تائب صاحب کی معیت میں کراچی میں چند دن گزارنے کا شرف حاصل ہوا۔ اس وقت کو یاد کرتا ہوں اور ان کی سی حرفی کے "زمزمہ درود" کے یہ اشعار پڑھ کر اس مجلس کی یاد تازہ کرتا ہوں۔

عجز   طبیعت   حفیظ
رنگ   طبیعت   حفیظ
شوق   و   عقیدت   حفیظ
عزت   و   شہرت   حفیظ
صدقہ   ہے   اس   جناب   کا
صلی   علی   نبینا
صل   علی   محمد

اس میں شک نہیں کہ جس طرح حضرت حفیظ تائب کی شاعری اسوہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعبیر اور تعبیر ہے اسی طرح ان کی زندگی اپنے طور پر اسی اسوہ حسنہ کا ایک نمونہ ہے۔ جو عنوان ان کی شاعری کا ہے وہی عنوان ان کی زندگی کا ہے۔ ان کی شخصیت کی تعمیر میں ان کے جذبہ حب نبیؐ کو بڑا دخل ہے۔ انہوں نے اپنی شاعری کو ذکر نبیؐ کے لئے وقف کردیا اور اس طرح ان کا یہ مشغلہ گویا بمنزلہ عبادت ہے۔ فکر سخن میں ان کا اس درجہ انہماک اور استغراق ان کے دل کو ذکر رسولؐ کے لئے ہمیشہ بیدار رکھتا ہے جس سے ان کے باطن کی تطہیر ہوتی ہے۔

شاعر کی حیثیت سے حضرت تائب کی عظمت کے لئے یہی کیا کم ہے کہ وہ مجسم نعت ہیں۔ ان کے ہر نفس سے ذکر نبیؐ کی خوشبو مہکتی ہے۔ وہ حب رسولؐ کے جذبے سے سرشار ہی نہیں مغلوب ہیں

اور اپنے جذبات کو لفظی جامہ پہنانے کے لئے مجبور ہیں۔ ان کی اشکبار آنکھیں ان کی باطنی کیفیت کی غمازی کرتی ہیں۔ وہ حب رسولؐ کے سرور میں اپنا بڑے سے بڑا غم بھی بھول جاتے ہیں۔ چنانچہ فرماتے ہیں

لب کھلے جب نبیؐ کی مدحت میں
پھول کھلنے لگے طبیعت میں
پائی ہر تلخی الم سے نجات
کھو کے تذکار شہ کی لذت میں

یہاں تک کہ وہ موت کے آئینے میں رخ دوست دیکھ کر لقائے حبیب کے لئے بے چین ہو جاتے ہیں۔

کیوں نہ تائب آبروئے مصطفیٰؐ پر جان دوں
موت پر ٹھہرا ہے جب دیدار خیر الانبیا

حضرت تائب کی شاعری کے خدوخال حسب ذیل ہیں۔

(۱) حضرت تائب کے نعتیہ کلام میں غزلیں، تضمیں، قصائد، آزاد نعتیہ منظومات وغیرہ سبھی شامل ہیں۔ ان کے نعتیہ مضامین کے ماخذ بنیادی طور پر قرآن اور حدیث ہیں۔ اس لئے ان کے کلام میں ایک مفسر کی عالمانہ بصیرت، ایک محدث کی تحقیقی نظر اور فقیہ کی احتیاط ہر جگہ نمایاں ہیں۔ وہ تحقیق کا دامن ہاتھ سے جانے نہیں دیتے یہاں تک کہ وہ اس ضعیف حدیث کو بھی نقل کرنے سے پرہیز کرتے ہیں جسے علماء کے ایک طبقے نے فضائل کے بیان میں جائز قرار دیا ہے وہ آداب حضوری خوب جانتے ہیں اور "لا ترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی" کی تہدید کا مطلب خوب سمجھتے ہیں۔ بارگاہ رسالت مآبؐ میں ہمیشہ سرتاپا نیاز بن کر پہنچتے ہیں۔

شوق و نیاز و عجز کے سانچے میں ڈھل کے آ
یہ کوچہ حبیبؐ ہے پلکوں سے چل کے آ
امت کے اولیاء بھی ادب سے ہیں دم بخود
یہ بارگہ سرور دیںؐ ہے سنبھل کے آ

حضرت تائب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوہ حسنہ میں زندگی کا مکمل نمونہ دیکھتے ہیں جس میں انہیں حیات کے جملہ مسائل کا حل نظر آتا ہے۔ اس لئے وہ اس خلق قرآن کے مختلف پہلوؤں کو

بار بار اور سو سو طرح اپنے کلام میں پیش کرتے ہیں۔ بیان کی خوبی یہ ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ کتاب زیست کی عملی تفسیر بن کر ہمارے دل و جان میں اتر جاتی ہے۔ اس طرح وہ اپنے حسن بیان سے تاریخ کو شعر اور شعر کی تاریخ بنا دیتے ہیں۔ بیان کی خوبی ملاحظہ ہو۔

کتاب زیست کا عنوان محمدؐ عربی
بہار گلشن امکان محمدؐ عربی
دلیل عظمت آدم و ہادی اکرم
حریم قدس کا مہماں محمدؐ عربی
سکون دیدہ نمناک صاحب لولاک
سبیل رحمت یزداں محمدؐ عربی
وہ آرزوئے کلیمؑ و دعائے ابراہیمؑ
نوید لطف فراواں محمدؐ عربی

اسی رنگ کے چند اشعار یہ ہیں

نور نگاہ خلق پہ رنگ رخ حیات ہو
زینت عرش و فرش ہو رونق شش جہات ہو
عدل کی صبح زرنگار خیر کا باغ پربہار
علم کا شہر بے کنار حسن کی کائنات ہو
قائد مرسلیں تمہی ہادی آخریں تمہی
رحمت عالمین تمہی مصدر التفات ہو

علامہ اقبال کے کلام میں رموز بے خودی کے آخر میں "عرض حال مصنف بحضور رحمتہ اللعالمین" کے چند ابتدائی نعتیہ اشعار ان گوناگوں خوبیوں کی بنا پر بے مثل ہیں۔

اے ظہور تو شباب زندگی
جلوہ ات تعبیر خواب زندگی
اے زمین ازبار گاہت ارجمند
آسمان از بوسہ بامت بلند
شش جہت روشن ز تاب روئے تو

ترک و تاجیک و عرب ہندوئے تو
از تو بالا پایہ ایں کائنات
فکر تو سرمایہ ایں کائنات
در جہاں شمع حیات افروختی
بندگاں راخواجگی آموختی

اب اسی رنگ میں حضرت تائب کا بیان بھی سن لیجئے

ظہور سرور کون و مکاں ظہور حیات
انھی کی فکر کی خیرات ہے شعور حیات
وہ جن کی شان میں ارض و سما کی آرائش
وہ جن کے دم سے فروزاں ہے نزد و دور حیات
انھی کے حسن کا پرتو ہے عالم امکان
انھی کے جلووں کا عکس جمیل نور حیات
انھی کی راہ سے ملتی ہے منزل عرفاں
انھی کی چاہ سے وابستہ ہے سرور حیات
جمال ان کا ہے تائب فروغ دیدہ وراں
مقال ان کا سکوں بخش ناصبور حیات

یہاں دونوں کے کلام کا موازنہ مقصود نہیں ہے۔ البتہ دیکھنا یہ ہے کہ دونوں کے درمیان مماثلت اور ہم رنگی کہاں تک ہے اور تو اور واو کا عنصر کس تناسب سے ہے۔ اس میں شک نہیں کہ بقول پروفیسر ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان حضرت تائب کے کلام میں "بعض مقامات پر علامہ اقبال کے کلام کا پرتو نظر آتا ہے"۔

(۲) حضرت تائب اصلاً" غزل کے تربیت یافتہ شاعر ہیں اسی لئے ان کی جو نعتیں غزل کی ہیت میں ملتی ہیں ان میں ان کے دل کی آواز کیفیت و سرور میں ڈوب جاتی ہے۔ وہ حب رسولؐ کے جذبے سے سرشار ہو کر فراق رسولؐ میں بے تاب ہو جاتے ہیں۔ ان کا یہ بے قراری کا بیان وجد آفریں ہوتا ہے اور ایمان کی تر و تازگی کا سامان کرتا ہے۔

خواب ہی میں رخ پر نور دکھاتے جاتے

تیرگی میرے مقدر کی مٹاتے جاتے
ڈال کر ایک نظر روح کی پہنائی میں
اس خرابے کو سمن راز بناتے جاتے
غار کو چشمہ انوار بنانے والے
افق دل سے بھی مہتاب اگاتے جاتے
اس خنک شہر کو جاتی ہوئی اے نرم ہوا
ساتھ لے جا مرے جذبات بھی جاتے جاتے

ایک پر کیف غزل کے چند اشعال اور بھی سن لیجئے

دلوں کا شوق روحوں کا تقاضا گنبد خضراء
زمانے کی نگاہوں کا اجالا گنبد خضراء
جو رنگ و بو کی دنیا سرزمین شہر طیبہ ہے
تو خلد چشم و فردوس تمنا گنبد خضراء
خدا کا شکر تائب کی نگاہوں نے بھی دیکھا ہے
وہ ہر سینے کے اندر بسنے والا گنبد خضراء

گنبد خضراء جس نے دیکھا ہے وہی سمجھ سکتا ہے کہ یہ مضمون کیا ہے۔ شاعر کے بیان کا خلوص، اس کا جذب و کیف اور سوز و گداز ایسا ہے کہ پتھر کو بھی پگھلا سکتا ہے۔ یہ مضمون سرمستی اور بے خودی کا ہے۔ ہوش و حواس اس کے متحمل نہیں ہو سکتے۔

"قرب و حضور" کے زیر عنوان چند اشعار سماعت فرمائیں۔

سرچشمہ عطا در خیر الوری کی خیر
گنبد سے جان و دل میں اترتی ضیاء کی خیر
ہر باب مسجد نبوی ہے در مراد
ہر زاویے سے اس حرم دلکشا کی خیر
وابستہ ہے اسی سے نشاط دل و نظر
مقصورہ و مواجہ کی نوریں فضا کی خیر
ہو منبر حضورؐ سے بیت حضورؐ تک

ہر یادگار خواجہ ارض و سما کی خیر
طیبہ کے پاسبان احد کے لئے سلام
تقویٰ پہ استوار حریم قبا کی خیر

شاعر کے قلب و نظر میں دیارِ حبیبؐ کا ایک ایک منظر بسا ہوا ہے۔ وہ انہیں یاد کرتا ہے اور اس کی تفصیل والہانہ انداز میں بیان کرتا ہے۔ بیان کی ایسی ہے کہ جو حضرات حضوری سے مشرف ہیں اور دیارِ رسولؐ کی حاضری سے کامران ہیں۔ ان کی نظروں میں اس ماحول کے در و دیوار پھر جاتے ہیں اور ان کے دلوں میں ان مقاماتِ مقدسہ کی یاد تازہ ہو جاتی ہے اور لقائے حبیب کی تمنا پیچ و تاب کھانے لگتی ہے۔ اشعار کیا ہیں ایک تاریخ ہے اور وسعت معانی میں ایک شہر نہیں' دنیا ہے۔

(۳) حضور رسالت مآبؐ میں شاعر کی التجا

بارگاہ نبوی میں اپنے درد کا بیان اور درماں کی التجاء نعت گو شعراء کا قدیم دستور رہا ہے۔ بوصیریؒ (متوفی ۶۹۶ھ) نے تو اس کے لئے ایک مستقل قصیدہ لکھا جس میں اپنے فالج کے مرض کی شکایت بھی ہے اور اس سے شفایابی کی التجا بھی۔ اسی طرح علامہ اقبال کی فارسی مثنوی پس چہ باید کرد اے اقوام شرق کی شان نزول ہی وہ خواب ہے جس میں سرسید کہہ رہے ہیں کہ تم اپنی بیماری کا ذکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیوں نہیں کرتے۔ چنانچہ علامہ نے در حضور رسالت مآب کے عنوان سے نعتیہ اشعار لکھے۔ ایک عاشق رسول کے لئے التجا سے بڑھ کر اس بارگاہ عظیم میں اور کونسی سعادت ہو سکتی ہے۔ خوش بخت ہیں وہ نفوس جن کا آخری سانس اسی کیفیت میں گزر جائے۔ معلوم نہیں کن آنات میں حضرت جگر مراد آبادی پر یہ عارفانہ حقیقت منکشف ہوئی جو ان کی زبان سے بے ساختہ نکل گیا۔

نہ جا شانِ تغافل پر کہ اے دوست
مقامِ التجا کچھ کم نہیں ہے

اسی لئے نعتیہ شاعری کا وہ حصہ نہایت وقیع اور موثر ہے جس میں شاعر حضور رسالت مآب میں اپنا درد بیان کرتا ہے اور نہایت عاجزانہ انداز میں درماں طلب ہوتا ہے۔

نعتیہ شاعری کے جدید دور کی نمایاں خصوصیت اس باب میں یہ ہے کہ ملی احساس کے زیر اثر ذاتی مسائل کو بیان کرنے کے علاوہ امت محمدی کے مسائل کو حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ

میں پیش کرنے کا رجحان بڑھ گیا جو اس دور کی نعتیہ شاعری کا وصف محمود ہے۔ اس خصوص میں حضرت تائب کے نعتیہ کلام کی مزید خوبی یہ ہے کہ وہ علامہ اقبال کی طرح قومی اور ملی مسائل کے مقابلے میں اپنا درد بھی بھول جاتے ہیں۔ یہاں تک کہ موجودہ دور کے تمام مسائل جو اسلامی معاشرے اور عالم اسلامی سے تعلق رکھتے ہیں وہ سب ان کے بیان میں آجاتے ہیں۔ مثلاً مسلمانوں کی پستی اور اسلامی قدروں سے ان کی بے گانگی ان کی سیاسی بدحالی اور جماعتی انتشار یہاں تک کہ افغانستان میں حالیہ دور کے روسی مظالم اور فلسطین میں مسلمانوں پر یہودیوں کے ظلم و ستم یہ سب ان کی نعتیہ شاعری کے موضوع بن گئے ہیں۔ چنانچہ امت کے آلام کا نقشہ اس طرح پیش کرتے ہیں۔

آمادہ شر پھر ہیں ستمگر مرے آقاؐ
امت کی خبر لے مرے سرور مرے آقاؐ
افغانیوں پر کوہِ الم ٹوٹ پڑا ہے
خونریز ہیں کہسار کے منظر مرے آقاؐ
فریاد کناں ہیں درو دیوار فلسطین
ہیں نوحہ بلب مسجد و منبر مرے آقاؐ

اس میں شک نہیں کہ تقرب بارگاہ نبویؐ کے لئے مقام التجا بجائے خود ایک عظیم مقام ہے لیکن اسی مناسبت سے یہ مقام نازک ہے۔ اس لئے کہ یہ وہ بارگاہ ہے جہاں آواز کی ذرا سی بھی ناہمواری سوئے ادب میں شمار ہو سکتی ہے۔ حضرت تائب اس کا پورا احساس ہے اسی لئے ان کی فریاد کی لے بھی نیاز مندانہ انداز رکھتی ہے۔

خلق دیتی ہے دہائی مصطفیٰ یا مصطفیٰ
کرب سے ہو اب رہائی مصطفیٰ یا مصطفیٰ
دہر میں پھر دورِ خیر و عدل کا آغاز ہو
آج کہتی ہے خدائی مصطفیٰ یا مصطفیٰ
گردشِ ایام کے ہاتھوں صدا دینے لگے
اب تو زخم نارسائی مصطفیٰ یا مصطفیٰ

سارا کلام شاعر کے خلوص اور جذب و کیف کا نمونہ ہے کہ اس کا دل امت کی فکر میں پیچ و تاب کھاتا رہتا ہے۔

اب "التماس کرم بہ حضور تاجدار حرم" کے چند اشعار پیش کیے جاتے ہیں بیان کی سادگی اور روانی، ترکیبات کی دلاویزی اور تشبیہات اور استعارات کی ندرت کلام کے حسن کو چار چاند لگا رہی ہیں۔ مضمون طویل ہوتا جاتا ہے اور الفاظ کی فراوانی ایسی کہ انبار لگتا جاتا ہے شاعر کو بیان پر جو قدرت حاصل ہے وہ محض عطیہ ربانی ہے۔

اے مظہر لا یزال آقاؐ
سرتابہ قدم جمال آقاؐ
وحشی ہے صرصر حوادث
گرتا ہوں مجھے سنبھال آقاؐ
دل دست فشار میں ہے ایسے
جیسے کوئی یرغمال آقاؐ
رسمیں ہیں تمام جاہلانہ
قدریں ہیں پائمال آقاؐ
بے صرفہ گزرتے جا رہے ہیں
روز و شب و ماہ و سال آقاؐ
ہر سمت سے حسرتوں نے گھیرا
ہوں آج شکستہ بال آقاؐ

اب شاعر کی دبی ہوئی چیخ و پکار اور آہ و زاری بھی سن لیجیے۔

شاہا مرے جاں نواز شاہا
آقاؐ مرے خوش سگال آقاؐ

شاعر بارگاہ رسالت مآب میں مودب کھڑا امت کے مسائل بیان کرتا ہے اور درماں طلبی میں آہ و زاری کرتا ہے۔ جذبات کی فراوانی میں اضطراری طور پر منہ سے دبی ہوئی چیخ بھی نکل جاتی ہے تو بیان کا مودبانہ اور نیاز مندانہ انداز اور لب و لہجہ کا انکسار شاعر کا ساتھ نہیں چھوڑتے اور گویا اس نازک موقع پر اس کی غمخواری کرتے ہیں۔
احوال امت کے بیان کی ایک اور مثال پیش کی جاتی ہے۔

مزاج زندگی ہے سخت برہم سید عالمؐ

دگرگوں ہیں بہت احوال عالم سید عالمؐ
مداوا سب دکھوں کا ہے دعا تیری شہ والا
نظر تیری ہے سب زخموں کا مرہم سید عالمؐ
کہاں فکر زبوں میرا کہاں اوج و شرف تیرا
اڑا عرش بریں پر تیرا پرچم سید عالمؐ
چمن زار تمنا جس سے رہتا ہے ترو تازہ
وہ ہے تیری حسیں یادوں کی شبنم سید عالمؐ

(۴) مروجہ بحروں کا حسن انتخاب اور نئی بحروں کے تجربے

(۱) عربی کے مشہور شاعر عمر بن کلثوم کا معلقہ اپنی ولولہ انگیز موسیقیت اور غنائیت کے لئے مشہور ہے۔ یہ قصیدہ عرب کے بچے بچے کی نوک زبان تھا۔ جب وہ پڑھتے تو ایسا معلوم ہوتا گویا میدان جنگ میں گھوڑے دوڑ رہے ہیں۔ اس کا مطلع یہ ہے۔

الا ھبی بصحنک فاصبحینا ولا تبقی خمور الاند رینا

حضرت حفیظ تائب نے اسی بحر میں عمرو بن کلثوم کے رزمیہ جلال کے مقابلے میں اپنی نورانی اور جمالی مجلس اس طرح سجائی ہے کہ موسیقیت اور غنائیت کی آمیزش کے ساتھ روانی، بے ساختگی اور برجستگی کا اعجاز نظر آتا ہے۔

منور ہوگیا عالم کا سینہ
خوشا تابانیٔ ماہ مدینہ
ملی ہے زندگی قلب تپاں کو
بڑے کام آئی ہے آہ شبینہ
مری نظروں میں ہے وہ روح کونین
لٹایا جس نے معنی کا خزینہ
نوید مغفرت جس کی اطاعت
شریعت جس کے بام حق کا زینہ
بھایا جس نے غمزاری کا انداز
سکھایا جس نے جینے کا قرینہ

نکالا جس نے گرداب بلا سے
پریشاں آدمیت کا سفینہ

۲۔ سراج اورنگ آبادی کی ایک مشہور عارفانہ غزل ہے جس کا مطلع یہ ہے۔

خبر تحیر عشق سن نہ جنوں رہا نہ پری رہی
نہ تو تو رہا نہ تو میں رہا جو رہی سو بے خبری رہی

اب اسی زمین میں حضرت حفیظ تائب کی وجد آفریں غزل ملاحظہ فرمائیں۔

رہی عمر بھر جو انیس جاں وہ بس آرزوئے نبیؐ رہی
کبھی اشک بن کے رواں ہوئی کبھی درد بن کے دبی رہی
شہ دیں کے فکر و نگاہ سے مٹے نسل و رنگ کے تفرقے
نہ رہا تفاخر منصبی نہ رعونت نسبی رہی
تھی ہزار تیرگی فتن نہ بھٹک سکا مرا فکر و فن
مری کائنات خیال پر نظر شہ عربی رہی
وہی ساعتیں تھیں سرور کی وہی دن تھے حاصل زندگی
بحضور شافع امتاں مری جن دنوں طلبی رہی

حضرت تائب کی روایات میں نئی بحروں کے تجربے بھی ہیں۔ آپ نے سی حرفی پنجابی کی ایک صنف سخن کو کمال مہارت سے برتا ہے جس میں اپنی طرف سے وسعت بھی پیدا کی ہے۔ اس کی مثال شروع ہی میں دی جاچکی ہے۔

۵۔ مشکل اور طویل ردیفوں کی بوقلمونی

حضرت حفیظ تائب کی قادر الکلامی کا بڑا ثبوت ان کی مشکل اور طویل ردیفیں ہیں جن کو برتنے پر حضرت تائب، جیسا شاعر ہی قادر ہو سکتا ہے۔ مثلاً "الحمد للہ، اللہ الصمد، سید البشر، سید عالم، ہادی برحق، رحمت للعالمین، گنبد خضراء، مصطفیٰ یا مصطفیٰ، خواجہ لولاک، زمیں جگمگائی فلک جگمگایا، ہمیں دعاؤں میں یاد رکھنا، دیکھنا اور سوچنا وغیرہ وغیرہ۔ ظاہر ہے کہ ان ردیفوں کے ساتھ شاعر نے جو پابندی عائد کی ہے اسے اظہار کی راہ میں اور رکاوٹ بننا چاہیے مگر حیرت ہے کہ یہی ردیفیں شاعر کے کلام میں اثر، کشش اور دل آویزی پیدا کرتی ہیں۔ یہ محض شاعر کے بیان کا اعجاز ہے۔ آئیے اب ہم ایک طویل

ردیف کے حسن کو دیکھیں اور سوچیں۔

رحمت حق سایہ گستر دیکھنا اور سوچنا
اک نظر شہر پیمبرؐ دیکھنا اور سوچنا
کس قدر روشن ہیں انساں کے لیے صدیوں کے رنگ
وادی طابہ کے منظر دیکھنا اور سوچنا
اس کے ہوتے کس اجالے کی ہے دنیا کو تلاش
سبز گنبد کو برابر دیکھنا اور سوچنا
سنگ بھی مہکے ہیں کیسی نکہت انفاس ہے
دیر تک محراب و منبر دیکھنا اور سوچنا

خوبی یہ ہے کہ شاعر کا بیان اپنی دلاویزی کے ساتھ جس قدر طویل ہوتا جاتا ہے قاری کا دل دیکھنے اور سوچنے کے لیے بے چین ہوجاتا ہے۔
طویل ردیف کا ایک اور نمونہ "ولادت باسعادت" میں ملاحظہ فرمائیں

ہوا جلوہ گر آفتاب رسالت، زمیں جگمگائی فلک جگمگایا
مٹی دہر سے کفرو باطل کی ظلمت زمیں جگمگائی فلک جگمگایا
برآئی بالآخر تمنائے فطرت، چلی باغ عالم میں باد مسرت
ہنسی زندگی، جھوم اٹھی مشیت، زمیں جگمگائی فلک جگمگایا
بہشت بریں کے کھلے باب سارے، فلک سے ملائک سلامی کو آئے
ہوئی سرور انبیاء کی ولادت زمیں جگمگائی فلک جگمگایا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت تاریخ عالم کا ایک اہم ترین واقعہ ہے جس نے دنیا کے چپے چپے میں پھیلی ہوئی تاریکی کو روشنی میں تبدیل کردیا اور دنیا کا مقدر بدل دیا۔ اس مضمون کو بیان کرنے کے لیے شاعر نے ایسا دلکش پرایہ اختیار کیا ہے کہ سننے والے کے دل میں یہ حقیقت روشن ہوجاتی ہے کہ اب تو زمین اور فلک کو یقیناً جگمگانا ہی چاہیے۔ ایک نہیں، ہزار مرتبہ، یہاں الفاظ کی تکرار اور طویل ردیفوں کی شکل میں سماعت پر بار نہیں گزرتی بلکہ حسن بیان کی دلاویزی سامع کو محظوظ کرتی ہے۔
اب ایک اور ردیف الحمد للہ کے برمحل استعمال کی جاذبیت بھی دیکھ لیجے کہ قاری ہر شعر کے اختتام پر

خود بھی دل سے الحمد للہ کہنے پر مجبور ہو جاتا ہے۔

کھلا باب حرم الحمد للہ
کرم ہے دم بدم الحمد للہ
بیاض صبح رحمت نے مٹایا
سواد شام غم الحمد للہ
نسیم خیر سے مہکے ممالک
عرب سے تا عجم الحمد للہ
جہاں کی گلشن آرائی کا پھر سے
ہوا ساماں بہم الحمد للہ
قدوم سروردیں سے بیاباں
ہوئے رشک ارم الحمد للہ

مثالیں۔ کہاں تک پیش کی جائیں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ شاعر کو مشکل اور طویل ردیفوں سے خاص دلچسپی ہے۔ اسی لیے اس نوع کی ردیفیں ان کے کلام میں بکثرت ملتی ہیں اس کے علاوہ حضرت تائب کے کلام کی امتیازی خصوصیت ردیف اور قافیہ کی ہم آہنگی اور موافقت ہے جو شعر کے حسن اور اثر کو دوبالا کر دیتی ہے

غرض یہ کہ فکر و فن کے اعتبار سے حضرت تائب کی فضیلت کے اسباب کئی ہیں۔ ایک تو یہ کہ ازل کی نعمتوں میں انہیں عشق رسول عطاء ہوا اور نعت گوئی ان کا مقدر قرار پایا ہے۔ پھر اس عظیم کام کے لیے جو صلاحیت انہیں ملی ہے وہ محض عطیہ ربانی ہے جو ان کی کرامت کی بڑی دلیل ہے ان کے کلام میں مضامین کی رنگا رنگی' بیان کی سادگی' الفاظ کی فراوانی' تراکیب نعت کی جاذبیت' مروجہ بحروں کا حسن انتخاب' نئی بحروں کے تجربے' مشکل اور طویل ردیفوں کی جدت ' تشبیہات اور استعارات کی ندرت اور نور علی نور شاعر کے لہجے کا انکسار اور نیاز مندانہ انداز بیان یہ سب مل کر ان کے کلام کی لفظی اور معنوی خوبیوں کو چار چاند لگا دیتے ہیں اور ان کی قادر الکلامی اور فن میں پوری دستگاہ کا بھرپور ثبوت بہم پہنچاتے ہیں۔

حضرت تائب کی آواز اپنی آواز ہے اور اپنے فن کے اس کمال میں وہ منفرد ہیں۔ ان کی ذات میں نعت کی ایک نئی دنیا تعمیر ہوئی ہے۔ شکر ہے کہ نعتیہ شاعری کے فروغ کے لیے اس دور میں ایسی جامع شخصیت مل گئی ہے جو محض فضل ربانی ہے۔ وہ نہ صرف اپنے دور کے عظیم شاعر ہیں بلکہ ان کا شمار نعتیہ شاعری کے ان معماروں میں ہے جنہوں نے اپنی غیر معمولی صلاحیت سے اس فن کو نیا رنگ اور آہنگ دیا ہے۔

تابش دہلوی کی نعتیہ شاعری .... ڈاکٹر اسلم فرخی

تابش دہلوی کی نعتیہ شاعری "تقدیس" کے حوالے سے

ڈاکٹر اسلم فرخی

مسعود الحسن تابش دہلوی کا نام آتا ہے تو ذہن میں یہ خیال ابھرتا ہے کہ وہ آج کی اردو شاعری میں شائستگی اور نفاست کا حوالہ ہیں۔ شاعروں کی فراوانی کے اس عہد میں وہ شائستگی اور نفاست کا حوالہ کیسے بنے۔ اس کے مطالعے کے لئے ہمیں ان کی شاعری اور شخصیت کو نظر میں رکھنا ضروری ہے۔ شخصیت کے اعتبار سے بھی تابش صاحب انتہائی شائستہ اور نفیس مزاج انسان ہیں' کردار و گفتار اور رفتار کے اعتبار سے تابش صاحب کے یہاں غیر معمولی رکھ رکھاؤ سلیقہ اور شائستگی ملتی ہے۔ کچھ خاندانی اثرات کی وجہ سے اور کچھ اس وجہ سے کہ ان کی نوجوانی حیدر آباد دکن میں ان بزرگوں کے زیر سایہ گزری جو شائستگی اور ادب و آداب میں اپنی مثال آپ تھے۔ مولوی عنایت اللہ دہلوی اور فانی بدایونی کا تابش صاحب کی زندگی پر بڑا گہرا اثر ہے۔ دیکھنے والوں کا بیان ہے کہ یہ دونوں بزرگ انتہائی شائستہ اور نفاست پسند انسان تھے۔ تابش صاحب نے ان سے جو اثرات قبول کئے ہیں وہ ان کی زندگی اور شاعری دونوں میں بہت نمایاں ہیں۔ یہ سوال بڑا دلچسپ ہے کہ تابش صاحب اپنے رنگ میں منفرد ہیں۔ شائستگی اور نفاست سے لبریز تابش صاحب کی شاعری تفکر اور تحیر کی شاعری ہے۔ حیات اور کائنات کے لئے سوالات ہیں بہت اہم اور متحیر کر دینے والے ان سوالوں نے ان سے اس طرح کے شعر کہلوائے ہیں۔

بار حیات اٹھائیے تنہا اٹھائیے
یہ بوجھ آپ سے نہیں اٹھتا' اٹھائیے

بوجھ اٹھانا ایک طرح کی زبردستی ہے اٹھے یا نہ اٹھے مگر اٹھانا ہے۔ کیوں؟ یہی تو وہ سوال ہے جو تابش صاحب کو پریشان رکھتا ہے اور ان کی شاعری میں طرح طرح سے در آتا ہے بنیاد بن جاتا ہے۔ تابش صاحب کی کوئی غزل ہو کسی نہ کسی پیرائے میں یہ سوال ابھرتا ہوا محسوس ہوتا ہے۔ محبت کی دھیمی آنچ میں مسلسل جلتے رہنا تابش صاحب کی شاعری کا نمایاں وصف ہے مگر شائستگی اور سلیقے کے ساتھ۔ دوسرے مصرعے کے آخری ٹکڑے میں اٹھانے کی تاکید میں کسی قسم کا تحکم نہیں شائستگی اور محبت کی نرمی ہے لیکن تحیر بھی اپنی جگہ برقرار ہے۔

تابش صاحب کی شاعری کا ایک پہلو ایسا بھی ہے جس میں کوئی سوال نہیں تحیر ہی تحیر ہے' محبت ہی محبت ہے جہاں شائستگی نے انتہائی انکساری کا پیرایہ اختیار کر لیا ہے۔ جہاں ہر گام سوال پوچھنے والے تابش صاحب دولت عرفان سے مالا مال نظر آتے ہیں۔ تابش صاحب کی شاعری کا یہ روشن پہلو ان کی

نعتیہ شاعری سے عبارت ہے۔ تابش صاحب کی نعتیہ شاعری ان کی عام شاعری کے برعکس جذبے اور جوش کی شاعری ہے۔ عام طور پر عقیدت کی شاعری روایت کے بوجھ سے دبی ہوئی ہوتی ہے۔ شعراء بہ نیت ثواب بارگاہ نبوت میں گلہائے عقیدت پیش کرتے ہیں محبت کی جھلک بھی ملتی ہے لیکن وہ قوت اور اثر نہیں ہوتا جسے ورائے شاعری سے تعبیر کیا جاتا ہے یہ سعادت معدودے چند شعراء ہی کے حصے میں آئی ہے۔ تابش صاحب بھی ان خوش نصیب شعراء کی صف میں نظر آتے ہیں۔

تابش صاحب کا ایک نعتیہ مجموعہ "تقدیس" کے عنوان سے شائع ہوچکا ہے ان کے دوسرے شعری مجموعوں کی طرح روشن روشن نکھرا نکھرا لیکن ان کے دوسرے شعری مجموعوں سے قدرے مختلف، سراپا عرفان و آگہی "تقدیس" کے مطالعے سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ تابش صاحب عشق محمدیؐ میں کس قدر ڈوبے ہوئے ہیں۔ جو نعت ہے عشق و وارفتگی کا ایک نغمہ ہے۔ خاک ارجمند نامی نظم میں انہوں نے لولاک لما خلقت الافلاک کو فضائے ہو میں گونجنے والا نغمہ قرار دیا ہے مجھے ان کی یہ نظم فضائے دل میں گونجنے والا وہ نغمہ محسوس ہوئی جو بلند ہو کر روشنی کو پھیلا دیتا ہے۔ تابش صاحب نے خاک ارجمند کو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری سے منسلک کر کے رنگ و نور کی ایک دنیا تعمیر کی ہے۔

لولاک لما خلقت الافلاک گونجی یہ صدا فضائے ہو میں
اک نور تھا جلوہ گر سرِ خاک عالم تھے ہزار ہا نمو میں
اس نور سے خاک کو شرف ہے اس نور سے دو جہاں ہیں پرنور
یہ ایک گہر صدف صدف ہے یہ جلوہ گری ہے طور در طور
اس نور سے سوز جاں ملا ہے سرچشمہ زندگی ہے یہ سوز
تقویم حیات بن گیا ہے یہ مہر یہ ماہ یہ شب و روز
تا عرش رسا ہوئی کفِ خاک افلاک سے بھی ملی بلندی
لولاک لما خلقت الافلاک اے خاک یہ تیری ارجمندی

یہ نور کیا کچھ نہیں ہے۔ اس نور نے کتنے عالموں کو وجود بخشا۔ اس نور سے خاک کو کیا شرف حاصل ہوا اس نور سے زندگی کے دھارے کس طرح پھوٹے۔ شاعر پے بہ پے اشارے کرتا چلا جارہا ہے اس پر سرمستی اور وارفتگی کا عالم طاری ہے۔ یہ شاعر اس تابش صاحب سے بالکل مختلف ہے جو غزل میں بڑا محتاط اور مفکرانہ پیرایہ اختیار کرتا ہے۔ یہاں وہ وجد کے عالم میں ہے فکر احتیاط سے آزاد۔ تابش صاحب کی وارفتگی کا یہ روپ دلنواز اور اثر آفریں ہے۔ یہ روپ سروپ ان کی پوری نعتیہ شاعری کا ہے۔ جب وہ کہتے ہیں۔

نور ہستی فقط ذاتِ رسولؐ
دین و دنیا مصطفیؐ تا مصطفیؐ

تو ہمیں احساس ہوتا ہے کہ یہ شاعر عشق مصطفیؐ میں کس طرح ڈوب گیا ہے اس نے بظاہر تو دین و دنیا مصطفیؐ تا مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کہا ہے لیکن اس کا مقصد مقامات مصطفوی کی ان رفعتوں کو اجاگر کرنا ہے جہاں صرف عشق ہی کے ذریعے سے پہنچا جاسکتا ہے۔ بظاہر شاعر نے سیدھے سادھے پیرائے میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے شرف و سعادت کو بیان کیا ہے لیکن یہ محض شرف و سعادت سیدھا سادا بیان نہیں بلکہ انسان کامل کے اوج کمال اور صاحب قاب قوسین کے حضور اپنی بے پایاں محبت کا اظہار بھی ہے۔

اس نعت کا یہ شعر بھی قابل توجہ ہے۔

سارے عالم کا خدا پروردگار
رحمت عالم سراپا مصطفیؐ

شاعر نے بڑی خوبصورتی سے احد اور احمد کے فرق مراتب کو والہانہ انداز سے ظاہر کردیا ہے۔ ایک رب ہے جو ساری دنیا کا پالن ہار ہے اس کی عظمت شان اور مرتبے کا کوئی ٹھکانہ نہیں۔ دوسرا رحمت عالم ہے اس کی بھی عظمت اور شان اور مرتبے کا کوئی ٹھکانہ نہیں مگر وہ پروردگار نہیں، رحمت ہے سراپا رحمت۔ اور رحمتوں ہی سے شاعر کو یہ ادراک ہوا ہے۔

یہ راز مجھ پر تیری رحمتوں سے فاش ہوا
کہ یہ وجود تو محرومیوں کی دنیا ہے

ہمارا وجود واقعی اصل سے ہماری محرومی ہے مگر اسے سمجھتا کون ہے رحمت عالم کی رحمتوں سے یہ راز فاش ہوتا ہے اور احساس ہوتا ہے کہ اگر رحمت عالم کی رحمتیں ہمارے شامل حال نہ ہوتیں تو شاید زندگی کا ایک لمحہ بھی گزارنا ممکن نہ رہتا۔ تابش صاحب کو اس محرومی کا بخوبی اندازہ ہے ایک اور جگہ انہوں نے کہا ہے۔

قبول ان کی رحمت مجھے بھی کرے
کسی بے نوا کی دعا کی طرح

یہاں نکتہ یہ ہے کہ بے نوا کی دعا بالعموم قبول ہوتی ہے۔ شاعر کو پوری امید ہے کہ رحمت دو عالم اسے بھی قبول فرمائیں گے اور اپنی رحمتوں سے نوازیں گے۔ انہیں رحمتوں کے شمار میں شاعر کو اپنے قصوروں کا ادراک ہوا ہے۔

رحمت کے شمار میں ہم نے
اپنا اک اک قصور پایا ہے

مگر یہ قصور، یہ محرومیاں، یہ دوری و مجبوری، یہی سب کچھ انسان کا سرمایہ حیات بھی ہیں کیونکہ

ان سب کا واسطہ رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے ملتا ہے۔
تابش صاحب ان خوش نصیب شعراء میں ہیں جنہیں بارگاہ نبویؐ میں حاضری کی سعادت حاصل ہو چکی ہے ان کی بعض نعتیں دیار مدینہ کی خوشبو سے مہکی ہوئی ہیں۔ ان میں جو تاثر، جو کیفیت و مستی ہے اسے پڑھنے والا محسوس کرتا ہے۔ یہ اشعار جو مدینہ منورہ سے واپسی پر لکھے گئے ہیں اس کیفیت کو بڑی خوش اسلوبی سے واضح کرتے ہیں۔

طیبہ سے عجیب کیف و اثر لے کے چلا ہوں
اک دولت بیدار کو گھر لے کے چلا ہوں

پہلو میں مدینے کی تڑپ ہے متواتر
تسکین بہ انداز دگر لے کے چلا ہوں

طیبہ کے خوش آثار مناظر ہیں مرے ساتھ
آنکھوں میں نیا حسن نظر لے کے چلا ہوں

آواز اذاں صرف حرم میں نہیں گونجی
اس گونج کو تا قلب و جگر لے کے چلا ہوں

سچ تو یہ ہے کہ یہ گونج قلب و جگر میں سما جائے تو پھر انسان کو کسی دوسری آواز کے سننے کی ضرورت ہی پیش نہ آئے مگر مشکل یہ ہے کہ ہماری سماعت منتشر آوازوں کی اسیر ہے، طرح طرح کی آوازیں ہیں۔ اچھی بہت کم، سماعت شکن بہت زیادہ اور ہم ان آوازوں کے اتنے عادی ہو گئے ہیں کہ کوئی بجلی اور ڈھنگ کی آواز سننے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ تابش صاحب لائق صد تحسین ہیں کہ انہوں نے اذان حرم کو اپنے قلب و جگر میں محفوظ کرلیا ہے اور آوازوں کے شور سے دامن بچالیا ہے۔

مدینے کے تذکرے میں تابش صاحب کا انداز اتنا دلکش ہے۔ ذاتی حوالہ اتنا پر اثر ہے کہ دل میں روشنی ہو جاتی ہے۔ کہنے والے کا انداز جب یہ ہو تو روشنی کیوں نہ پھیلے گی۔

غم زندگی سے فراغت ملی ہے
مدینے میں کچھ ایسی راحت ملی ہے

اور یہ احساس طمانیت بھی دیکھیئے

مدینے میں اپنا مقام اللہ اللہ
گنہگار ہوں پھر بھی جنت ملی ہے

یہ ارادہ اور حوصلہ بھی قابل توجہ ہے۔

پس انداز اسے بھی کر اے عمر باقی
سر کوئے طیبہ جو ساعت ملی ہے

شاعر کے یہاں یہ ساعت عمر جاوداں کی نقیب بن گئی ہے۔
تابش صاحب کی نعتیہ شاعری بڑے خلوص، انداز اور دل کشی کی شاعری ہے۔ پڑھنے والا پڑھتا چلا جاتا ہے اور عرفان رسالت کی منزلیں طے کرتا چلا جاتا ہے میری رائے میں "تقدیس" کا مطالعہ محض ادبی لطف اندوزی نہیں ثواب کا ایک موثر ذریعہ بھی ہے۔
"تقدیس" میں ایک نعت ایسی بھی ہے جو تابش صاحب کی دوسری تمام نعتوں سے مختلف اور میری رائے میں ان کا حاصل زندگی ہے۔ ابتداء میں یہ عرض کیا گیا ہے کہ تابش صاحب کے یہاں تفکر اور تحیر کی کارفرمائی ہے لیکن نعتیہ شاعری میں تفکر اور تحیر کے بجائے والہانہ پن ہے تاہم جس نعت کا میں تذکرہ کر رہا ہوں تفکر اور تحیر میں ڈوبی ہوئی اور طرز تابش کے کمالات کی آئینہ دار ہے۔ عجیب رنگ سے کہی گئی ہے، مطلع سے مقطع تک ایک عجیب فضا ہے۔ تابش صاحب کا نفیس شائستہ اور دھیما لہجہ تفکر، تحیر گہری سوچ میں ڈوبا ہوا ہر شعر۔ یہ نعت اگرچہ غالب کی زمین پر کہی گئی ہے اور غالب کی زمین میں اچھا شعر نکالنا بظاہر محالات میں ہے لیکن تابش صاحب نے ناممکن کو ممکن کر دکھایا ہے۔ یہ انداز دیکھیئے۔

ان کی رحمت نامرادی میں زیادہ چاہیے
تشنگی کا یہ تقاضا ہے کہ دریا چاہیے

رحمت اور مزید رحمت، پیاس زیادہ ہو تو دریا بھی کفالت نہیں کرتا۔

مرداں ہزار دریا نوشند و تشنہ رفتند

کیا سادگی اور دل آویزی ہے۔ پہلے مصرعے میں فکر ہے، احساس طلب ہے۔ دوسرے مصرعے میں بھی فکر کا پہلو ہے دریا چاہیے پیاس زیادہ ہے مگر سوال یہ ہے کہ دریا یوں ہاتھ نہیں آتا اس کے لئے خلوص، نیک نیتی اور محبت و صداقت درکار ہے۔ اگلے شعر میں پھر یہی سلسلہ ہے۔

دولت دارین پہ ہے جس کا اک گوشہ محیط
ہاتھ آجائے جو وہ دامن تو پھر کیا چاہیے

یہی فکر غزل کے سانچے میں ڈھل کر جان غزل بن جاتی ہے، غزل کا انداز اس شعر میں قابل توجہ ہے۔

راہ مل ہی جائے گی گمراہیوں کے باوجود

دشت امکاں میں سراغ ان کے قدم کا چاہیے

واقعہ یہی ہے کہ ان کے قدم کا سراغ مل جائے تو زندگی میں کوئی مشکل نہ رہے۔ شاعر کو یقین کامل ہے کہ اس کی ساری گمراہیوں کے باوجود ان کے سراغِ قدم سے اس کی دنیا میں بہار آجائے گی صراط مستقیم پر سفر شروع ہو جائے گا۔ تابش صاحب کا رنگ تغزل اس نعت کے ان دو شعروں میں بھی عجب کیفیت کا حامل ہے۔

ان کے اوصاف حمیدہ ہی رہیں پیش نظر
آئینہ خانے میں اپنا بھی تماشا چاہیے

غزل کے سب سے اچھے شعر کو بیت الغزل کہا جاتا ہے میری دانست میں اس نعت کا بیت النعت یہ ہے۔

میری خاکستر کو یارب گنج طیبہ ہو نصیب
اس تمنا کو اک آغوش تمنا چاہیے

دوسرے مصرعے کی بے ساختگی تابش صاحب کے کمال فن سے تعلق رکھتی ہے۔ ایسے ڈھلے ڈھلائے خوبصورت اور برجستہ مصرعے شاعری کا شہکار ہوتے ہیں۔ اپنی آرزو بلکہ دعا کو تابش صاحب نے آغوش تمنا میں بڑی دل آویزی کے ساتھ ڈھال دیا ہے۔ مقطع بھی خاصے کا ہے۔

ان کی خاک پا کو تابش کیوں نہ میں سرمہ بناؤں
آدمی ہوں اور مجھ کو چشم بینا چاہیے

یہ آرزو ہر شخص کے دل میں موجزن ہے چشم بینا کے درکار نہیں مگر چشم بینا قسمت والوں کو ہی ملتی ہے۔

غزل کی طرح نعت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم میں بھی تابش صاحب انفرادی رنگ و آہنگ کے حامل ہیں۔ ان کا نعتیہ مجموعہ "تقدیس" بھی اور اعلیٰ شاعری کا خوبصورت نمونہ ہے اس شاعری میں روایت کا حسین کلاسیکل انداز کا رچاؤ اور جدید آہنگ کی قوت ہے۔ تابش صاحب کا یہ مجموعہ اردو نعت کی تاریخ میں ہمیشہ اعزاز و احترام کا حامل سمجھا جائے گا۔

مظفر وارثی کی نعت اور گلاب .... عاصی کرنالی

ایک دفعہ ایک دوست نے مجھ سے پوچھا کہ کون سا پھول تمہیں سب سے زیادہ پسند ہے میں نے برجستہ کہا "گلاب" بولے کس خصوصیت کی بناء پر یعنی گلاب کی کون سی کیفیت تمہیں زیادہ کھینچتی ہے۔ میں تردد میں پڑگیا میں سوچنے لگا کہ رنگ یا خوشبو یا برگ گل کی لطافت یا اس کی ادائے شگفتگی یا اس کا حسن تناسب' یا اس کی زیبائی و رعنائی آخر کون سا عنصر یا وصف زیادہ کشش انگیز ہے لیکن میں کچھ فیصلہ نہ کرسکا میں نے دوست سے کہا کہ میں پھول کی ہر جزوی کیفیت کو پر کشش پاتا ہوں لیکن اس کا الگ الگ تجزیہ نہیں کرسکتا بس گلاب مجھے مجموعی صورت میں یا تمام اجزا کی کلیت میں بھلا لگتا ہے۔ مجھے گلاب پسند ہے۔ اس لئے کہ مجھے گلاب پسند ہے۔

آج میں پھر اسی سوال سے دوچار ہوں جو میرے دل نے مجھ سے کیا ہے کہ تمہیں مظفر وارثی کی نعت کس نمایاں وصف کے سبب بھلی لگتی ہے اب میں سوچ رہا ہوں کہ آیا لطف زبان یا حسن بیان' یا لفظوں کا حسن انتخاب اور شعر میں اس کے دروبست کا شعور کیا' رفعت خیال' کیا نجابت جذبہ و فکر' کیا شعر میں موسیقیت کی مٹھاس' کیا نعت گوئی کے ساتھ ساتھ مظفر وارثی کا نظام صوت؟ کیا؟ کیا؟ کیا؟ اور میں اس اجزاء شماری میں اس پارہ پارہ بینی کے عمل سے گھبرا کر بے ساختہ اپنے دل سے کہتا ہوں۔

بھائی! ان سارے اجزاء و کیفیات کا الگ الگ جمال اپنی جگہ لیکن ان سب کا اور ان جیسے بے شمار اور اوصاف و محاسن کا ایک مجموعی ظہور' مظفر وارثی کی نعت ہے اور مجھے مظفر وارثی کی نعت پسند ہے اس لئے کہ مجھے مظفر وارثی کی نعت پسند ہے۔

اب میں ایک اور وجدانی بات عرض کرتا چلوں (اور مجھے یقین ہے کہ آپ کہیں گے کہ یہی ہمارے وجدان کا معاملہ بھی ہے) کہ آپ میرے سامنے سو شاعروں کے سو اشعار پھیلا دیجئے نیچے نام نہ لکھیئے اور مجھے کہیے بتایئے ان میں مظفر کا کون سا شعر ہے میرے وجدان کی انگلی بے ساختہ اسی شعر پر پہنچے گی جو مظفر کا ہوگا آخر یہ کیا ہے۔ دیکھیئے میں آپ کو راز کی بات بتاؤں اس میں وجدان کی کوئی بات نہیں' جب میرے سامنے سو اشعار ہوں تو مظفر کا ایک شعر خود بولتا ہے خود آواز دیتا ہے کہ میں مظفر کی تخلیق ہوں وہ اس ممتاز اور منفرد لہجے میں بات کرسکتا ہے۔ اس کا اپنا اسلوب ہے خالص اپنا۔ اس اسلوب پر نہ کسی کی چھاپ ہے اور نہ پرچھائیں۔ الگ سب سے الگ جس طرح آپ قوس و قزح کا ایک ایک رنگ الگ الگ گن سکتے ہیں اور جس طرح رنگ برنگے موتیوں کو الگ

دشت امکاں میں سراغ ان کے قدم کا چاہیے

واقعہ یہی ہے کہ ان کے قدم کا سراغ مل جائے تو زندگی میں کوئی مشکل نہ رہے۔ شاعر کو یقین کامل ہے کہ اس کی ساری گمراہیوں کے باوجود ان کے سراغِ قدم سے اس کی دنیا میں بہار آجائے گی صراطِ مستقیم پر سفر شروع ہوجائے گا۔ تابش صاحب کا رنگ تغزل اس نعت کے ان دو شعروں میں بھی عجیب کیفیت کا حامل ہے۔

ان کے اوصاف حمیدہ ہی رہیں پیش نظر
آئینہ خانے میں اپنا بھی تماشا چاہیے

غزل کے سب سے اچھے شعر کو بیت الغزل کہا جاتا ہے میری دانست میں اس نعت کا بیت النعت یہ ہے۔

میری خاکستر کو یارب گنج طیبہ ہو نصیب
اس تمنا کو اک آغوش تمنا چاہیے

دوسرے مصرعے کی بے ساختگی تابش صاحب کے کمال فن سے تعلق رکھتی ہے۔ ایسے ڈھلے ڈھلائے خوبصورت اور برجستہ مصرعے شاعری کا نکھار ہوتے ہیں۔ اپنی آرزو بلکہ دعا کو تابش صاحب نے آغوش تمنا میں بڑی دل آویزی کے ساتھ ڈھال دیا ہے۔ مقطع بھی خاصے کا ہے۔

ان کی خاک پا کو تابش کیوں نہ میں سرمہ بناؤں
آدمی ہوں اور مجھ کو چشم بینا چاہیے

یہ آرزو ہر شخص کے دل میں موجزن ہے چشم بینا کسے درکار نہیں مگر چشم بینا قسمت والوں کو ہی ملتی ہے۔

غزل کی طرح نعت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم میں بھی تابش صاحب انفرادی رنگ و آہنگ کے حامل ہیں۔ ان کا نعتیہ مجموعہ "تقدیس" سچی اور اعلیٰ شاعری کا خوبصورت نمونہ ہے اس شاعری میں روایت کا حسین کلاسیکل انداز کا رچاؤ اور جدید آہنگ کی قوت ہے۔ تابش صاحب کا یہ مجموعہ اردو نعت کی تاریخ میں ہمیشہ اعزاز و احترام کا حامل سمجھا جائے گا۔

مظفر وارثی کی نعت اور گلاب .... عاصی کرنالی

ایک دفعہ ایک دوست نے مجھ سے پوچھا کہ کون سا پھول تمہیں سب سے زیادہ پسند ہے میں نے برجستہ کہا "گلاب" بولے کس خصوصیت کی بناء پر یعنی گلاب کی کون سی کیفیت تمہیں زیادہ کھینچتی ہے۔ میں تردد میں پڑ گیا میں سوچنے لگا کہ رنگ یا خوشبو یا برگ گل کی لطافت یا اس کی ادائے شگفتگی یا اس کا حسن تناسب' یا اس کی زیبائی و رعنائی آخر کون سا عنصر یا وصف زیادہ کشش انگیز ہے لیکن میں کچھ فیصلہ نہ کرسکا میں نے دوست سے کہا کہ میں پھول کی ہر جزوی کیفیت کو پرکشش پاتا ہوں لیکن اس کا الگ الگ تجزیہ نہیں کرسکتا بس گلاب مجھے مجموعی صورت میں یا تمام اجزا کی کلیت میں بھلا لگتا ہے۔ مجھے گلاب پسند ہے۔ اس لئے کہ مجھے گلاب پسند ہے۔

آج میں پھر اسی سوال سے دوچار ہوں جو میرے دل نے مجھ سے کیا ہے کہ تمہیں مظفر وارثی کی نعت کس نمایاں وصف کے سبب بھلی لگتی ہے اب میں سوچ رہا ہوں کہ آیا لطف زبان یا حسن بیان' یا لفظوں کا حسن انتخاب اور شعر میں اس کے در و بست کا شعور کیا' رفعت خیال' کیا نجابت جذبہ و فکر' کیا شعر میں موسیقیت کی مٹھاس' کیا نعت گوئی کے ساتھ ساتھ مظفر وارثی کا نظام صوت؟ کیا؟ کیا؟ کیا؟ اور میں اس اجزاء شماری میں اس پارہ پارہ بینی کے عمل سے گھبرا کر بے ساختہ اپنے دل سے کہتا ہوں۔

بھائی! ان سارے اجزاء و کیفیات کا الگ الگ جمال اپنی جگہ لیکن ان سب کا اور ان جیسے بے شمار اور اوصاف و محاسن کا ایک مجموعی ظہور' مظفر وارثی کی نعت ہے اور مجھے مظفر وارثی کی نعت پسند ہے اس لئے کہ مجھے مظفر وارثی کی نعت پسند ہے۔

اب میں ایک اور وجدانی بات عرض کرتا چلوں (اور مجھے یقین ہے کہ آپ کہیں گے کہ یہی ہمارے وجدان کا معاملہ بھی ہے) کہ آپ میرے سامنے سو شاعروں کے سو اشعار پھیلا دیجئے نیچے نام نہ لکھیئے اور مجھے کہیے بتایئے ان میں مظفر کا کون سا شعر ہے میرے وجدان کی انگلی بے ساختہ اسی شعر پر پہنچے گی جو مظفر کا ہوگا آخر یہ کیا ہے۔ دیکھیئے میں آپ کو راز کی بات بتاؤں اس میں وجدان کی کوئی بات نہیں' جب میرے سامنے سو اشعار ہوں تو مظفر کا ایک شعر خود بولتا ہے خود آواز دیتا ہے کہ میں مظفر کی تخلیق ہوں وہ اس ممتاز اور منفرد لہجے میں بات کرسکتا ہے۔ اس کا اپنا اسلوب ہے خالص اپنا۔ اس اسلوب پر نہ کسی کی چھاپ ہے اور نہ پرچھائیں۔ الگ سب سے الگ جس طرح آپ قوس و قزح کا ایک ایک رنگ الگ الگ گن سکتے ہیں اور جس طرح رنگ برنگے موتیوں کو الگ

الگ رکھ سکتے ہیں کہ اس کی اصابت ہو اس کی قدر و قیمت ہے بالکل اسی طرح مظفر کا اپنا اسلوب اس کے علو مرتبت اور رفعت عالی کا پتہ دیتا ہے۔ موضوع ایک ہے مدح و ثنائے خواجہ کائنات لیکن جذبہ و خیال و فکر کا جو تنوع مظفر کے یہاں ہے وہ ہر جذبے یا خیال یا فکر کو قبائے شاعری پہنانے اور اپنی تخلیق کو آرائش و زیبائش اور جمال آرائش عطا کرنے کی جو بے مثال صلاحیت مظفر کو ملی ہے اس کی بناء پر ہم اسے ایسا نعت گو قرار دے سکتے ہیں جس کی فکر اور جس کے اسلوب کی روشنی سے آنے والی کئی صدیاں جگمگائیں گی اور نعت نگاروں کے آئندہ قافلے اس چراغاں کی کرنوں میں گامزن رہیں گے۔

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شخصیت عظمی ازل سے ابد تک زمان و مکاں پر احاطہ کئے ہوئے ہے۔ ہر شے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے بے کراں جلال و جمال کی گرفت میں ہے ہر ذرہ کائنات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اکملیت و جامعیت کا شاہد ہے۔ ارض و سما رفعنا لک ذکرک کی الوہی آواز سے گونج رہے ہیں۔ مظفروارثی کا اسلوب نعت گوئی بھی ایک ایسے ہی جلال و جمال اور عظمت و رفعت کا حامل ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر لطیف کی تمام تر کیفیتوں کے لئے ایک موزوں اور کامل وسیلہ اظہار ہے اس اسلوب میں ایک ایسی توانائی اور شکوہ ہے کہ میرا یقین ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جو خلاق ادب ہیں اور جن کے ارشادات مقدسہ کے ایک ایک حرف سے ادب کے چشمے پھوٹتے ہیں۔ مظفروارثی کی نعت کو نگاہ شفقت سے دیکھتے ہوں گے کیونکہ اس نعت کا ہر جمال اسی ذات گرامی کا عطیہ ہے جب مظفر اپنی نعت میں ایسے ارفع ٹکڑے لاتے ہیں۔

الہام جامہ ہے تیرا' قرآن عمامہ ہے تیرا' منبر تیرا عرش بریں
خیر البشر رتبہ تیرا' آواز حق خطبہ تیرا' آفاق تیرے سامعین

گرد سفر تاروں کی ضو مراکب براق تیز رو
سائیس جبریل امیں

اس رحمت العالمین کا بدن آئینہ رحمت ہے' سانسیں چراغ علم دفن ہیں' خوشبو جوئے کرم ہے اور آنکھیں باب حرم ہیں۔

تو یقینا" توانا اور پر شکوہ اسلوب میں نعت گوئی کے اس مقام بلند تک پہنچ جاتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت و جلالت کے کچھ نقوش و عکوس یقینا" تجلی ریز ہو جاتے ہیں۔ اس طرح مظفر کی نعت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی ہمہ جہتی اور ہمہ گیری کا ایک بلیغ اظہار نامہ بن کر سامنے آتی ہے کیا پوری اردو نعتیہ شاعری میں ہم (اس سے پہلے) ایسے اسلوب سے آشنا ہیں۔

میں مظفروارثی کی نعت پر بہت کچھ لکھنا چاہتا تھا دفتر کے دفتر لیکن مظفروارثی کی نعت کے جلال و

جمال کی گرفت نے میرے ذہن و قلم کو جکڑ رکھا ہے میں اتنا ہی کہہ سکتا ہوں کہ ان کی نعتوں کے خمیر و ضمیر میں عشق رسالت کا گداز ہے۔ آپ ان کے حروف شعر کو لمس کیجئے۔ خون جگر کی بوندوں سے آپ کی انگلی کی پوریں لالہ فام ہو جائیں گی۔ مظفر کے پورے وجود میں عشق کی تپش ہے اور یہ تپش قطرہ قطرہ ٹپک کر شعر کی تشکیل کرتی ہے۔ حسن عقیدت اور ادب کی اعلیٰ اقدار و امتزاج سے ان کی نعت وجود پاتی ہے اور سیرت اقدس کی ایک ایک ادا ان کے نعتیہ اشعار سے جلوہ نما ہو کر فرد کی تہذیب نفس' معاشرے کی تطہیر اور پورے عالم انسان کی ہدایت کا چراغ روشن کرتی ہے۔
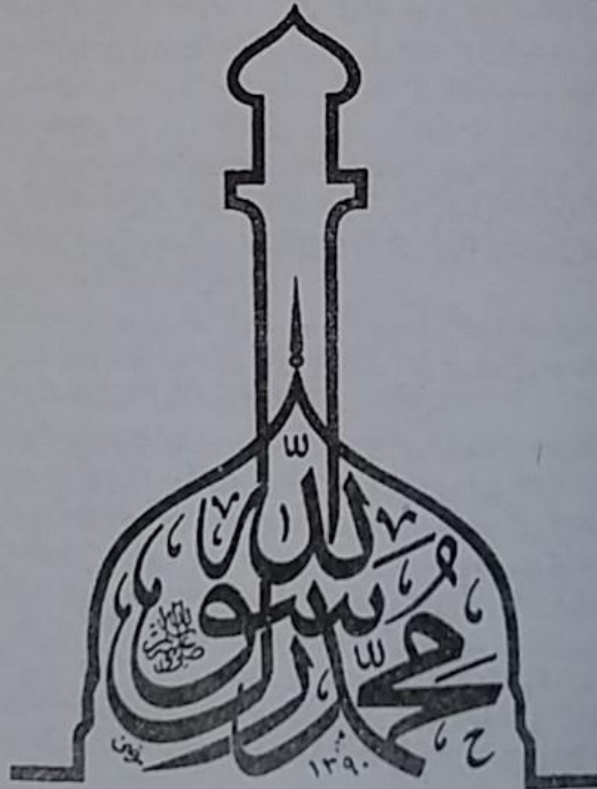
حنیف اسعدی کی نعت گوئی

تابش دہلوی

اسلام چھٹی صدی عیسوی میں اپنے انقلابی منشور و عقائد کے ساتھ عرب سے نکل کر ساری دنیا میں پھیل گیا۔ اس کے ماننے والے جہاں جہاں گئے انہوں نے مقامی تہذیبوں کا اثر بھی قبول کیا لیکن جس چیز نے انہیں دوسری تہذیبوں سے ممیز اور الگ رکھا وہ توحید و رسالت کا عقیدہ تھا کیونکہ وہ اس کے بغیر مسلمان ہونے کا دعویٰ نہیں کرسکتے تھے۔ توحید کا جزوی تصور تو دوسرے مذاہب میں بھی تھا لیکن رسالت کا کوئی تصور ان کے یہاں موجود نہیں تھا۔

مسلمانوں میں رسالت کا مفہوم تھا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ کا برحق نبی ماننا۔ ان کی تعلیمات اور ان کی زندگی کی پیروی کرنا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات سے غیر معمولی محبت کرنا کیونکہ اس کے بغیر توحید کا عقیدہ مسلمانوں کے نزدیک بے معنی ہوجاتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات سے اس محبت نے مسلمانوں کی زندگی کے ہر شعبے کو متاثر کیا۔ ان کی معاشرت، ان کی معاشیات، ان کی سیاست وغیرہ وغیرہ اس جذبے سے نہایت اثر پذیر ہوئی۔ اسی طرح فنون لطیفہ نے بھی گہرا اثر قبول کیا۔ خاص کر شعر و ادب نے۔ اس تاثر کے نتیجے میں نعت گوئی جس کا اصل مقصد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اظہار محبت تھا۔ ان کے فکر و فن کا محور بن گئی اور اس طرح عربی، فارسی، اردو میں نعت کا عظیم ذخیرہ جمع ہوگیا۔

نعت کے موضوع میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی، تعلیمات اور سیرت کے حوالے سے انسانی زندگی کے حقائق، مذہبی اور سماجی و سیاسی مباحث در آتے ہیں اور یہی مباحث شاعرانہ فنکاری کے ساتھ شعر کے پیکر میں ڈھل کر ادب کا قابل فخر حصہ بنتے ہیں۔

نعت گوئی کا میدان وسیع بھی ہے اور محدود بھی۔ وسیع اس لحاظ سے کہ رسول اللہ صلی علیہ وسلم کی صفات اور فضائل و کمالات کا دائرہ نہایت وسیع ہے اور اس طرح شاعر کو موضوعات کی ایک طویل فہرست بہ آسانی ہاتھ آجاتی ہے اور یوں فکر کی بلندی اور رفعت تخیل کا سامان بغیر کسی دقت کے فراہم ہوجاتا ہے اور شاعر کو مبالغہ آرائی سے خود بخود نجات مل جاتی ہے کیونکہ خود صفات نبویؐ اس درجہ کمال پر ہیں کہ شاعر کو مبالغہ آرائی کی ضرورت ہی نہیں پڑتی اور اس طرح وہ غلو سے نجات پا جاتا ہے۔ اور ان کا من و عن بیان کردینا ہی کمال شاعری کی سند ہے۔

نعت کا میدان محدود اس لحاظ سے ہے کہ یہی کمالات و فضائل نبویؐ جن کا دائرہ نہایت وسیع ہے شعری فکری گرفت میں مشکل سے آتے ہیں اور تخیل اور فکر کی حوصلہ مندی کے باوجود شاعر کو ان کا احاطہ کرنا نہایت دشوار ہوجاتا ہے۔ اس کے لئے شاعر میں غیر معمولی شاعرانہ صلاحیت کا ہونا

ضروری ہے کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں مبالغہ کی گنجائش اور اجازت نہیں اور جو کلام صداقت بیان سے عاری ہوگا وہ قبولیت کا شرف نہیں پاسکتا غرض نعت گوئی نہایت مشکل صنف شاعری ہے۔

ان آسانیوں اور دشواریوں کے باوجود جن کا اوپر ذکر ہوا ہے شاعر کا توحید و رسالت اور عبد و معبود کے رشتوں کو سمجھنا اور اپنے خیالات اور جذبات اور افکار و عقائد میں ہم آہنگی پیدا کرنے کی پوری صلاحیت رکھنی نہایت ضروری ہے ورنہ وہ قادر الکلامی اور شاعرانہ طباعی کے باوجود نعت گوئی کے منصب سے پوری طرح عہدہ برا نہیں ہوسکے گا۔

انسانی فہم، بندگان حق کے مراتب اور عظمت کے سلسلے میں اکثر دھوکہ کھاجاتی ہے جیسا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت علیؓ کے باب میں ہوا لیکن قرآنی تعلیمات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل اور کمالات کے باوجود ان کی عبدیت کو نمایاں طور پر بیان کیا گیا۔ "وہ پاک ذات ہے جو لے گیا اپنے بندے کو راتوں رات مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک" اور تشہد میں بھی "عبدہ و رسولہ" یعنی عبدیت کو مقدم رکھا گیا ہے۔

حنیف اسعدی نے اس ایک شعر میں بدرجہ کمال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس منصب کی طرف اشارہ کیا ہے۔

آقائے کائنات کی سجدہ گزاریاں
سجدے ہمہ نیاز، بدن بندگی تمام

اور اس شعر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیروکاروں کے لئے معیار زندگی اس طرح بیان کیا ہے۔

حیات پاکؐ کا ہر لمحہ بن گیا ہے گواہ
کہ ایک بندہ کا معیار زندگی کیا ہے

عبدیت کے بعد رسالت کا مرتبہ ہے، رسالت میں بھی عبدیت کو ملحوظ رکھا گیا۔ جگہ جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ "ہم نے تمھی میں سے ایک رسول بھیجا ہے جو تمہاری بہبود کا خواہاں ہے اور جس پر تمہاری ضلالت شاق گزرتی ہے" اور یہ بھی کہلوایا گیا کہ "میں تو تمہاری طرح کا انسان ہوں" وغیرہ وغیرہ مگر دوسرے انبیاء پر آپؐ کو معراج کے علاوہ جو فضیلت حاصل ہے وہ آپ کا خاتم النبیینؐ ہونا ہے۔ حنیف اسعدی نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس فضیلت کو جس طرح بیان کیا ہے اور اس بیان میں جس قطعیت کا اظہار ملتا ہے وہ ان کے شاعرانہ کمال اور ایمان کی پختگی کی بین دلیل ہے۔

کوئی ان کے بعد نبی ہوا نہیں ان کے بعد کوئی نہیں
کہ خدا نے خود بھی تو کہہ دیا نہیں ان کے بعد کوئی نہیں

نگار خانہ روز و شب اسی مبتدا کی خبر ہے سب
مگر ایسا جلوہ حق نما نہیں ان کے بعد کوئی

کوئی ایسی ذات ہمہ صفت کوئی ایسا نور ہمہ جہت
کوئی مصطفیٰ کوئی مجتبیٰ، نہیں ان کے بعد کوئی نہیں

کوئی ہادی اب نہ آئے گا نہ اترے گی کتاب
حشر تک کے واسطے فرمان پائندہ ہیں آپؐ

نہ کوئی ہمسر و ہمتا نہ کوئی مثل و عدیل
آپؐ کو آپؐ کے اوصاف میں تنہا پایا

وہ آخری پیغمبر ہیں دین حنیف کے
ان پر ہوا ہے سلسلہ رہبری تمام

کوئی نبی نہیں میرے نبی کا ہم پایا
تمام عہد کسی عہد آفریں کے نہ تھے

نبوت اور خاتم النبیین ہونے کے ساتھ ساتھ آپؐ کی محبوب صفت آپؐ کی رحمت للعالمینؐ ہے، آپؐ کا وجود سراپا رحمت ہے۔ آپؐ کی تمام صفات سراسر رحمت ہیں۔ اور یہ رحمت صرف انسانوں تک ہی محدود نہیں ہے بلکہ تمام مخلوق کے لئے ہے۔ مومنوں کے لئے آپؐ سرچشمہ ہدایت ہیں اور کافروں کے لئے تاخیر عذاب کا باعث بن کر رحمت ہیں۔ غرض اس کائنات کی تمام آرائشگی آپ کے رحمت للعالمینؐ ہونے کا پرتو ہے۔ حنیف اسعدی نے آپؐ کی اس محبوب صفت کا احاطہ بڑے دلکش انداز میں کیا ہے۔

بجز ان کے رحمت ہر زماں کوئی اور ہو تو بتائیے
نہیں ان سے پہلے کوئی نہ تھا نہیں ان کے بعد کوئی نہیں

اپنی خفت کا
یہ عالم اور یہ شفقت آپؐ کی
جرم ہم سے ہو رہے ہیں اور شرمندہ ہیں آپؐ

کسی ایسی ذات کا نام لو جو ابھی بھی ہو جو اماں بھی ہو
یہ میرے یقیں کا ہے فیصلہ، نہیں ان کے بعد کوئی نہیں

کنج حیات قعر جہنم سے کم نہ تھا

آپؐ آئے زندگی پہ کھلا در بہشت کا

نور یقین کی دولت لے کر فرش زمیں پر آپؐ جو آئے
ایک زمیں کیا کون و مکاں پر رحمت کا در باز ہوا

جو کچھ بھی ملا بخش دیا خلق خدا کو
حیراں ہے سخاوت بھی اس انداز کرم پر

کیا شان ہے اے صل علی ابر کرم کی
اٹھتا ہے عرب سے تو برستا ہے عجم پر

آپؐ ان کے لئے بھی رحمت ہیں
جو زمانے ابھی نہیں آئے

ظلم ہے ظلم کا جواب مگر
آپؐ اس کے لئے نہیں آئے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رحمت للعالمینی کی صفت کو حنیف اسعدی نے جس جذبے اور سرشاری کے ساتھ شعر کا جامہ پہنایا ہے وہ ان کی قادر الکلامی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے غیر معمولی محبت کی دلیل ہے۔ پھر رحمت کی اس فراوانی کو رسالت کی حدود میں ہی رکھا اور کہیں مشیت الٰہی سے متصادم نہیں ہونے دیا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عبدیت، خاتم المرسلینی اور رحمت للعالمینی کا جو شرف اور مرتبہ حاصل ہوا ہے اس کے نتیجے میں آپؐ کے بے شمار فضائل سامنے آتے ہیں اور ان فضائل سے پوری کائنات بہرہ مند ہوئی ہے اور آج تک ان کے اثرات حیات انسانی کے ہر شعبے میں دیکھے جا سکتے ہیں۔ حنیف اسعدی نے رسول اللہؐ سے بے پناہ محبت کے اظہار میں ان فضائل کو بھی اپنی شاعری کا موضوع بنایا ہے کیونکہ یہ فضائل اس ذات مقدس کے ہیں جو مزکی ہے جو کتاب اور حکمت کی تعلیم دیتا ہے، جس کا خلق "خلقہ القرآن" ہے جو سراج منیر ہے جو مبشر و منذر ہے۔ جو رؤف و رحیم ہے، جو مزمل و مدثر ہے جو یاسین و طٰہٰ ہے جو صادق و امین ہے اور جو صاحب معراج ہے۔ آیئے ان فضائل کی روشنی میں حنیف اسعدی کے شعر پڑھیں۔

کیا مرتبہ ہے اس تن عنبر سرشت کا
جس نے کبھی گلہ نہ کیا سنگ و خشت کا

آزادی حرم سے غلاموں کے دن پھرے
انسان پر وبال تھا دیر و کنشت کا

اس وقت درس امرونہی آپؐ نے دیا
دنیا کو جب شعور نہ تھا خوب و زشت کا

کیا ہے آپؐ نے ایسے بتوں کو بھی پامال
جو نیتوں میں چھپے تھے جو آستیں کے نہ تھے

خدا سے بندے کا رشتہ ہے پیروی انؐ کی
جو اس حصار سے نکلے وہ پھر کہیں کے نہ تھے

گمراہ کے واسطے ہدایت
عاصی کے لئے اماں محمدؐ

گماں تھے ایسے کہ آثار تک یقیں کے نہ تھے
حضورؐ آپؐ نہ ہوتے تو ہم کہیں کے نہ ہوتے

وہ قدم اٹھے تو بیک قدم ہمہ کائنات تھی زیرپا
یہ بلندیاں کوئی چھوسکا نہیں ان کے بعد کوئی نہیں

انسان کی عظمت کا سفر ہے شب اسرا
معراج اضافہ ہے مہمات بشر میں

امیں، صادق، نبیؐ، محبوب داور
عروج منزلت زینہ بہ زینہ

کوئی کہیں بھی ہو ان کے کرم سے دور نہیں
تمام عالم امکاں پہ مہرباں ہیں حضورؐ

ہر دور، ہر دیار ہے جس کے محیط میں
قرآں وہ معجزہ ہے رسالت مآبؐ کا

ابتدا ہی سے مبتدا ہے خدا
اور خدا کی خبر محمدؐ ہیں

کیسا اثر ہے آپؐ کے حسن بیان میں
اس کا یقیں دیا جو نہ آئے گمان میں
تاریخ کہہ رہی ہے کہ سیرت حضورؐ کی

قرآں کا ترجمہ ہے عمل کی زبان میں

حنیف اسعدی نے ان اشعار میں تقریباً" تمام فضائل نبوی کا احاطہ کرنے کی نہایت دلکش انداز میں کوشش کی ہے اور اپنے شاعرانہ اسلوب سے تاثر اور تاثیر کی نہایت دلکش فضا پیدا کی ہے۔ حنیف اسعدی کی نعتوں میں دل گداختگی کا ایک ایسا پیرایہ ملتا ہے جو ان کو دوسرے نعت گو شعراء سے ممتاز کرتا ہے۔ ان کی نعتوں کے مضامین سیرت نبویؐ کے مختلف پہلوؤں کو اپنے اندر جذب کر کے نعت کے شعروں کو نگینوں کی طرح روشن و منور کردیتے ہیں اور اسی تنویر سے روح کی بالیدگی میں اضافہ ہوتا ہے۔ اس شاعرانہ کمال کے باوصف فضائل نبویؐ کا احاطہ کرنا انسانی حیطہ امکان سے باہر ہے کیونکہ انسانی شعور آپؐ کے تمام کمالات کی وسعتوں کا ادراک نہیں کرسکتا اور یہ احساس خود حنیف اسعدی کو بھی ہے۔

یارب یہ تمنا ہے کہ نازل ہو وہ ہم پر
جو نعت ابھی قرض ہے قرطاس و قلم پر

○

نعتوں کے گلاب پر ایک نظر .... حفیظ تائب

"نعتوں کا گلاب" (1986ء) عاصی کرنالی کا دوسرا مجموعہ نعت ہے۔ ان کا پہلا مجموعہ نعت "مدحت" کے نام سے 1976ء میں اشاعت پذیر ہوا تھا۔ گویا زیر نظر کتاب میں ان کی گزشتہ دس برس میں کہی ہوئی نعتیں شامل ہیں۔ ان دس برسوں میں عاصی کرنالی کی نعت ارتقاء کی منزلیں طے کرتی ہوئی اس مقام تک پہنچ گئی ہے جو کسی بھی سچے نعت نگار کے لئے باعث رشک ہو سکتا ہے۔

عاصی کرنالی مشرقی ادبیات کے استاد ہیں اور آج کل گورنمنٹ کالج ملتان میں پرنسپل کے عہدے پر فائز ہیں۔ ان کی غزل نظم کے تین مجموعے "رگ جاں" (1956ء)، "جشن خزاں" (1968ء) اور "چمن" (1986ء) شائع ہو چکے ہیں۔ افسانوں کا ایک مجموعہ بھی "چہرہ چہرہ ایک کہانی" کے نام سے 1981ء میں چھپا تھا۔ ان کے لکھے ہوئے انشائیوں، مزاحیہ شخصی خاکوں اور نئے افسانوں کے مجموعے بھی زیر ترتیب ہیں۔

عاصی کرنالی کا شاعرانہ تجربہ 45 برسوں پر محیط ہے اور ایسا لگتا ہے جیسے انہوں نے یہ سارا تجربہ نعت نگاری کے لئے جمع کیا ہو۔ چنانچہ زیر نظر مجموعے میں ان کا یہ اعلان موجود ہے۔

عاصی نہ اب غزل، نہ قصیدہ، نہ مثنوی
اب ربط نعت سے ہے تعلق سلام سے

انہیں احساس ہے کہ نعت سے پہلے انہوں نے جو لکھا تھا وہ سب کچھ اتنا سچ نہیں جتنا ہونا چاہیے مگر نعت کے تخلیقی عمل میں انہیں یوں محسوس ہوا جیسے "ساری سوچ سچی ہے، سارے حروف سچے ہیں۔ میں ایک بھرپور اور پر اعتماد سچ میں ملفوف ہوں۔ ازلی اور ابدی سچائیوں کا کشف مجھ پر ہو رہا ہے۔ ایسا صرف اس لیے ہے کہ میرے فن نے اس ہستی سے نسبت پیدا کرلی ہے جو حیات و کائنات کا سب سے بڑا سچ ہے اور ساری سچائیاں اسی کے آفتاب ذات سے طلوع ہو رہی ہیں۔"

اصل میں نعت کے علاوہ ان کی تحریریں علم و فن سے وجود پذیر ہوئیں، مگر نعت کا معاملہ کچھ یوں ہوا کہ "عشق بولا تو ان کی نعت ہوئی"۔ پھر نعت لکھتے ہوئے شاعر نے محسوس کیا "ثنائے خواجہ میں کیا کیا کشاد خاطر ہے" اور یہاں تک بات پہنچی۔

نعت نے عاصی مجلّا کردیا افکار کو
ایک روشن دان میرے ذہن کے اندر کھلا

اب انہیں حسرت ہے تو یہ کہ۔

اک عبادت کی طرح نعت کہوں، مدح لکھوں
اک حسیں فرض کی مانند ادا ہوجاؤں
فن کی تخلیق میں گم ہوں میرے اجزائے حیات
میں تری نعت کے پیکر میں فنا ہوجاؤں
شاید اک حرف عقیدت تجھے آجائے پسند
شاید اس طرح میں شایان بقا ہوجاؤں

انہیں مولانا حالی کی طرح یہ بھی شدید احساس ہے کہ "یاں جنبش لب خارج از آہنگ خطا ہے" چنانچہ جب انہیں اپنے اندر سے ثنائے خواجہ کی دعوت ملتی ہے تو وہ ذہن و زبان کو شعور و خیال اور دل و نگاہ کی ترجمانی کرتے ہوئے بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں عرض گزار ہوتے ہیں۔

حضورؐ ! عجز بیاں کو بیاں سمجھ لیجئے

اور اسی احساس عجز ہی سے سچی نعت پھوٹتی ہے

انہیں راہ نعت کے کٹھن ہونے کا شدید احساس ہے اور یہ بھی اندازہ ہے کہ اس راستے میں آدمی کے حواس ساتھ دینے سے قاصر رہتے ہیں۔ اس لیے وہ آیات الٰہی ہی سے استفادہ کو مدار شعور قرار دیتے ہیں۔

حواس گمتے ہیں جب راہ نعت میں عاصی
شعور دیتی ہیں آیات کبریا مجھ کو

عاصی کرنالی کا کمال نعت گوئی یہ ہے کہ انہوں نے ذات رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اپنے تعلق خاطر کے اظہار کے لئے تغزل کو پابند ادب کر کے شاہکار نیاز بنادیا ہے۔ انہوں نے نعت میں شوق و شیفتگی کی ایک دنیا آباد کردی ہے۔ وفور شوق کی بدولت ان کی بیشتر نعتوں میں پروا کی سی روانی پیدا ہوگئی ہے۔ فدویت، فدائیت اور شوق دیدار کا یہ عالم ہے۔

میں جب دیکھوں، جدھر دیکھوں، جہاں دیکھوں، تجھے دیکھوں
تو میری آنکھوں کی پتلی میں یوں تحریر ہوجائے
تمنا ہے کسی شب خواب میں ان کی زیارت ہو

تمنا ہے کسی شب خواب ہی تعبیر ہوجائے
قدم جب بھی مرے اٹھیں، مدینے کی طرف اٹھیں
یہی اک راستہ میرا خط تقدیر ہوجائے
تجھ پہ ہوجاؤں فدا پھر سے خدا زندہ کرے
جب خدا زندہ کرے تجھ پہ فدا ہوجاؤں

حسرت حاضری اور کیفیات حضوری کے رنگ ایک دھنک کی طرح ان کی فضائے نعت پر چھائے ہوئے ہیں۔ ان کے ہاں حسرت حاضری کلی کی پرتوں کی طرح کھلتی اور کھیلتی نظر آتی ہے۔ وہ دوری میں حضوری کے لذت آشنا بھی ہیں مگر آداب وکیفیات حضوری سے بھی بے خبر نہیں، لہٰذا انہوں نے زائرین مدینہ کے احوال کی بھی خبردی ہے اور مدینے سے لوٹتے وقت ان کی حالت کو بھی موضوع سخن بنایا اور اس ضمن میں انہیں حیرت انگیز کامیابی نصیب ہوئی ہے
دوری میں حضوری کی کیفیت کا ایک شعر سے اندازہ لگایئے۔

میں اپنے دل میں اتر کر مدینہ دیکھتا ہوں
نظر یہاں سے وہ منظر تمام آتا ہے

حسرت حضوری کا تموج کتاب میں اول تا آخر رواں دواں ہے۔ یہ بیان قریب قریب ہر نعت گو کے ہاں ملتا ہے، مگر عاصی کرنالی نے اس ایک مضمون کو جس ندرت اور قدرت سے باندھا ہے، اس کی اس سے بہتر مثال کم کم ہی نظر آئے گی۔ اس موضوع پر اکادکا اشعار تو بیشتر نعتوں میں موجود ہیں، مگر کئی مسلسل نعتوں میں اس تڑپ کا اظہار انتہائی والہانہ اور فنکارانہ ہے۔ چند مثالیں دیکھئے۔

مرے کریم تری بارش کرم کو سلام   کہ نارسائی کے شعلوں میں جل رہا ہوں میں
مجھے فضائے درود و سلام میں بلوا   کہ دشت دشت بھٹکتی ہوئی صدا ہوں میں

.... ☆ .... ☆ ....

وہ بستیاں جو مرے جان و دل میں ہیں آباد   وہ بستیاں مجھے آئیں گی کب نظر آقا
بلا بلا کہ بہت بے ثبات ہے ہستی   درخت عمر نہ رہ جائے بے ثمر آقا
مرا خدا مجھے اس مرگ بے شرف سے بچائے   مروں نہ تیری زیارت سے پیشتر آقا
مری تڑپ میں بناوٹ نہیں خدا کی قسم   تجھے تو ہے مرے جذبات کی خبر آقا

.... ☆ .... ☆ ....

آستان شہؐ سے فرمان طلب آنے تو دو   میں بصد ذوق حضوری سر جھکاتا جاؤں گا
نالہ ہائے درد کے لشکر چلیں گے میرے ساتھ   نعرہ ہائے شوق کے پرچم اڑاتا جاؤں گا
دیدنی ہوگا سفر میں اضطراب و اشتیاق   راستوں کو شاہد عینی بناتا جاؤں گا
گاہ از شوق زیارت، گاہ از کرب فراق   مسکراتا جاؤں گا آنسو بہاتا جاؤں گا

.... ☆ .... ☆ ....

سوئے طیبہ جو چلوں باد صبا ہوجاؤں   پھر تو اس طرح اڑوں میں کہ ہوا ہوجاؤں
ایک ٹھہرا ہوا موسم ہوں خراماں کردے   ایک سوکھا ہوا پتہ ہوں ہرا ہوجاؤں
ایک ٹوٹی ہوئی کشتی ہوں کنارے سے لگا   ایک گم گشتہ مسافر ہوں رسا ہوجاؤں

.... ☆ .... ☆ ....

ظاہری طور پر شہر محبوبؐ میں پہنچے بغیر اپنے آپ کو اس آب و ہوا، اس نوری فضاء میں موجود محسوس کرنا اور جذبات حاضری، کیفیات حضوری اور حالت واپسی کو بغایت حسن وخوبی قلمبند کرنا ایک طرف شاعر کے ذوق و شوق کا آئینہ دار ہے تو دوسری طرف ان کی فنی فکری قدرتوں کا شاہد۔ صرف چند مثالیں ملاحظہ ہوں۔

شہر طیبہ میں نظر گلپوش ہوکر رہ گئی   ہر قدم پر اک چمن کھلتا گیا دیدار کا
وہ شہ بطحا کا روضہ وہ مری پہلی نظر   جیسے اک لمحے میں دریا بہ گیا انوار کا

.... ☆ .... ☆ ....

کلی کی طرح کھل اٹھی ہیں ذہن کی پرتیں   کہ چھوگئی ہے ترے شہر کی ہوا مجھ کو

.... ☆ .... ☆ ....

طیبہ میں ہوگیا ہے جنوں بھی ادب شناس   ہے مطلع شعور، گریباں کہیں جسے

.... ☆ .... ☆ ....

اے عشق مبارک! سفر دشت ہوا طے   اے بخت خوشا شہر پیمبرؐ نظر آیا
جس کیلئے صدیوں سے ترستی تھی مری آنکھ   اللہ میں قربان وہ منظر نظر آیا
آنکھوں کو ترے شہر سے وہ ربط ہوا ہے   ہم لوٹ بھی آئے تو برابر نظر آیا

.... ☆ .... ☆ ....

پانی یہیں کا شیریں، روٹی یہیں مزے کی ‏ — ‏منظر یہی سہانے، موسم یہی گوارا
طیبہ کے سارے منظر چہرہ کشا تھے لیکن ‏ — ‏نظریں کہاں سے لاتیں تاب رخ نظارا

☆ ☆

میں تیرے گنبدِ خضرا سے جب لوٹوں تو یوں لوٹوں ‏ — ‏یہ بیت النور میرے قلب پر تحریر ہوجائے
مدینے سے ہمارا قافلہ چلنے کا وقت آیا ‏ — ‏الٰہی قافلہ چلنے میں کچھ تاخیر ہوجائے

☆ ☆

یہ ان کی رضا ہے مجھے بھیجیں مجھے روکیں ‏ — ‏واپس میں نہیں آؤں گا سوچا تو یہی ہے
طیبہ میں ہوں سب کچھ مرے دامن میں ہے ‏ — ‏دنیا کا کروں کیا؟ مری دنیا تو یہی ہے

عاصی

☆ ☆

عاصی کرنالی کے اس مجموعے کے وسیلے سے اردو نعت ارتقاء کی نئی منزلوں میں داخل ہورہی ہے۔ انہوں نے نعتیہ مضامین کو کچھ مزید وسعت، تنوع اور تجمل عطا کیا ہے۔ انہوں نے نعت میں الوہیت و رسالت کے امتیاز، کبریائی و مصطفائی کے تعلق، شرک و توحید میں حدفاصل، رسالت محمدؐ کی جامعیت و ہدایت، جملہ شعبہ ہائے زندگی میں آپؐ کی رہبری، آپ کی پرنور قیادت اور کتاب و سنت کی برکات، سیرت اطہر کے خدوخال، پیروی پیغمبرؐ کے ثمرات، اوامر و نواہی، خودشناسی، کائنات شناسی اور خداشناسی، انسان کے سفر عروج و ارتقاء میں حضور علیہ السلام کی برتری، آشوب عصر، احوال امت اور طلب رحمت تک زندگی کے ہر موضوع کو جس باخبری، جس شوق، جس حسن کاری، جس انفرادیت اور جس کمال فن سے بیان کیا ہے، وہ اردو نعت کی روایت کو وقیع تر اور رفیع تر بنا گئے ہیں۔ اپنے اس دعوے کی دلیل کے طور پر کچھ اشعار پیش کرتا ہوں۔

بس رسالت اور وحدت میں یہی ہے امتیاز ‏ — ‏اس طرف رونق ملی، اس سمت تنہائی ملی

☆ ☆

چمن اک آئینہ شان کبریائی ہے ‏ — ‏کلی کلی کی چٹک ذکر مصطفائی ہے

☆ ☆

خدا ہے کون، خدا ہے کہاں، خدا کیا ہے ‏ — ‏سمجھ میں آئیں یہ باتیں ترے حوالے سے

☆ ☆

حسنِ نبیؐ کا دوام اور چیز ہے کہ یہاں ‏ — ‏ابد بھی لمحہ فانی شمار ہوتا ہے

اے روح ازل تیرے قدم بوس کی خاطر ‏ — ‏گزری ہوئی صدیاں پلٹ آئی ہیں عدم سے
اے جان ابد، تیرے تلطف کی طلب میں ‏ — ‏آئندہ زمانے لگے بیٹھے ہیں قدم سے

☆ ☆

جب سے تری پرنور قیادت میں سفر ہے ‏ — ‏رستے کی ہمیں سوجھ ہے منزل کی خبر ہے
ہر شہر خلا ہے تری اقلیم کا حصہ ‏ — ‏مہتاب کی بستی ہے کہ مریخ نگر ہے

☆ ☆

ہم راستوں میں گم تھے ہمیں رہنماء ملا ‏ — ‏اپنی ہوئی شناخت خدا کا پتا ملا

شاہ انصار الہ آبادی کی نعتیہ شاعری

کیف حضوری کی شاعری .... عزیز احسن

مدحت سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم تو ہر صاحب توفیق شاعر کر سکتا ہے۔ رفعنا لک ذکرک (ہم نے آپؐ کی خاطر آپؐ کا ذکر بلند کردیا) کا اصل منشاء بھی یہی ہے کہ ہر سعید روح' سید الابرار صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح و ثناء میں رطب اللسان ہوجائے لیکن نعت لکھنے والے ہر شاعر کو کیف حضوری کی دولت نصیب نہیں ہوتی۔ قادر الکلامی کی بدولت نعتیہ شاعری تو وجود میں آسکتی ہے لیکن قال کو حال بنانے کے عمل سے ہر شاعر نہیں گزر سکتا۔

نعتیہ دواوین لکھنے والے شعراء بھی کبھی کبھی ہی ایسے لمحے سے دوچار ہوتے ہیں کہ جو کچھ ان کا قلم لکھے وہ ان کی روح کی لوح لطیف پر پہلے ہی لکھا جاچکا ہو اور ان کی زبان پر آنے سے پہلے ہر لفظ کو دل کی تائید بھی حاصل ہوجائے۔ لیکن وہ لمحہ گزر جانے کے بعد شاعر کی شخصیت سے بھی اس لمحہ سعادت آثار کے اثرات معدوم ہوجاتے ہیں۔ راقم الحروف نے اپنے مرتب کردہ نعتیہ انتخاب کے مقدمے میں لکھا تھا "نعت کے ذریعے حضور رسالت مآبؐ کی خدمت اقدس میں خراج عقیدت پیش کیا جاتا ہے اور خراج عقیدت پیش کرنے کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ آپؐ کی تعلیمات پر مکمل طور پر عمل کیا جائے اور نعت میں استعمال کیے جانے والے الفاظ جوہر عمل سے قوت پاتے رہیں۔ ایسی نعت عہد رسالت مآبؐ کے تمام شعراء نے لکھیں جن میں عبداللہ بن رواحہؓ' حسان بن ثابتؓ' کعب بن زہیرؓ' کعب بن مالکؓ وغیرہ قابل ذکر ہیں۔ اس عہد کے بعد بتدریج الفاظ عمل کی قوت سے محروم ہوتے چلے گئے اور نوبت یہاں تک پہنچی کہ علم کے بغیر عمل وبال اور عمل کے بغیر علم ضال ٹھہرا۔ پھر یوں ہوا کہ حروف کے کھوکھلے درو بام اور لفظوں کے بے بنیاد قصر تعمیر ہونے لگے کیونکہ اہل حال کی مسندوں پر اہل قال کے قبضے نے قحط الرجال کی مدت دراز کردی اور باعمل' باکمال آنکھوں سے اوجھل ہوگئے۔" (جواہر النعت' ص ۱۸)

۱۹۸۱ء میں نعتیہ شاعری کے بارے میں میری یہ رائے تھی۔ اس کے بعد اب تک سینکڑوں نعتیہ مجموعے منصہ شہود پر آگئے ہیں لیکن بہت کم شعراء کی نعتیہ شاعری میرے آدرش کو چھو سکی ہے' تاہم شاہ انصار الہ آبادی کے دو مجموعے "سراج السا لکین" اور "صلواۃ و سلام" پڑھ کر یہ احساس ہوا کہ جس طرح ہر کلیے میں کچھ مستثنیات ہوتے ہیں اسی طرح عہد حاضر کی نعتیہ شاعری کا بھی تمام شعری

سرمایہ قال کی تخلیق نہیں ہے بلکہ اس عہد میں شاہ صاحب جیسے صاحبان حال بھی موجود ہیں۔

اب ملاحظہ ہو شاہ انصار الہ آبادی کے کچھ اشعار جن سے اندازہ ہوسکے کہ میں نے اب تک جو کچھ عرض کیا ہے' شاہ صاحب کی شاعری کی حد تک وہ دعویٰ بے دلیل نہیں ہے۔

میرے کس کام کی ہے اے شہہ والا جنت
آپؐ کی یاد ہے ہر سانس سراپا جنت
دل جہاں تڑپا ہوائے باغ طیبہ آگئی
بے سہاروں کا ہے کیا خوش کن سہارا دیکھئے
بے مدینہ کوئی ساعت بھی گزاروں کیسے ؟
اپنی جاں اپنے دل و دیدہ پہ واروں کیسے ؟
ستائے گی نہ کوئی اور آرزو مجھ کو
کہ سر سے تابقدم ہوں میں آرزوئے رسولؐ
جان صدقے ہوتی ہے دل نثار ہوتا ہے
جس نے بھی محبت سے بات کی مدینے کی
یاد والا میں بھلا بیٹھا بساط ہستی
ایسی جیتی ہوئی بازی کو میں ہاروں کیسے ؟
دم آنکھوں میں ہے اور آرام جاں ہے
وہ یاد پاک بھی کیا مہرباں ہے
تجلیات کی صبحیں بسا گئیں دل کو
عجب ادا سے شب انتظار گزری ہے
وہ جان دینے کو خاک رسولؐ کیا ڈھونڈے
خدا کے فضل سے جو خود ہو خاک پائے رسولؐ

ان اشعار سے یہ مترشح ہوتا ہے کہ شاعر ہمہ وقت خیال محبوبؐ یا لقائے محبوبؐ میں مصروف ہے اور اس پر جب کوئی شب انتظار گزر جاتی ہے تو بوقت سحر اس کی دنیائے دل ضرور بہ ضرور تجلیات سے معمور ہوجاتی ہے۔ اس کے دل میں جب جب ہجر طیبہ سے تڑپ پیدا ہوتی ہے ہوائے باغ طیبہ اسے مژدہ وصال سنا دیتی ہے۔ یہ شاعری محض تخیل اور قدرت کلام کی اساس سے پر نہیں ہو سکتی۔ ہمہ وقتی کیفیات ہی کے بل بوتے پر کوئی شاعر کہہ سکتا ہے کہ۔

مجھ سے کوئی لغزش ہو یہ ممکن ہی نہیں ہے
ہر دم ہمہ تن حاضر دربار نبیؐ ہوں

غزل گوئی میں تو دعویٰ بلا دلیل بھی ممکن ہے بلکہ بیشتر متغزلین کی شاعری دعویٰ ہائے بے دلیل سے بھری پڑی ہے۔ لیکن نعتؐ میں بلا دلیل دعوے کوئی بھی محتاط شاعر نہیں کرتا اور شاہ انصار الہ آبادی کی شاعری کے بارے میں تو یہ تصور بھی نہیں کیا جاسکتا کہ ان کا کوئی بھی دعویٰ خالی از دلیل ہوگا۔ خود شاہ صاحب کے کلام کی داخلی شہادتیں اتنی قوی دلیلیں رکھتی ہیں کہ ان کا ہر قول سچا ہی ماننا پڑتا ہے۔۔

مدح حضورؐ پاک سے روح مزے اٹھائے گی
قلب کی واردات ہے یہ کوئی شاعری نہیں

اس ہمہ وقتی حضوری اور پیہم واردات قلب کا اثر شاعر پر یہ ہوا کہ وہ خوف مرگ سے آزاد ہو کر موت کے تصور سے محبت کرنے کے مرحلے میں داخل ہو گیا۔۔

جاں نکلے تو نکلے بصد آداب عقیدت
نکلے نہ مگر قلب سے ارمان محمدؐ
جہاں خود راس آجاتا ہے مرنا
مجھے اس حد پہ جینے کی لگن ہے
حسن آنکھوں میں لب پہ صل علیٰ
موت کا دم بھی کیا سہانا ہے
مرنا تو اٹل ہے مگر اے حسن اجل
میں جان دوں گا اپنے مسیحا کے سامنے
کہیں نہ سرکارؐ کے قدموں پہ نچھاور ہو جائے
روح کو جب تن خاکی سے جدا ہونا ہے
جان دینے میں بھی جینے کا مزہ
سمجھو ہے کہ حقیقت روح کی
لب پہ آقاؐ کا نام ہے نزع کا اہتمام ہے
ایسے مرنے کی موت میں حسرت زندگی نہیں

ایسی موت کے حوالے سے اس قدر بے خوفی اور اظہار شوق کوئی ابھی کھیل نہیں ہے۔ یہ وہ مقام

ہے کہ جہاں اچھے اچھوں کا پتا پانی ہوتا ہے۔ اقبالؒ نے مرد مومن کی شان ان الفاظ میں بیان کی تھی۔۔

نشان مرد مومن باتو گویم
چو مرگ آید تبسم برلب اوست

..... اور شاہ صاحب کی شاعری سے ایسے ہی مرد مومن کا تصور ابھرتا ہے۔ خوف مرگ سے نجات پانے کا عمل بڑا مشکل ہے کیونکہ یہ خوف دنیا کی حقیقت جانے بغیر دور نہیں ہوتا۔ شاہ صاحب نے دنیا کی حقیقت کو بھی سمجھ لیا ہے اور اس حقیقت کو بھی پالیا ہے کہ موت ہی دیدار محبوبؐ کا وسیلہ ہے۔۔

مرنے کے بعد ہوگی سرکارؐ کی زیارت
مجھ کو اسی لئے تو جینے سے دشمنی ہے

تصور مرگ سے دیدار سرکار رسالت مآبؐ کا تصور وابستہ کرکے شاعر نے جینے سے دشمنی ہی نہیں کی بلکہ آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے پرسش غم ہونے کے خیال نے شاعر کو زندگی کی مشکلات کی طرف سے بھی بے نیاز کردیا اور ایک مرحلے پر تو وہ مشکلوں کا خوگر نظر آتا ہے۔۔

نزع میں پرسش غم چشم کرم ہوگی ضرور
اے مری مشکلو ! للہ نہ آساں ہونا

عشق نبویؐ کی لذت نے ہجر کی تلخ اور اذیت ناک کیفیت کو بھی شاعر کے لئے وجہ انبساط بنا دیا ہے چنانچہ وہ اس اذیت کو بھی مستقل دیکھنے کا متمنی ہے۔۔

یاد مصطفےٰؐ ہر سانس نشتر بن کے چلتی ہے
الٰہی یہ اذیت ہے تو مجھ کو سازگار آئے

قابل غور بات یہ ہے کہ ہجر نبیؐ میں ہر سانس نشتر بن کے چل رہی ہے لیکن شاعر اس اذیت کو بھی براہ راست اذیت نہیں کہتا کیونکہ یہ آداب عشق نبویؐ کے منافی ہے سو اس کیفیت کو اپنے لئے سازگار ہونے کی دعا کا حصہ تو بنالیا لیکن اذیت کو مشکوک کردیا۔۔

الٰہی یہ اذیت ہے تو مجھ کو سازگار آئے

زندگی کو اللہ کی مرضی کے مطابق گزارنا رسالتؐ کے فیضان ہی سے ممکن ہوا۔ اگر یہ واسطہ

درمیان میں نہ ہوتا تو زندگی' بندگی نہیں محض شرمندگی بن کر رہ جاتی۔ پھر رسالت کے نقوش بھی اگر خدانخواستہ محفوظ نہ ہوتے تو کیا ہوتا۔ جوں جوں سوچئے حضور رسالت مآبؐ کی عظمت کا احساس بڑھتا جاتا ہے۔ انبیائے ماسبق کی زندگیوں کے تمام گوشے اجاگر کہاں ہیں۔ ؟ لہٰذا اب جو حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع آسان ہوئی ہے تو یہ بھی حضور اکرمؐ کی محبوبیت کے طفیل ہی ہو سکی ہے۔ آپؐ کی محبوبیت ہی کے باعث اللہ رب العزت نے حضورؐ کی ہر ادا کو قرآن' حدیث' شمائل' تاریخ اور سیرت کے ذریعے محفوظ رکھنے کا بندوبست فرما دیا ہے۔ اب قیامت تک آنے والے انسانوں کو اللہ کرمرضی کے مطابق زندگی گزارنے کا ڈھنگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی زندگی میں نظر آتا رہے گا۔ اس پس منظر میں یہ شعر ملاحظہ فرمایئے اور شاعری کے فکری عمق کی داد دیجئے۔۔۔

دیکھئے تو ان کے صدقے میں نہایت سہل تر
سوچئے تو بندگی حق بڑی دشوار ہے

اکثر صوفیاء حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بشریت تسلیم کرنے سے گریزاں نظر آتے ہیں۔ بعض بعض صوفی شاعر تو ایسی ایسی باتیں کہہ جاتے ہیں کہ شریعت کی دھجیاں اڑ جاتی ہیں لیکن شاہ انصاری الہ آبادی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بشریت کے پہلو کو نہ صرف تسلیم کیا ہے بلکہ اس کے لئے مضبوط دلیل بھی دی ہے۔۔

ان کے جلووں کی طرف کس کی نظر اٹھ سکتی
بشریت کے جو سانچے میں نہ ڈھالا ہوتا

عموماً متصوفانہ شاعری میں کشفی معاملات کا بیان شریعت کی پابندیوں سے آزاد ہو جاتا ہے۔ نعت میں ایسے مراحل بڑی دشواریاں پیدا کرتے ہیں۔ "سراج السالکین" اور "صلواۃ و سلام" میں بھی بعض مقامات ایسے ہی آگئے ہیں لیکن ان مجموعہ ہائے کلام کی خوبی یہ ہے کہ ان میں کہیں بھی شریعت کا برملا انکار نہیں کیا گیا ہے۔ اس کے برعکس شاہ صاحب نے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پکارنے کے دلی تقاضے کو بھی پاس ادب (یا پاس شریعت) کے باعث دبانے کی کوشش کی ہے۔۔

دل تڑپتا ہے مگر پاس ادب مانع ہے
آپؐ کو سید کونین پکاروں کیسے !!

اس شعر کی شعریت اور اس میں منعکس پاس شریعت کو صرف اہل ادب ہی سمجھ سکتے ہیں۔ وہ اہل ادب جنہیں عشق نے آداب سکھا دیئے ہیں۔

عشق بن یہ ادب نہیں آتا (میر)

مضمون آفرینی شاعری کا جوہر ہے۔ شاہ انصار الہ آبادی نے اپنی شاعری میں مضمون آفرینی کے بھی جوہر دکھائے ہیں۔ نبی کریمؐ کا سایہ نہ ہونے کا ذکر نعتیہ شاعری میں بہت ہوا ہے لیکن دیکھئے اسی پامال مضمون کو شاہ صاحب نے کس خوبصورت دلیل کے ساتھ باندھا ہے کہ مضمون میں ندرت پیدا ہو گئی۔

صرف اس لئے سایہ ہی نہ رکھا گیا انؐ کا
بڑھ جاتا ہے سایہ بھی کبھی قد سے زیادہ

چند اشعار اور ملاحظہ فرمایئے:۔۔۔

خواب دربار نظر آتا ہے ہر روز مجھے
دیکھئے جاگتی ہے واقعی قسمت کب تک

خدا گواہ بہ ہنگام عرصہ محشر
انہیؐ کی چشم عنایت پناہ گاہ ہوئی

شعاع ارض مدینہ بسی جو آنکھوں میں
غبار بھی مجھے ہفت آسماں نظر آیا

تیرگی چھٹ گئی خورشید رسالتؐ چمکا
آمد پاک سے ہر ذرے کی چمکی

دل جو سچ مچ امام بن جائے
عشق ہو صف بہ صف مدینے کا

پیش نظر ہیں اپنی سیاہ کاریاں تمام
کس منہ سے جاؤں میں در والا کے سامنے

بیاد آقا معنی
مجھے ہر تلخی غم انگبیں ہے

ہر قدم سجدہ و سلام کے ساتھ
حاضری ہو اس اہتمام کے ساتھ

نغمہ روح کو بیدار تو ہونے دو ذرا
لب فطرت پہ درودوں کا ترنم ہوگا

ان تمام اشعار سے شاعر کی قادر الکلامی، معنی آفرینی اور جدت طرازی کے جوہر کھل کر سامنے آتے ہیں۔ بزرگ شعراء کی نعتیہ یا بہاریہ شاعری عموماً" روایتی مضامین سے مزین ہوتی ہے لیکن شاہ صاحب وہ بزرگ شاعر ہیں جو روایت کو فنی حدود کی حد تک برتتے ہیں لیکن مضامین میں اپنی راہ الگ نکالتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اس شاعری میں یک گونہ تازگی نظر آتی ہے۔ . . . . . اور یہی شاعر کا کمال ہے۔

بیعت .... چند تاثرات .... ڈاکٹر تحسین فراقی

حضرت محمود شبستریؒ نے گلشن راز میں اللہ کے بھیجے ہوئے پیغبروں کو عرصہ توحید و معرفت کے ساربان قرار دیا ہے۔ یہ دلیل کارواں ہیں اور ان سب کے سالار اعظم حضور اکرم علیہ التحیات والصلواۃ ہیں کہ وہ کاروان کے آگے ہیں اور دل ان کے پیچھے اور جانیں ان کا دامن تھامے ہیں وہ جو کمال نبوت و ولایت کے مظہر ہیں اور عالم اطلاق کی جانب متوجہ ہیں۔ وہ جو نگاہ عشق و مستی میں اول بھی ہیں اور آخر بھی، وہی جن کے بارے میں حضرت جبرئیلؑ امیں کا ارشاد ہے کہ میں نے حجاب رابع میں ایک ایسا روشن اور دل کی پرتوں اور تہوں میں اتر جانے والا ستارا دیکھا۔ ایک دو بار نہیں بہتر ہزار مرتبہ اور وہی جسے اصطلاح میں حقیقت محمدیؐ سے تعبیر کرتے ہیں اور جو تمام مراتب کونیہ پر مقدم ہے

ہم او اول ہم او آخر دریں کار

وہی جو ذات احد کا مظہر حقیقی ہے جس کا عرصہ میدان از ازل تا ابد ہے اور جس کا ہر سخن بقول خسرو خان وحی خدا ہے۔ حاشیہ نامہ ربانی ہے جس کا نسخہ منشور جل متیں ہے اور جو سپہر جمال کا ماہ دو ہفتہ ہے، اسی ذات بابرکات کا ذکر آج کی محفل کا موضوع ہے۔

جناب جعفر بلوچ کے مجموعہ نعت "بیعت" کے مطالعے سے معاً" مجھے قبیلہ بنی نجار کی وہ معصوم، پاکیزہ جبیں اور فرخندہ خصال ننھی بچیاں یاد آتی ہیں جن کے نرم و گداز ہاتھوں میں دف تھے اور وہ دنیا کے سب سے بڑے انسان کے خیر مقدم کو بڑھ رہی تھیں، اپنے اس شہر میں خوش آمدید کہنے کو جو عنقریب یثرب سے مدینہ طیبہ ہونے والا تھا۔ ان کے یاقوتی ہونٹوں سے یہ ترانہ تہنیت پھوٹ رہا تھا

طلع البدر علینا من ثنیات الوداع

یہ واقعہ آج سے ۱۴ سو سال قبل کا ہے لیکن اہل نظر جانتے ہیں کہ سپہر نبوت و نیابت کا یہ ماہ چہاردہ آج بھی اسی شان سے دلوں اور روحوں اور جانوں اور جہانوں پر حکومت کرتا ہے اور روشنی بانٹتا ہے
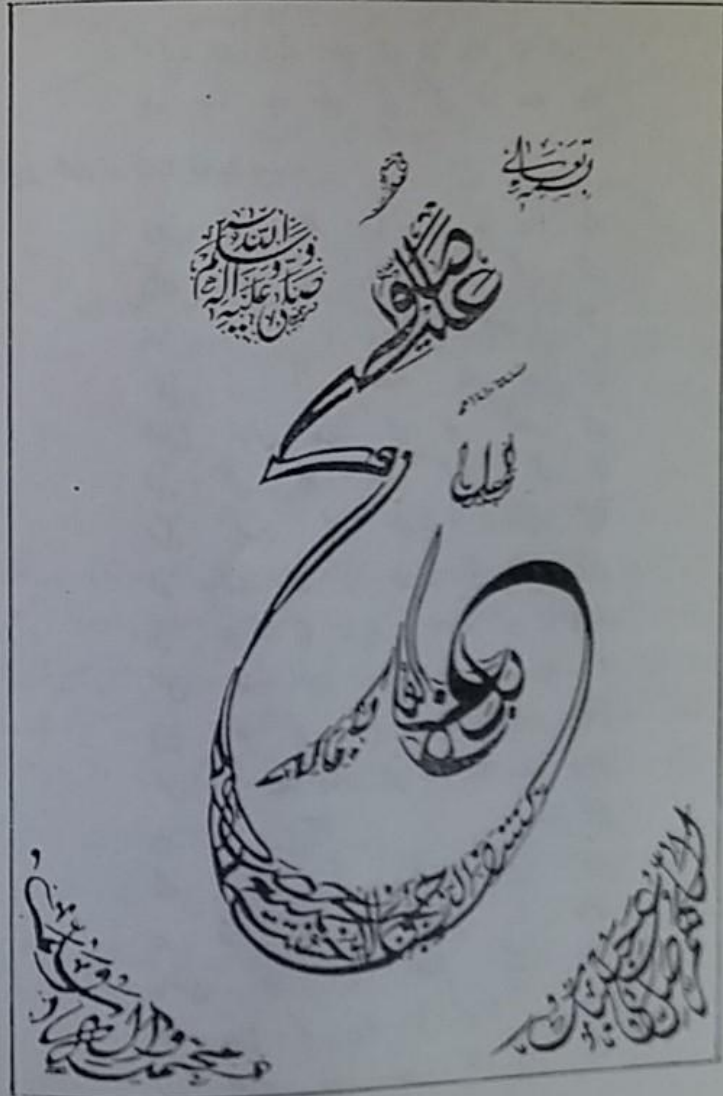
جعفر اسلام کے ہر قریہ روشن سے مجھے
طلع البدر علینا کی صدا آتی ہے

یہ وہی ذات مقدس و مطہر ہے جس کی ثناء سے ذہن عاجز اور زبانیں گونگی ہیں مگر جن کے فیضان کا ذکر وہ مماثل پیرائے میں تواتر سے کرتی چلی جاتی ہیں۔

امی لقبی کہ عرش یک پایہ اوست
احمدؐ نامی کہ نقد جاں مایہ اوست
گویند کہ آں مظہر جاں سایہ نداشت
وہی طرفہ کہ عالم ہمہ در سایہ اوست
امی و دقیقہ دان عالم
بے سایہ و سائبان عالم

(فیضی)

یا

جہانیش درسایہ و سایہ نے

(غالب)

یا پھر

لوگ کہتے ہیں کہ سایہ ترے پیکر کا نہ تھا
میں تو کہتا ہوں جہاں بھر پہ ہے سایہ تیرا

(احمدندیم قاسمی)

حق یہ ہے کہ اسی ذات اکمل و اعظم سے ہمارے دل کے سارے الاؤ روشن ہیں۔ قدسی طائروں کے بال و پر اسی کے فیض عشق سے بڑھتے اور نمو پاتے ہیں اور ہمارا آج کا شاعر جعفر بلوچ بھی انہی کے سحاب رحمت کے فیض سے گہربار ہے اور انہی مطہر ہاتھوں پر بیعت:

میں ممنون در شاہ امم ہوں
بہ زیر سایہ دست کرم ہوں
مرادیں بخشنے والے سخی ہاتھ
چٹانیں توڑنے والے قوی ہاتھ
وہ جن کے ما رمیت میں ہیں اسرار
ہے جن ہاتھوں کی مار اللہ کی مار

خدا کے سامنے محو دعا ہاتھ
مشیت کی بلندی تک رسا ہاتھ
انہی ہاتھوں کی ہے میں نے بیعت
انہی سے ہوں گہر اندوز رحمت
یہ مجموعہ جو دیوان ادب ہے
یہ مجھ مسکین پر انعام رب ہے
مری روداد شوق انگیز ہے یہ
مری بیعت کی دستاویز ہے یہ

غور فرمایئے تو بیعت مجازی سے بیعت معنوی تک ایک ہی حقیقت ہے۔ ایک ہی قوس ہے جو دائرہ در دائرہ بڑھتی اور پھیلتی جاتی ہے۔ متعدد احادیث سے ثابت ہے کہ حضور اکرمؐ نے صحابہ کرام سے مختلف مواقع پر متعدد بار بیعت لی۔ ہجرت، جہاد، ارکان اسلام اور سنت نبویؐ سے تمسک پر اور کتنے ہی دوسرے موقعوں پر۔ انہی بیعتوں میں وہ مشہور بیعت بھی شامل ہے جو مقام حدیبیہ پر لی گئی اور جس کا قرآن حکیم کی سورہ الفتح میں یوں ذکر آیا ہے:

ان الذین یبایعونک انما یبا یعون اللہ ید اللہ فوق ایدیھم فمن نکث فانما ینکث علی نفسہ ومن اوفی بما عھد علیہ اللہ فسیوتیہ اجراً عظیما (۴۸:۱۰)

حق یہ ہے کہ امت محمدیہؐ کے خواص و عوام سب بیعت حضورؐ سے آج بھی بقدر ظرف فیض یاب ہیں۔ صاحب "مفاتیح الاعجاز" کہتے ہیں کہ "تمام انبیاء اور اولیاء کے دل آپؐ کے تابع ہو کر مقام اصل میں پہنچے ہیں اور ان کی ارواح مقدسہ جن کو "جان" کہتے ہیں، بیعت اور متابعت سے آپؐ کا دامن پکڑ کر حجاب کثرت سے نجات پاتے ہیں۔

ہم بھی آپؐ کی امت میں ہیں ہم بھی آپؐ سے بیعت ہیں
اس خوش اقبالی پر اتنا کم ہے جتنا ناز کریں

(تحسین فراقی)

واقعہ یہ ہے کہ آفتاب شرع کی ضیاء پاشیاں اور دریائے یقیں کی سیراب کاریاں کبھی ختم نہ ہوں گی۔ عطارؒ نے کس قدر درست فرمایا تھا:

ہمچو شبنم آمد از بحر وجود
خلق عالم از طفیلش لاوجود
خواجگی ہر دو عالم تا ابد
کرد وقف احمدؐ مرسل احد!

خواجہ کونین و سلطان ہمہ
افتاب جان و ایمان ہمہ

جناب جعفر بلوچ کے زیر نظر مجموعہ نعت کی کیفیت انگیزی اور گداز آفرینی قابل داد ہے۔ مستثنیات کو چھوڑ کر ان کی بیشتر نعتوں میں سوز درد اور سپردگی کا لہو دوڑتا ہوا محسوس ہوتا ہے اور کہیں کہیں تو داخل و خارج میں پھیلے ہوئے آشوب کی سی کیفیت پیدا کردی ہے۔ تاریخ اسلام اور مطالب قرآن پر ان کی نظر اطمینان بخش ہے اور نعت کہنے کیلئے جس چشم بینا' گوش شنوا' نفس پاکیزہ اور قلب روشن کی ضرورت ہے وہ انہیں قدرت کی طرف سے مہیا ہے۔ محسوس ہوتا ہے کہ ان کے وجود کے انگ انگ اور روئیں روئیں سے محبت رسولؐ پھوٹی پڑتی ہے۔

چھا گئی تیرگی یا نبیؐ یا نبیؐ
روشنی روشنی یا نبیؐ یا نبیؐ
ہر افق سے اندھیرے ابلنے لگے
کیا کرے آدمی یا نبیؐ یا نبیؐ
اور بے چارہ جعفر پکارے کسے ؟
یا نبیؐ یا نبیؐ یا نبیؐ یا نبیؐ

تب ان کی حسیں یاد کا ہوتا ہے ادا حق
اس یاد میں جب ہوکر مری روح کی ضم ہو
وجہ باران کرم پہلے بھی انؐ کا نام تھا
ان کا نام آتے ہی لگ جاتی ہیں جھڑیاں آج بھی.
دوستو ! جشن فیض میں نہ لے جاؤ مجھے
مجھ کو فخر شہہ والا سے حیا آتی ہے
خلق کی نبض اسی شہر سے وابستہ ہے
دل کی دھڑکن سے صدا آتی ہے طیبہ طیبہ

گویا ہے ذات حضورؐ ان کے لئے ایک حاضر و موجود ہستی ہیں۔ ایک Living Presence ہیں (اور کس کیلئے نہیں ہیں ؟؟)

اسی احساس نے ان کی نعت میں ایک ناقابل بیان کیفیت تغزل بھی بھر دی ہے:

مری نظر میں بہار جاوید کی علامت ہے سبز گنبد
رہیں گی ہر قریہ محمدؐ میں تابہ خیمہ زنان بہاریں
خیال آیا ہی تھا کہ بھیجوں حضورؐ کو ارمغان مدحت
ہجوم کرکے ہوئیں نچھاور مرے قلم پہ معاً بہاریں

اسی مجموعے میں "نعت نگاری کے تقاضے" کے عنوان سے ان کی ایک مستقل نظم بھی شامل ہے جو نعت نگاری کا ایک عمدہ منشور کہی جاسکتی ہے:

اطاعت شہہ والا میں زندگی گزرے
یہ جذب و شوق بہم ہو تو نعت ہوتی ہے
نبیؐ کے عشق میں جینا اسی میں مر مٹنا
یہی وجود و عدم ہو تو نعت ہوتی ہے

کامیاب نعت گوئی کے یہ تقاضے بلاشبہ بہت کڑے ہیں مگر بیستوں کاٹے بغیر جوئے شیر کیسے جاری کی جاسکتی ہے۔؟

جعفر کے نزدیک سیرت رسول اکرمؐ ہر عہد کے لئے انقلاب آفریں اور فیضان رسا ہے۔ انہوں نے اپنے نعتیہ مجموعے میں سیرت مطہر کے جواہر شب چراغ کی جھلکیاں دکھائی ہیں اور ملت اسلامیہ کی پریشاں نظری کا حل بھی اسی نور سروری کو قرار دیا ہے۔ ایک سچے مومن کی طرح ان کا خیال ہے کہ حضور اکرمؐ ہی کو معاملات مسائل معاشرت میں حکم مانا جائے۔ کس یقین سے کہتے ہیں:

شاہ دیں و دنیا کو ہم حکم بناتے ہیں
نقطہ نظر میں جب اختلاف ہوجائے

شعر بالا کے پس منظر میں قرآن حکیم کی اس آیت کریمہ کی روح جاری و ساری ہے۔ ارشاد ہوتا ہے:

فلا وربک لایومنون حتی تحکموک فیما شجر بینھم ثم لایجدوا فی انفسھم حرجا مما قضیت ویسلموا تسلیما ○ (۴:۶۵)

"اے محمدؐ! تمہارے رب کی قسم یہ کبھی مومن نہیں ہوسکتے جب تک کہ اپنے باہمی اختلافات میں یہ تم کو فیصلہ کرنے والا نہ مان لیں پھر جو کچھ تم فیصلہ کرو اس پر اپنے دلوں میں تنگی نہ محسوس کریں بلکہ سر تسلیم کرلیں۔"

جعفر کی نعت میں ایک عجیب طرح کا بے ساختہ پن ہے اور حقیقت یہ ہے کہ بے ساختہ پن بذات خود دلیل صداقت ہوتا ہے۔ ان کے نزدیک جملہ عوالم حضورؐ کی ذات سے فیض اندوز ہیں۔ پوری نوع انسانی ان کی ممنون احسان ہے۔ تہذیب انسانی کی پیشرفت ان کے ارشادات کی رہین منت ہے۔

عناصر فطرت پر بھی ان کا فیض رحمت ہے۔ ان کا کرم زمان و مکان کی قید سے آزاد ہے۔

راز احیائے جاں بشر نے پایا ہے رسول محترمؐ سے
ظاہر ہے شکوہ دین فطرت ہر مطلع صبح کے علم سے

کیا کیجے باب لطف پیمبر میں گفتگو
رحمت ہے انؐ کی عصر بہ عصر اور سو بہ سو
اک زمان و مکان نہ کیوں احترام احمدؐ
کہاں نہیں اور کب نہیں لطف عام احمدؐ

جعفر صاحب کے زیرِ نظر مجموعے کے سلسلے میں اہم بات یہ ہے کہ اس میں شاعری کے تقاضے خوبی سے پورے ہوئے ہیں۔ انہوں نے بیان و بدیع کے کتنے ہی موتی رولے ہیں۔ ردیفوں کی ندرت، قوافی کی جدت، گہری اور معنی خیز رعایتیں اور ترکیبوں کی تازہ کاری نے اس نعتیہ مجموعے کو ایک عجیب امتیاز عطا کیا ہے۔ صرف چند ترکیبیں ہی دیکھ لیں: ازل رباط، ابد رواق، خیر پذیر، ایماں رس، خضر قدم، نکہت انتساب اور عزلت نواز۔ اس تازہ کاری اور تازہ جوئی نے اس نعتیہ مجموعے کو معاصر نعتیہ مجموعوں میں شان انفرادیت عطا کی ہے۔ کتاب کے آخر میں شامل ان کا نعتیہ قصیدہ یقین، ایمان، سپردگی اور والہیت کی ایسی حرارت رکھتا ہے کہ آبگینہ تندی صہبا سے پگھلا جائے ہے کی کیفیت پیدا ہو گئی ہے۔ یہ قصیدہ نہیں سحر حلال ہے۔

البتہ ایک آدھ مقام پر شاید شاعر کی جدت طرازی کی للک نے اسے زیادہ غور و فکر کا موقع نہیں دیا مثلاً "الفقر فخری" کی ردیف والی ان کی نعت کامیاب ہے لیکن امام سخاویؒ نے "مقاصد حسنہ" میں "الفقر فخری" کی معروف اور زبانوں پر چڑھی ہوئی حدیث کو باطل اور موضوع قرار دیا ہے۔ اس لئے اس سے احتراز لازم تھا۔

"بیعت" اردو کے جدید نعتیہ مجموعوں میں جذبہ و فن کے ایک اعلیٰ امتزاج کے مظہر کے طور پر سامنے آئی ہے۔ سچی بات یہ ہے کہ اردو کے نعتیہ افق پر ایک باکمال شاعر جلوہ گر ہوا ہے اور میں کھلی بانہوں سے اس کا استقبال کرتا ہوں۔ آخری بات یہ کہ بیعت تو ہم ہو چکے مگر آج ہمیں تجدید بیعت کی ضرورت ہے۔ جعفر بلوچ کا نعتیہ مجموعہ پڑھتے ہوئے میں نے کتنی ہی بار محسوس کیا کہ میں خود تجدید بیعت کے مرحلے سے گزر رہا ہوں۔ فللہ الحمد

تا عرش ہے اعلان رفعنا لک ذکرک
اللہ غنی شان رفعنا لک ذکرک
خورِ جبین کن ازل سے ہے ابد تک
اک قوس زر افشان رفعنا لک ذکرک

○

سید قمر زیدی حمد نعت کے آئینے میں

عاصی کرنالی

1991ء سے 1994ء تک سید قمر زیدی کے چار شعری مجموعے علی الترتیب نووارد، شفاعت، تجدید اور باطن شائع ہو کر ادبی حلقوں سے خراج تحسین حاصل کر چکے ہیں۔ غزل گوئی، نظم نگاری اور قطعہ نویسی کے شعری پیکر ان تصانیف میں زیادہ ملتے ہیں لیکن شروع ہی سے انہیں دین سے ایسا قلبی لگاؤ اور ذہنی ارتباط ہے کہ دوسرا ہی شعری مجموعہ شفاعت، سلام، منقبت اور مرثیے سے معمور ہے۔ جہاں تک حمد و نعت کا تعلق ہے، ہر تصنیف کا حسن آغاز انہی مبارک اصناف سے ہوا ہے البتہ چاروں مجموعوں میں پانچ حمدیں، سترہ اٹھارہ نعتیں اور کوئی دس نعتیہ قطعات ہیں یعنی کلی شاعری میں حمد و نعت جزوی طور پر شامل ہیں۔ البتہ یہ مسرت اور اطمینان کی خبر ہے کہ ان کا پانچواں مجموعہ جس کی اشاعت سال رواں میں متوقع ہے، تمام تر نعت پر مشتمل ہوگا۔ "انس" اس کا نام تجویز اور مشتہر ہو چکا ہے۔ اس طرح وہ حسب توفیق اجتماعی شکل میں نعت گوئی پر توجہ مرکوز کریں گے۔ اس وقت ان کی دستیاب مطبوعہ حمد و نعت پر اظہار خیال مدنظر ہے۔

سید قمر زیدی کی تمام شاعری میں احساس سے اظہار تک ایک بے ساختگی محسوس ہوتی ہے۔ یہ بے ساختگی، اپنے ضمیر کے ساتھ ان کے رشتہ صداقت سے پیدا ہوئی ہے۔ ایک سچ سوچنے اور سچ بولنے والا شخص جہاں بے ساختہ بات کرتا ہے وہیں اس کے لہجے میں بے تکلفی اور بے باکی بھی ہوتی ہے جو بے خوفی کے چشمے سے پھوٹنے والی موج تند و تیز کا مقام رکھتی ہے۔ الف سے ی تک ان کی نظم و غزل میں یہ بے ساختگی اور بے باکی نظر آتی ہے جس کے سبب ان کے یہاں معاشرتی تنقید کا رویہ خاصا چونکا دینے والا بلکہ زور کی چٹکی لینے والا ہے۔ وہ عصر رواں کا سارا آشوب اپنے دل میں سمیٹ لیتے ہیں اور انسان کی فردی اور اجتماعی زندگی کے ایک ایک زخم کو حرف در حرف شمار کرتے ہیں۔ تب زخم دینے والوں اور زخم سہنے والوں پر، استحصالی اور استحصال زدہ طبقوں پر ان کا قلم آشوب نگاری کا حق ادا کرتا ہے۔ ان کی شاعری اپنی تلخ نوائی اور نشتریت کا ایک جواز فراہم کرتی ہے اور بے ساختگی کے ساتھ بے باکی ان کے اسلوب کی ضرورت اور لہجے کا حسن بن کر اپنے قاری کو اپنی گرفت میں لے لیتی ہے۔

لیکن جب یہی سید قمر زیدی فضائے حمد میں قدم رکھتے ہیں اور کوئے نعت میں داخل ہوتے ہیں تو

لہجے کا بے ساختہ پن تو قائم رہتا ہے البتہ بے باکی و بے تکلفی کی بجائے خشوع و خضوع، عجز و انکسار اور ادب و احترام کا جوہر ان کے آئینہ گفتار میں پیدا ہو جاتا ہے۔ وہ اس سارے آشوب کو جو ان کے دل کو نوچتا ہے اور ذہن کو کھرچتا ہے، بارگاہ خداوندی اور دہلیز مصطفائیؐ پر رکھ دیتے ہیں کہ اے خالق کارساز اور اے رسولؐ چارہ ساز، آپ ہی ان دکھوں کا مداوا فرمائیے اور آپ ہی ہماری کارسازی کیجئے۔ کریمین کی بارگاہ دلنواز میں یہ خودسپردگی، یہ حسن توکل، یہ عجز و استعانت طلبی سید قمر زیدی کی حمد و نعت کی اساس حقیقی ہے!۔۔۔

شاعر کے سامنے اردو حمد و نعت کی تمام روایت ہے وہ اس روایت سے مستحکم رشتہ رکھتا ہے لیکن وہ جس عہد میں زندہ ہے اور جو آلام و حوادث یا مقتضیات و مسائل اس کے اپنے عہد سے مخصوص ہیں ان کی نشان دہی اور تخصیص کے سبب اس کی حمد و نعت اپنے اندر موضوعات اور اسلوب کی ایک "تجرباتی جدت" بھی رکھتی ہے لیکن یہ جدت کسی بھی حوالے سے فن اور معنی کو بے سمت اور بے جہت نہیں کرتی بلکہ روایت کی تہذیب اور تجربے کی سلیقہ مندی کو ساتھ لے کر چلتی ہے۔

سید قمر زیدی کے یہاں مجبوری کا احساس ہے لیکن ان پر مشتاقی و حضوری کا جذبہ غالب ہے۔ اس طرح ان کی "ہجر نویسی" سے ان کی نعتوں میں گریہ و بکا کی صورت پیدا نہیں ہوتی بلکہ ہجر کے عالم میں بھی نشاط دیدار و زیارت کا ایک تصوراتی سماں چھایا رہتا ہے جس کے سبب ان کی نعت اہتزاز روح کی کیفیت پیدا کرتی رہتی ہے۔ پھر ان کے یہاں زیادہ مضامین کا تعلق مدینے کی حاضری سے ہے۔ دیار حبیبؐ میں حاضر ہو کر اور حضوری کی سعادت سے شرف اندوز ہونے کی صورت میں ایک مشتاق دید کو جو مداح رسالتؐ بھی ہو، جن کیفیات سے گزرنا پڑتا ہے ان کی بھرپور عکاسی سید قمر زیدی کی نعتوں کا سب سے روشن پہلو ہے کیسے کیسے نازک اور لطیف جذبے اس موضوع پر قالب شعر میں ڈھلے ہیں ان کا لطف مطالعے ہی سے حاصل ہو سکتا ہے۔

سید قمر زیدی کے یہاں وہ تمام موضوعات و افکار شامل نعت ہیں جن کا اختصاص حضورؐ کی ذات گرامی سے ہو سکتا ہے۔ حضورؐ کا ظہور قدسی، اس بعثت کی برکات و فیوض، حضورؐ کا وجہ تخلیق کائنات ہونا، حضورؐ کا شرف اور افضلیت انبیاءؑ و مرسلینؑ پر حضورؐ کا مقام و منصب رسالت، حضورؐ کے مقاصد نبوت، حضورؐ کی اکملیت، جامعیت، رحمت اللعالمینی، حضورؐ کا پیغمبر عمل اور رسول انقلاب ہونا، حضور کی شریعت کا ابدی ہونا، حضورؐ کا شافع المذنبین ہونا، حضورؐ کی بارگاہ میں استعانت و استغاثہ، امت کی احوال نگاری اور حضورؐ سے استمداد ــــ الغرض سید قمر زیدی کا باغ نعت بے شمار اور بکثرت گل ہائے رنگ رنگ سے مزین اور سب سے لائق تحسین بات یہ ہے کہ جا بجا کوتاہی فن اور عجز سخن کا اظہار ملتا ہے اور حضورؐ سے توفیق ثنا اور تاثیر ثنا کی عاجزانہ دعا ملتی ہے۔

جہاں تک حمدوں کا تعلق ہے اس میں شان ربوبیت اور اس کی خالقیت و قدرت کے ساتھ ساتھ اس کی اطاعت و عبودیت کے مضامین نظر آتے ہیں اور اپنی حمدوں میں مناجات کا پیرایہ بھی ان حمدوں کو سوز و گداز سے مملو کرتا ہے۔

سید قمر زیدی کا سرمایہ حمد و نعت جو ابھی . بمقدار قلیل ہے اور جو زیر طبع "انس" میں انشاء اللہ کثیر ہوگا، یقیناً" حمدیہ اور نعتیہ ادب میں ایک خوبصورت اضافہ ہے اور اس دینی ادب کا قاری اور جائزہ نگار اس کو نظرانداز کر کے آگے نہیں بڑھ سکتا۔

ہم آخر میں حمد کے اور نعت کے چند اشعار قاری کی ذوق انگیزی اور سرشاری کے لئے پیش کرتے ہیں جو کسی زحمت انتخاب کے بغیر ہیں کیونکہ ہماری رائے میں ان کے تمام ہی اشعار لائق مطالعہ ہیں۔

حمد:

توفیق دے کہ حق ثنا کر سکوں ادا
کرتا ہوں احترام سے کاوش قبول کر

میں نام کا قمر ہوں مجھے روشنی بھی دے
خورشید آفریں یہ نگارش قبول کر

مری غفلتیں، تری رحمتیں، مری پستیاں، تری عظمتیں
مری لغزشیں، تری بخششیں، تو عطا کرے، میں خطا کروں

اندازہ خیال و قیاس و گماں سے دور
تو ہر فضائے غیب و یقیں میں ہے ضوفشاں

طائر ہوا کے دوش پہ، ماہی درون آب
شمس و قمر خلا میں ہیں تیرے ہی مدح خواں

نعت:

کہتے کہتے غزل تھک گیا ہے ہنرؔ ہے عجب سی خزاں من کے گلزار میں
ہو عطا اس گھڑی نعت خیرالبشرؐ در نکل آئے گا فن کی دیوار میں

یہ تمام نعت لطیف اور پرگداز جذبوں کی حامل ہے (شعاعت نمبر45)

کس طور جذب شوق و عقیدت عیاں کروں
میں دل کروں زباں کو کہ دل کو زباں کروں

اللہ رے بے قراری الفاظ شعر نعت
اس کو وہاں کروں کبھی اس کو یہاں کروں

ہر ذرہ ان کے شہر کا مسجد ہے اے قمر
کوئی مجھے بتائے کہ سجدہ کہاں کروں

وہ گلی، وہ صحن مسجد، وہ منار جبرئیل
دید کا یہ تجربہ اے خوش نظر کیسا لگا

اڑتا پھرتا ہے ہوا کے دوش پر دارالشفاء
شہر طیبہ میں نظام چارہ گر کیسا لگا

میں پاپی اور عشق نبیؐ — چھوٹا منہ اور بات بڑی
اذن مدینہ مل جائے — بندے کی معراج یہی
لوگ جسے کہتے ہیں قمر — گرد = نعلین نبیؐ

نسل آدم کو ملا در سے ترے آب حیات — فصل انسان پہ برسات کا موسم تو ہے

مرے وطن کا ہے پرچم نشان نجم و قمر
عطا ہو ایک علمدار بھی علم کے لئے

روشنی اور خوشبو کا نعت گو شاعر صبیح رحمانی

سعید بدر

موسم سرما کے آغاز میں ایک دن سرشام ایک کرم فرما عبدالمجید منہاس صاحب کا فون آیا کہ "آج آٹھ بجے شب میرے ہاں ایک تقریب ہے جس میں چند احباب جمع ہو رہے ہیں اور اس میں نعت خوانی ہوگی" راقم نے حیرت سے دریافت کیا کہ آخر وجہ کیا ہے کیونکہ ابھی چند ہی روز قبل آپ کے دولت کدہ پر "نعتیہ محفل" ہو چکی ہے۔ "انہوں نے فرمایا کہ بھائی جان کے ایک نعت گو اور نعت خواں دوست کراچی سے تشریف لائے ہوئے ہیں اس لیے سوچا کہ ان کے اعزاز میں چھوٹی سی تقریب ہوجائے کیونکہ مختصر وقت میں بڑی تقریب ممکن نہیں"۔

"بھائی جان" سے ان کی مراد ممتاز نعت گو شاعر حفیظ تائب کی ذات گرامی تھی جنہیں پرائیڈ آف پرفامینس بھی مل چکا ہے۔ حفیظ تائب میرے بھی ممدوح ہیں اور بہت بڑے کرم فرما۔ ان کی محبتیں، ان کی شفقتیں لازوال ہیں اور ہم ایسے تشکیک کے دور کے مارے ہوئے لوگوں کو منزل کا چراغ دکھاتی رہتی ہیں بلکہ احمد ندیم قاسمی نے تو انہیں خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے یہاں تک کہ دیا ہے کہ میں کل حشر میں کہہ دوں گا کہ مجھے حفیظ تائب جیسے عظیم نعت گو شاعر کا دور نصیب ہوا ہے "۔ منہاس صاحب نے مزید فرمایا کہ ڈاکٹر آفتاب احمد نقوی بھی تشریف لا رہے ہیں وہ بھی میرے عظیم دوست اور کرم فرما ہیں کیونکہ وہ بھی آسمان نعت کے درخشندہ ستارے ہیں جنہوں نے "نعت" کے موضوع پر "اوج" کا دو ضخیم جلدوں میں نعت نمبر نکال کر اپنے آپ کو زندہ جاوید بنالیا ہے۔

ٹھیک آٹھ بجے ہم ممتاز سخن فہم اور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے عاشق صادق (اور سب سے بڑھ کر عہد حاضر کی کثافتوں، غلاظتوں، منافقتوں اور حسد و ریا سے معمور دور میں شریعت اسلامیہ کے پابند) منہاس صاحب کے دولت کدہ پر پہنچ گئے، احباب تشریف لاتے رہے لیکن مہمان مکرم دیر سے تشریف لائے، ان کے ساتھ دو تین دیگر احباب بھی تھے اس لیے راقم انہیں پہچان نہ سکا۔ کیونکہ پہلے سے شناسائی موجود نہ تھی، پتلے دبلے جسم کے نوجوان سے بلکہ عہد حاضر کی زبان سے اسمارٹ سے نوجوان کو اس جگہ بٹھایا گیا جو مہمان کے لیے مخصوص معلوم ہوتی تھی۔ چونکہ فرشی نشست تھی کسی خاص قسم کی کرسی کا اہتمام نہ تھا اس لیے پھر بھی شک رہا کہ آخر مہمان کون ہیں؟ کیونکہ ان کے دائیں بائیں براجمان ہر دو حضرات سے بھی راقم نا آشنا تھا۔

نعت پڑھنے کے لیے راقم کی باری آئی تو ایک شعر پر اس جواں سال مہمان نے دادی، راقم نے دل ہی دل میں کہا کہ ہو نہ ہو یہی مہمان محترم ہیں کیونکہ ان کا شعری ذوق خاصا بلند واقع ہوا ہے۔

شعر یہ تھا۔

بے عمل ہوں پھر بھی آنکھوں میں ہے اک طوفان اشک
خشک لکڑی میں اگرچہ نم ذرا ہوتا نہیں

بلکہ انہوں نے یہ شعر مکرر پڑھنے کے لیے کہا۔ راقم نے شعر پڑھ دیا جس پر تمام شرکاء محفل نے داد دی۔

بہر حال آہستہ آہستہ نقاب اٹھتے گئے اور حجاب کھلتے گئے۔ آخر میں انہیں دعوت کلام دی گئی تو انہوں نے نہایت ترنم اور ذوق و شوق میں ڈوب کر اور سوز و گداز کے ساتھ نعت پڑھنا شروع کی ہر شعر پہلے سے بڑھ کر تھا راقم کو مجبور ہونا پڑا کہ جیب سے قلم نکال کر اشعار نوٹ کرے

کوئی مثل مصطفےٰ کا کبھی تھا' نہ ہے' نہ ہوگا
کسی اور کا یہ رتبہ کبھی تھا' نہ ہے' نہ ہوگا

نہایت مشکل زمین میں اور پھر تینوں زمانوں کو نہایت مہارت سے یکجا کرکے بات سے بات نکالی جاری تھی' جب انہوں نے فرمایا۔

مرے طاق جاں میں نسبت کے چراغ جل رہے ہیں
مجھے خوف تیرگی کا کبھی تھا' نہ ہے' نہ ہوگا

"طاق جاں" بڑی عمدہ ترکیب تھی' بالکل نئی اور انوکھی اور پھر طاق جان میں چراغ کا جلنا' سونے پر سہاگہ تھا۔

جب انہوں نے مقطع پیش کیا تو ہم سے آگہی ہوئی کہ صبیح صاحب نغمہ پرداز ہیں۔

سر حشر ان کی رحمت کا صبیح میں ہوں طالب
مجھے کچھ عمل کا دعویٰ کبھی تھا' نہ ہے' نہ ہوگا

نعت کے اختتام پر تمام شرکاء مجلس دم بخود تھے۔ حفیظ تائب اور راقم نے درخواست کی کہ براہ کرم ایک اور؟ انہوں نے اس کے بعد بھی نہایت عمدہ نعت سنائی۔

یہ راز ختم ہو چکا تھا کہ یہ نوجوان سا شاعر بھی اتنا بڑا شاعر ہو سکتا ہے جس کے اعزاز میں تقریب برپا کی گئی ہے۔ بلکہ یہ راز کھلا ہو گیا کہ صبیح صاحب بہت سے بڑے بڑے شاعروں کے مقابلے میں نعت گوئی کے اعتبار سے بڑے ہیں۔ نئی نئی تراکیب نئی نئی تشبیہیں اور نئے نئے استعارے لاتے ہیں اور ان کا چابکدستی سے استعمال بھی کرتے ہیں۔

نعت گوئی اور نعت خوانی کا سلسلہ ختم ہوا تو انہوں نے میزبان جناب عبدالمجید منہاس صاحب کی خدمت میں "جادہ رحمت" کا نسخہ پیش کیا تو پتہ چلا کہ موصوف صاحب کتاب بھی ہیں۔ گویا وہ نعت خواں یا نعت گو ہی نہیں بلکہ بقول اقبال !..........! لیکن در بغل دارد کتاب والا معاملہ ہے۔

ڈاکٹر آفتاب نقوی کے تعاون سے صبیح رحمانی سے ہوٹل میں اگلے روز دوبارہ ملاقات نصیب ہوئی۔ تبادلہ خیال ہوا تو پتہ چلا کہ ان کا مجموعہ کلام ماہ طیبہ کے عنوان سے اس سے قبل بھی شائع ہوچکا ہے۔ ان سے جدا ہوکر گھر واپس آیا تو نعت کے حوالے سے میرے ذہن پر ان کے گہرے نقوش مرتسم تھے۔ انہوں نے جوانی ہی میں سخن گوئی اور وہ بھی نعت جیسے مشکل میدان میں وہ مقام حاصل کرلیا تھا جو بعض اوقات بہت سے عمر رسیدہ شعراء کو بھی میسر نہیں ہوتا۔ عرفی نے نعت کے متعلق فرمایا تھا کہ۔

عرفی ! مشتاب ایں رہ نعت است' نہ صحراست
!...... آہستہ کہ رہ بردم تیغ است قدم را

لیکن صبیح رحمانی "تلوار کی دھار" پر چل کر بھی کامیابی سے آگے نکل جاتے ہیں۔ کسی نے کہا تھا کہ نعت گوئی "پل صراط" پر چلنے کا دوسرا نام ہے اور یہ حقیقت بھی ہے اس کے مقابلے میں حمد رب دوجہاں کہیں آسان تر ہے۔ اس سلسلہ میں ممتاز عالم دین اور مفکر اسلام اور عہد حاضر کے سب سے بڑے نعت گو مولانا احمد رضا خان بریلوی نے خوب کہا ہے۔

"حقیقتاً" نعت شریف لکھنا بہت مشکل کام ہے جس کو لوگ آسان سمجھتے ہیں۔ اس میں تلوار کی دھار پر چلنا پڑتا ہے۔ اگر شاعر بڑھتا ہے تو الوہیت میں پہنچ جاتا ہے اور کمی کرتا ہے تو تنقیص ہوجاتی ہے۔ البتہ حمد آسان ہے کہ اس میں راستہ صاف ہے انسان جتنا چاہے آگے بڑھ سکتا ہے۔ غرض حمد میں اس جانب اصلا" کوئی حد نہیں اور نعت شریف میں دونوں جانب پابندی ہے"۔

عزیزم صبیح رحمانی نے اپنے ذوق و شوق کے ساتھ ساتھ فنی التزام سے مختصر سی مدت میں لوگوں کو اپنی جانب متوجہ کرلیا ہے۔ ڈاکٹر ریاض مجید انہیں خراج تحسین پیش کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"نعت کے باب میں وہ جدید لب و لہجہ کے ساتھ ساتھ سیرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا شعور رکھتے ہیں اور ذات رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے منصب' پیغام' سیرت و کردار اور اوصاف و فضائل کی بات کرتے ہوئے احترام کے ان جملہ تقاضوں کو ملحوظ خاطر رکھتے ہیں جو نعت گوئی کے لیے ضروری ہے"۔

عصر حاضر کے عظیم نعت نگار حفیظ تائب صبیح رحمانی کے متعلق یوں رقمطراز ہیں۔

"جادہ رحمت کا نصف کے قریب نعتیہ کلام بہ پیرائیہ غزل ہے جب کہ باقی نصف مجموعہ پابند و

آزاد نعتیہ نظموں پر مشتمل ہے۔ دونوں حصے اس بات کی شہادت دیتے ہیں کہ صبیح رحمانی غزل اور نظم کے مزاج اور تقاضوں کو اچھی طرح سمجھتا ہے اور وہ نعت کو اس رتبہ سے کمتر صورت میں نہیں دیکھنا چاہتا جس تک عام غزل اور نظم پہنچ گئی ہے۔ چنانچہ وہ قدرت کلام کو ندرت آشنا کرکے اپنی نعت کو عصر جدید کے اسالیب و رجحانات سے آراستہ کرتا چلا جاتا ہے۔ اسے اپنا منفرد لب و لہجہ بنانے میں بڑی نمایاں کامیابی ہوئی ہے"۔

حفیظ تائب کی جانب سے صبیح رحمانی کے لیے یہ بہت بڑا خراج تحسین ہے۔

راقم کو صبیح رحمانی کا دوسرا مجموعہ نعت "جادہ رحمت" دیکھنے کا شرف حاصل ہوا ہے۔ ماہ طیبہ دیکھنے کی سعادت حاصل نہیں ہو سکی۔

راقم کی رائے میں صبیح رحمانی کی نعتوں میں "روشنی اور خوشبو" کا خوبصورت اہتمام ہے اس لیے اگر انہیں "روشنی اور خوشبو" کا نعت گو کہہ کر خطاب کیا جائے تو غلط نہ ہوگا ان کے پورے نعتیہ کلام میں بار بار روشنی اور خوشبو کا ذکر آتا ہے بلکہ راقم کی نظر میں ان کی ہر نعت میں کسی نہ کسی حوالے سے خوشبو یا روشنی کا ذکر موجود ہے۔ صبیح رحمانی ان دونوں باتوں کے بغیر اظہار خیال نہیں کرتے، کسی نہ کسی پیرائے، یا اسلوب میں روشنی کا استعارہ یا خوشبو کا حوالہ آ ہی جاتا ہے۔ جادہ رحمت کے عنوان سے پہلے ہی قطعہ میں یوں گویا ہیں

افق پہ ذہن کے روشن ہے ماہ عالم تاب
برس رہا ہے مری روح پر سحاب کرم
ثنائے سرور دیں کے لیے ہوں وقف صبیح
خوشا کہ جادہ رحمت پہ گامزن ہے قلم

اس کے بعد پہچان کے عنوان سے آزاد حمدیہ نظم ہے اس کے پہلے ہی شعر میں روشن چراغ اور روشن شجر سے بات شروع کرتے ہیں اور آگے چل کر افق افق اس کے جلووں اور شفق شفق اس کی کرنوں کا ذکر آتا ہے۔

فصیل پر ہیں ہوا کی روشن چراغ جس کے
سیاہ راتوں میں جس نے روشن شجر کیے ہیں
وہ جس کے جلوے افق افق ہیں
وہ جس کی کرنیں شفق شفق ہیں

اس کے بعد پھر حمد ربی آتی ہے جس کا آغاز

کر رہے ہیں تری ثناء خوانی
سوچتی دھرتی، بولتا پانی

سوچتی دھرتی، بولتا پانی، کتنی عمدہ ترکیبیں ہیں جو صبیح ہی کا خاصہ ہیں اسی حمدیہ غزل میں کہتے ہیں۔

تیرے جلووں کے دم سے لیل و نہار
تیرے سورج کی سب درخشانی

گویا جلوے، سورج، درخشانی، تینوں الفاظ روشنی کے ترجمان اور مظہر ہیں اور اگلے ہی شعر میں نورانی کا لفظ آگیا ہے۔

گونجتا ہے ثناء کے نغموں سے
گنبد جاں ہے میرا نورانی

گونجتا اور گنبد کی عمدہ یکجائی کے ساتھ "نورانی" لائے بغیر نہیں رہ سکتے۔ گویا روشنی کی کرن یا نور کی شعاع انہیں جہاں کہیں نظر آتی ہے ان کا پرواز تخیل اسے اپنے دائرہ شعر میں لے آتا ہے۔

ان کی پہلی نعت کا مطلع ہے۔

کوئی مثل مصطفےٰ کا کبھی تھا، نہ ہے، نہ ہوگا،
کسی اور کا یہ رتبہ کبھی تھا، نہ ہے، نہ ہوگا

اسی نعت میں چوتھا شعر یوں ہے۔

مرے طاق جاں میں نسبت کے چراغ جل رہے ہیں
مجھے خوف تیرگی کا کبھی تھا، نہ ہے، نہ ہوگا

طاق جاں اور نسبت کے چراغ کتنی عمدہ ترکیب ہے۔

صبیح رحمانی عالم تصور میں آہستہ آہستہ "طیبہ نگر" کی طرف روانہ ہوتے ہیں تو رات کی ظلمت سے نکلتے ہوئے سحر کا انتظار کرتے ہیں فرماتے ہیں۔

اتاری روح کی بستی میں جلووں کی دھنک اس نے
شکست شب پہ ہو جیسے سحر آہستہ آہستہ

شکست شب کے ساتھ سحر کی روشنی ساتھ ساتھ لے چلتے ہیں کیونکہ اس کے بغیر صبیح چل نہیں

سکتے۔ یہی روشنی کی تلاش دراصل حقیقت کی تلاش ہے جس کے لیے وہ ظلمت شب سے نکلنے کے لیے کوشاں ہیں اور سحر کی جستجو میں ہیں' دراصل صبیح رحمانی کی نعت گوئی کا اصل مقصد و مدعا بھی روشنی کی جستجو ہے۔ ان کا سفر زندگی کے اندھیاروں سے نکل کر روشنی کے افق تک پہنچتا ہے۔

اسی نعت میں صبیح رحمانی رسالتماب صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں خراج تحسین پیش کرتے ہوئے علم کی اہمیت کا ذکر کرتے ہیں تو جہاں وہ نئی نئی تراکیب لاتے ہیں وہاں ان تراکیب میں روشنی اور روشنی کے منبع کے ماخذ کا ذکر کرنا نہیں بھولتے ہیں۔

جگائے علم کے سورج سکھائی لفظ کی حرمت
کئے وا آگہی کے سارے در آہستہ آہستہ

اس سفر میں صرف علم کے سورج کی ترکیب ہی پیش نہیں کی بلکہ "آگہی کے دروازوں کا وا ہونا بھی روشنی کی آمد کا اشارہ ہے۔ مقطع یوں ہے۔

صبیح ان کی ثناء اور تو کہ جیسے برف کی کشتی
کرے سورج کی جانب طے سفر آہستہ آہستہ

اپنے مقطع میں صبیح رحمانی نے اپنے آپ کو "برف کی کشتی" سے تشبیہ دے کر اپنی بے بضاعتی کا اظہار کیا ہے اور ساتھ ہی ساتھ رسالتماب صلی اللہ علیہ وسلم کو "سورج" قرار دیا ہے۔ اپنی بیچمدانی کا ذکر نہایت عمدہ انداز میں کیا ہے۔ بھلا "برف کی کشتی" سورج کے سامنے کیا حیثیت رکھتی ہے وہ تو پگھل کر ہی رہے گی۔

جادہ رحمت میں ایک نعت کا مطلع' خوشبو اور روشنی جیسے دونوں ہی تلازمات کو لیے ہوئے ہے۔

قلم خوشبو کا ہو اور اس سے دل پر روشنی لکھوں
مجھے توفیق دے یارب کہ میں نعت نبی لکھوں

جس طرح نعت رسالتماب صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے خوشبو اور روشنی جیسے لوازمات کی اشد ضرورت ہے اسی طرح صبیح رحمانی بھی ان ہر دو اشیاء کے بغیر نعت لکھ ہی نہیں سکتے۔ اسی نعت کے مقطع میں کہتے ہیں۔

جبین وقت پر حسانؓ وجامیؒ کی طرح چمکوں
صبیح ان کی غلامی کو متاع زندگی لکھوں

یہاں پھر وہ جبین وقت پر "چمکنے" کی خواہش کا اظہار کرتے ہوئے روشنی کا دامن نہیں چھوڑتے۔

"راہ حق" کی روشنی ہی کی تلاش میں ایک جگہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست گزار ہیں۔

میں نواح شب میں بھٹک گیا نئے سورجوں کی تلاش میں
کوئی روشنی کہ بدل سکے مری شب کا حال مرے نبیؐ

اس شعر میں جہاں انہیں اپنی شب تاریک اور بھٹکنے کا شدت سے احساس ہے وہیں ایک اور شعر میں امید کی کرن پھوٹتی ہے اور وہ رجائیت سے کام لیتے ہوئے کہتے ہیں۔

فرشتوں نے مری لوح عمل پر روشنی رکھ دی
ثناء خوان محمدؐ لکھ دیا اول سے آخر تک

ہم جادہ رحمت کے اوراق پلٹتے ہیں تو ایک نعت میں سات اشعار میں سے چار اشعار ایسے ہیں جن میں کسی نہ کسی حوالے سے نور' روشنی' انوار اور چراغ کا ذکر موجود ہے۔ اس سے راقم کے دعوی کی قدم قدم پر تصدیق ہورہی ہے کہ صبیح رحمانی روشنی اور خوشبو کے نعت گو شاعر ہیں۔

نور سرکارؐ دو عالم کو پکارا میں نے
جب اندھیروں کے قدم وادی جاں تک پہنچے
کاسۂ جاں میں لیے نور کی لوٹے خیرات
جو گدا ان کی در فیض رساں تک پہنچے
روشنی گنبد خضراء کی ملی جنت میں
شہر طیبہ ترے انوار کہاں تک پہنچے
ایک اک گام پہ روشن کرو مدحت کے چراغ
نعت کی روشنی پھیلاؤ جہاں تک پہنچے

صبیح رحمانی نے سرور کائنات کی تعلیمات کو نعت کی صورت میں پیش کرنے کو مدحت کے چراغ جلانے کی خوبصورت تشبیہ دی ہے۔ ایک اور جگہ اس گھر کو اجالوں کا مقدر کہتے ہیں جہاں نعت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ثناء خوانی کے دیپ روشن رہتے ہوں ہم آگے بڑھتے ہیں تو ایک اور نعت کا مطلع اپنے اندر سورج کا لفظ لیے ہوئے ہے جو بجائے خود روشنی اور حرارت کا سرچشمہ ہے۔

خاک کو عظمت ملی سورج کا جوہر جاگ اٹھا
آپؐ کیا آئے کہ ہستی کا مقدر جاگ اٹھا

اگلا شعر کتنا عمدہ ہے اور "روشنی کا سمندر" جیسی ترکیب کا حامل ہے۔

تیرگی سے خوف کھا کر جب پکارا آپؐ کو
جسم و جاں میں روشنی کا اک سمندر جاگ اٹھا

مقطع میں مزید یہی احساس نور و روشنی پھیلا ہوا ہے۔

منزلِ احساس کی راہیں منور ہوگئیں
سوچ کے آئینے میں اک نور پیکر جاگ اٹھا

نعت کو روشنی اور نور سے تشبیہ دینے کا ایک اور انداز دیکھیے۔

ہے جسم و جاں کا ہر گوشہ روشن روشن مہکا مہکا
لگتا ہے کہ قرطاسِ دل پر کوئی نعت اترنے والی ہے

اس شعر میں بھی روشنی اور نور کے علاوہ خوشبو اور مہک کا احساس موجود ہے۔ صبیح رحمانی کی نظر میں ہر نور کا سرچشمہ اور منبع رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکت ہی ہے۔ ان کے خیال میں نور کا چشمہ وہیں سے پھوٹتا ہے اور مہتاب بھی وہیں سے طلوع ہوتا ہے۔

ہو دل کا نور، نگاہوں کا نور، علم کا نور
ہر ایک نور کو نسبت مہِ عرب سے ہے

روشنی کے جویا، نور کے متلاشی صبیح رحمانی ایک اور نعت میں اپنی اس خواہش کا اظہار یوں کرتے ہیں۔

نظر کے ریگزاروں کو متاعِ نقشِ پا دے دو
میں ہوں تاریک راہوں میں اجالوں کا پتہ دے دو
جہالت کے اندھیروں کی فصیلیں جس سے گر جائیں
مرے ہاتھوں کو ایسا علم کا روشن دیا دے دو
لکھے سب پھول جیسے لفظ سوچے چاند سے مضموں

صبیح نعت گو کو نعت کا لہجہ نیا دے دو

صبیح رحمانی جس روشنی، جس نور اور جس خوشبو کی تلاش میں ہیں اس کو وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پائے اقدس کی دھول قرار دیتے ہیں۔

مہر و ماہ و نجوم وکاہکشاں
پائے اقدس کی دھول سب کے سب

پھر کہتے ہیں۔

تجلیات سے بھرلوں میں اپنا کاسۂ جاں
کبھی جو ان کی گلی میں قیام ہوجائے

یہاں وہ "تجلیات" کا لفظ لاکر روشنی و نور کا اظہار کرتے ہیں اور درِ خیر الوریٰ سے اپنے کاسۂ جاں کو معمور کرنا چاہتے ہیں۔ اسی طرح ایک اور نعت میں ان کا مطلع روشنی اور خوشبو کا ذکر لیے ہوئے نظر آتا ہے۔ بلکہ پوری نعت ہی "گلاب" کی ردیف کی وجہ سے خوشبو میں بسی ہوئی ہے۔

خواب روشن ہوگئے، مہکا بصیرت کا گلاب
جب کھلا شاخِ نظر پر ان کی رویت کا گلاب
گفتگو خوشبو کے لہجے میں سکھائی آپ نے
خارِ نفرت چن دیے دے کر محبت کا گلاب
خلق کی خوشبو تمام ادوار میں رچ بس گئی
باغِ ہستی میں کھلا یوں ان کی شفقت کا گلاب

ہم جوں جوں آگے بڑھتے ہیں تو پتہ چلتا ہے کہ شاعر ایک روشنی و نور یا خوشبو سے متعلق ایک دو چار تلازمات پر مطمئن نہیں اس کی روح صدیوں سے خوشبو اور روشنی کی بھوکی نظر آتی ہے وہ ایک دو جرعوں سے سیراب نہیں ہونا چاہتی اس لیے وہ پوری نعت کی ردیف ہی "روشنی" لے آئے ہیں بالکل اسی طرح جیسے پچھلی نعت میں گلاب کی ردیف کو استعمال کرتے ہوئے ہر شعر میں کسی نہ کسی طرح خوشبو ہی کا تذکرہ ہے۔

ذرے بھی اس کو دیدۂ بینا کی روشنی
ہاتھ آئے جس کو ان کے کفِ پا کی روشنی
آنکھیں بچھا رہے ہیں مہ و برق و آفتاب

کیسے بیاں ہو مرے آقاؐ کی روشنی
صرف ایک شہر طیبہ منور نہیں کوئی
جنت میں بھی ہے گنبد خضرا کی روشنی

معراج مصطفیٰؐ کے حوالے سے خوب کہا ہے کہ۔

انسانیت کا اوج ہے معراج مصطفیٰؐ
یہ روشنی کی سمت سفر روشنی کا ہے
جلنے لگے ہیں میری نوا میں چراغ سے
جب سے لبوں پہ اسم گرامی نبیؐ کا ہے

"تصویر جمال" میں بھی ہر لفظ مجسم نور و نکہت ہے۔

روح سورج کی طرح جسم اجالے کی مثال
کیسے الفاظ میں ڈھالوں میں وہ تصویر جمال
ذکر اس نور مجسم کا ہے کرنا مقصود
مالک لوح و قلم تو مرے لفظوں کو اجال

لفظوں کو "اجال" کیسی عمدہ دعا اور کیسی نادر ترکیب ہے۔
اسم محمدؐ کے عنوان سے لکھتے ہیں۔

ہے یہی نام تو میری شب یلدا کی سحر
جسم و جاں میں جو چراغاں ہے اسی نام کا ہے
بس اسی نام کی خوشبو ہے مرے ہونٹوں پر
بس یہی نام دو عالم میں بڑے کام کا ہے

یہی حال ان کی آزاد نظم "ایک روشنی زمین سے آسمان تک" میں ہے۔ یہ نظم بھی بقعہ نور بنی ہوئی ہے۔ بلکہ اگلے ہی صفحہ پر خواہوں کی دہلیز کی نظم روشنی کے استعارے لئے ہوئے ہے۔ غرض کہ اس مختصر مضمون میں ساری مثالیں نہیں دی جاسکتیں جو جادہ رحمت میں موجود ہیں۔ بہرحال چھوٹی سی عمر میں انہوں نے ایک طرف تو شاعری کے داخلی اور خارجی تقاضوں کو پورا کرنے کا اہتمام کیا ہے اور دوسری طرف دینی تقاضوں' روحانی آزمائشوں اور دینی نزاکتوں کو بھی ملحوظ خاطر رکھا ہے۔ انہوں نے اپنے شعری وجود کو ثابت کرنے کی بھرپور کامیاب کوشش کی ہے۔ ان کے ہاں تازگی اور شائستگی کا

احساس جھلکتا صاف نظر آتا ہے۔ زمینوں کے انتخاب میں بھی انہوں نے اعلیٰ صلاحیت کا ثبوت دیا ہے۔ انہوں نے شعوری طور پر نئی ردیفوں کا انتخاب کیا ہے اور ایسے قوافی تلاش کیے ہیں جو ان کے حسب حال ہوں' مثال کے طور پر روشنی لکھوں' نئی لکھوں!...... افضا اول سے آخر تک عطاء اول سے آخر تک!...... ادر بدری کا موسم' خوش نگہی کا موسم!...... ادعبیر لکھیں' منظر لکھیں!...... اجال مرے نبی!...... لازوال میرے نبی کف پا کی روشنی' دیدہ بینا کی روشنی!...... انقش پا دے دو'پتا دے دو' جو ہر جاگ اٹھا' سمندر جاگ اٹھا!......

یہ مثالیں نمونہ مشتے از خروارے ہیں۔ اگر وہ اسی طرح محنت' لگن اور سب سے بڑھ کر عشق و محبت اور ذوق و شوق کے ساتھ آگے بڑھتے رہے تو انشاء اللہ تعالیٰ بہت جلد شاعری کے درجہ کمال تک پہنچ سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کا معین و مددگار ہو اور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی عطائیں ان کے شامل حال ہوں۔

صبیح رحمانی ان خوش نصیب لوگوں میں سے ہیں جنہیں نعت گوئی کا قرینہ عطاء ہوا ہے (تابش دہلوی)
صبیح رحمانی کے نعتیہ اشعار میں ایمان و وجدان کی تب و تاب اہل ذوق کی توجہ کا مرکز ہے۔ (محشر بدایونی)
"پہچان" اور کاغذی مکان" دو ایسے نشانات ہیں جو صبیح رحمانی کی حمدیہ و نعتیہ شاعری کو قابل رشک مقام پر فائز کرتے ہیں۔ (ڈاکٹر فرمان فتح پوری)
صبیح رحمانی نے اپنے سفر کے آغاز ہی میں اپنے نقوش قلم اور نقوش قدم سے اپنی آمد کا اعلان کردیا ہے۔ (ڈاکٹر ابوالخیر کشفی)
جادہ رحمت ہمارے نعتیہ ادب میں ایک جہت نما کا اضافہ ہے۔ (حفیظ تائب)
عمر کی جوانی اور فکر کی جوانی یکجا دیکھنی ہو تو صبیح رحمانی اور جادہ رحمت کو دیکھ لیجئے۔ (عاصی کرنالی)
صبیح رحمانی کا اسلوب اعلان کررہا ہے کہ آنے والا وقت اس کے لئے آنکھیں بچھائے ہوئے ہے۔ (مظفر وارثی)
صبیح رحمانی کی نعتیہ نظموں میں جدید تر اسلوب اور عصری حیثیت کے ساتھ سرکار دو عالم کی مدحت کی گئی ہے۔ (احمد ہمدانی)
صبیح رحمانی اپنی خوش الحانی اور اپنی نعت گوئی کے اعتبار سے اپنی "مدینہ سامانی" اور طرفہ بیانی کے آئینے میں میرے لئے کمال حیرانی کا باعث تھا اور رہے گا۔ (صہبا اختر)
یہ ایک ایسے جواں سال شاعر کا کلام وجدانی ہے جو اپنی عمر سے بہت آگے بڑھ کر لب کشا ہے۔ (شبنم رومانی)
صبیح رحمانی کی نعتیں فن کی پختگی، بیان کے وقار اور حفظ مراتب کے شعور کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔ (تحسین فراقی)
جادہ رحمت افق شعر پر پھیلے ہوئے دھند لکوں میں پیامبر صبح کی طرح ہے۔ (راجا رشید محمود)
اکیسویں صدی میں تازہ نعت گوئی کے حوالے سے جو لوگ داخل ہوں گے ان میں صبیح رحمانی کا نام اہمیت سے لیا جائے گا۔ (جاذب قریشی)

جواں سال نعت گو صبیح رحمانی کا نعتیہ مجموعہ

"جادہ رحمت"

شائع ہوگیا ہے
ہدیہ ۷۰ روپے

ناشر - ممتاز پبلشرز
۲۰ نوشین سینٹر اردو بازار کراچی

صبیح رحمانی ان خوش نصیب لوگوں میں سے ہیں جنہیں نعت گوئی کا قرینہ عطاء ہوا ہے (تابش دہلوی)

صبیح رحمانی کے نعتیہ اشعار میں ایمان و وجدان کی تب و تاب اہل ذوق کی توجہ کا مرکز ہے۔ (محشر بدایونی)

"پہچان" اور "کاغذی مکان" دو ایسے نشانات ہیں جو صبیح رحمانی کی حمدیہ و نعتیہ شاعری کو قابل رشک مقام پر فائز کرتے ہیں۔ (ڈاکٹر فرمان فتح پوری)

صبیح رحمانی نے اپنے سفر کے آغاز ہی میں اپنے نقوش قلم اور نقوش قدم سے اپنی آمد کا اعلان کردیا ہے۔ (ڈاکٹر ابوالخیر کشفی)

جادہ رحمت ہمارے نعتیہ ادب میں ایک جست نما کا اضافہ ہے۔ (حفیظ تائب)

عمر کی جوانی اور فکر کی جوانی یکجا دیکھنی ہو تو صبیح رحمانی اور جادہ رحمت کو دیکھ لیجئے۔ (عاصی کرنالی)

صبیح رحمانی کا اسلوب اعلان کررہا ہے کہ آنے والا وقت اس کے لئے آنکھیں بچھائے ہوئے ہے۔ (مظفر وارثی)

صبیح رحمانی کی نعتیہ نظموں میں جدید تر اسلوب اور عصری حیثیت کے ساتھ سرکار دو عالم کی مدحت کی گئی ہے۔ (احمد ہمدانی)

صبیح رحمانی اپنی خوش الحانی اور اپنی نعت گوئی کے اعتبار سے اپنی "مدینہ سامانی" اور طرفہ بیانی کے آئینے میں میرے لئے کمال حیرانی کا باعث تھا اور رہے گا۔ (صہبا اختر)

یہ ایک ایسے جواں سال شاعر کا کلام وجدانی ہے جو اپنی عمر سے بہت آگے بڑھ کر لب کشا ہے۔ (شبنم رومانی)

صبیح رحمانی کی نعتیں فن کی پختگی، بیان کے وقار اور حفظ مراتب کے شعور کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔ (تحسین فراقی)

جادہ رحمت افق شعر پر پھیلے ہوئے دھند لکوں میں پیانہ صبح کی طرح ہے۔ (راجا رشید محمود)

اکیسویں صدی میں تازہ نعت گوئی کے حوالے سے جو لوگ داخل ہوں گے ان میں صبیح رحمانی کا نام اہمیت سے لیا جائے گا۔ (جاذب قریشی)

جواں سال نعت گو صبیح رحمانی کا نعتیہ مجموعہ

"جادہ رحمت"

شائع ہوگیا ہے

ہدیہ ۷۰ روپے

ناشر ۔ ممتاز پبلشرز

۲۰ نوشین سینٹر اردو بازار کراچی